يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

جلد دوم

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق ونظرثانی

عبدالحفیظ مدنی

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

MOb:0300- 4826023,042-37114660

نام کتاب		احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ
باہتمام	--------------	عبدالرحمان عابد
طبع سوم	--------------	جنوری 2012ء
تعداد	--------------	1100
قیمت	--------------	-/200

اسٹاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,2624007

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال
0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد
Mob.: 0322- 6054145

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com
Ph.:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قارئین حضرات: والد المکرم محترم مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) نے پچاس سالہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اور ترجمہ میں بہت زیادہ اہل اسلام کی خدمت کی ہے کسی خاص موضوع پر کتاب کو تالیف کرنا آسان ہے، لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس پرخار وادی میں قدم رکھا تو اہل علم کے ساتھ عوام الناس نے بھی ان کے اس شگفتہ اور رواں دواں قلم کے انداز کو سراہا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک نے آپ کی پانچ کتابوں کے آرڈر دے کر (اردو داں طبقہ میں) مفت تقسیم کیا تاکہ ان کو پڑھ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سمجھا جا سکے۔

اس سے مولانا کو عربی زبان سے اردو زبان میں تراجم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنی زندگی کو دین اسلام کی ترویج کیلئے وقف کر دیا اس سلسلہ میں مولانا (رحمہ اللہ) نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی اہم کتاب "الاحادیث الضعیفة والموضوعة" کی دو جلدوں (ہر جلد پانچ سو احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کیا اس کے بعد تیسری جلد لکھنے کا کام جاری تھا کہ مولانا اس سال چھ فروری ۲۰۰۴ء جمعۃ المبارک فجر کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ انہیں جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث اور من گھڑت روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان احادیث اور روایات کو اسلام کے دشمنوں نے اور بعض علماء سوء نے عوام الناس میں اس انداز کے ساتھ اس کی تشہیر کر دی ہے کہ عام لوگ ان احادیث کو معتبر سمجھنے لگے ہیں ایسی احادیث کا زیادہ تر حصہ اسرائیلی روایات سے بھرا پڑا ہے یا پھر واعظین، صوفیاء اور غالی شیعہ کا بیان کردہ ہے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ اور باقی کتب حدیث میں ان احادیث کو تلاش کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی تحقیق کو

تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور انہیں فن جرح وتعدیل کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے ان پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ کتاب اہل علم، خطباء، واعظین، اساتذہ کرام اور ائمہ حضرات کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی بہت مفید اور ضروری ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں، قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ احادیث کو اچھی طرح پڑھیں اور ان ضعیف احادیث اور فتنہ پھیلانے والی من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی انتہائی کوشش کریں تاکہ ہمیں دین حق کی صحیح رہنمائی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ ونگہبان ہو، آمین۔

اس کتاب کی جلد اول جو ایک سو احادیث پر مشتمل تھی آج سے تقریباً پانچ سال قبل ادارہ ضیاء السنہ سے شائع ہوئی تھی اور اس کے تقریباً چار ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں جو شائع ہونے کے فوراً بعد فروخت ہو جاتے ہیں اس پذیرائی کو دیکھتے ہوئے اب اس کی دوسری جلد جو دوسو احادیث (۱۰۱ تا ۳۰۰) پر مشتمل ہے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن قارئین نے اس کتاب کی جلد اول کو نہیں پڑھا وہ اس کو ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے تین اہم مقدمات اور مترجم (رحمہ اللہ) کا ایک مقدمہ اور اصول حدیث کے قوانین شامل ہیں، اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کو جلد دوم میں شامل نہیں کیا جارہا اس کے بعد باقی جلدیں (سوم چہارم جو پانچ سو احادیث پر مشتمل ہیں) بھی کمپوز ہو چکی ہیں جو جلد شائع کر دی جائیں گی، انشاء اللہ۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم کو جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور اس کے ساتھ ساتھ ناشر و جملہ معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

۲۰ ستمبر ۲۰۰۴ء

فہرست عنوانات

(۱۰۱)((اِنِّيْ لاَ اَنْسٰى، وَلٰكِنْ اُنَسّٰى لِاَشْرَعَ))

ترجمہ: ''خبردار! بلاشبہ مجھے نسیان نہیں ہوتا البتہ میں بھلایا جاتا ہوں تا کہ میں احکام کا نفاذ کروں''

تحقیق: حدیث باطل ہے، اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی نے اس حدیث کو یقین کے ساتھ احیاء العلوم (۳۸/۴) میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی ہے، چنانچہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو بلا اسناد ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ مؤطا میں یہ حدیث مرسل کی صورت میں بلا اسناد بھی موجود ہے، حمزہ کنانی (رحمہ اللہ) کا قول بھی اسی طرح کا ہے اس نے وضاحت کی ہے: کہ یہ حدیث مالک کے طریق کے سوا سے وارد نہیں ہے جبکہ ابو طاہر انماطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس حدیث کے بارے میں میری دریافت طول پکڑ گئی جب کہ میں نے ائمہ حدیث اور حفاظ سے اس کے بارے میں دریافت کیا لیکن مجھے کامیابی حاصل نہ ہو سکی بلکہ میں نے کسی راوی کے بارے میں نہیں سنا۔ کہ وہ اس حدیث کے بارے میں کامیابی سے ہمکنار ہوا ہو، نیز ابو طاہر (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ حدیث کے بعض طلبہ نے اس حدیث کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مسند ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مؤطا امام مالک (۱۶۱/۱) میں مذکور ہے کہ امام مالک (رحمہ اللہ) تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تو اسی لئے تا کہ میں اس کو سنت قرار دوں'' حدیث کی ظاہری کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بشریت کے تقاضوں کے مطابق نسیان سے دوچار نہیں ہوتے البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھلا دیتا ہے تا کہ آپ اس کو بیان کریں۔

اس صورت میں یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو بخاری مسلم اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی وارد ہے ابن مسعود ؓ سے مرفوع حدیث وارد ہے: کہ ''بلاشبہ میں تو انسان ہوں میں نسیان سے ہم کنار ہوتا ہوں جیسا کہ تم بھی نسیان سے ہم کنار ہوتے ہو تو جب مجھے نسیان لاحق ہو تو مجھے یاد دلایا کرو'' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے نسیان پر کوئی حکم مرتب ہو اور فوائد حاصل ہوں، مقصود یہ ہے کہ نسیان کی نفی جائز نہیں جس کا تعلق انسان کی طبیعت کے ساتھ ہے اس باطل

حدیث کے باعث جو صحیح حدیث کے معارض ہے۔

(۱۰۲) ((اَلنَّاسُ نَیَامٌ فَإِذَا مَاتُوا اِنْتَبَھُو))

ترجمہ: ”لوگ نیند سے ہمکنار رہتے ہیں جب وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہیں تو بیدار ہوجاتے ہیں“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲۰/۴) میں مرفوع بیان کیا ہے جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۰/۴-۱۷۱) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس حدیث کو مرفوع نہیں پایا ہے البتہ اس حدیث کی نسبت اور اس کی مثل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب الکشف (۳۱۲/۲) میں کی ہے۔

(۱۰۳) ((جَالِسُوا التَّوَّابِیْنَ فَإِنَّھُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً))

ترجمہ: ”ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جو توبہ کرنیوالے ہیں اس لئے کہ انکے دل بہت نرم ہوتے ہیں“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۳۱/۴) میں اور علامہ سبکی (رحمہ اللہ) (۱۷۱/۴) نے اس کی متابعت کی ہے کہ میں نے اس کو مرفوع معلوم نہیں کیا ہے، علامہ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے یہ تو عون بن عبداللہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے، ابن ابی الدنیا (رحمہ اللہ) نے اس کو التوبۃ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۴) ((مَنْ لَمْ یَکُنْ عِنْدَہُ صَدَقَةٌ فَلْیَلْعَنِ الْیَھُوْدَ))

ترجمہ: ”جس شخص کے پاس صدقہ نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہودیوں پر لعنت کرے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تاریخ بغداد (۲۷۰/۱۴) میں علی بن حسین بن حبان کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے اپنے والد کی کتاب میں اس کے ہاتھ کی تحریر سے پایا ہے کہ ابوزکریا (راوی) یعنی ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یعقوب بن محمد الزہری صدوق ہے البتہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے کہ وہ کس سے روایت کرتا ہے جب کہ اس نے اس کو ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے۔

ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کوئی بھی عقلمند شخص اس حدیث کو بیان نہیں کرتا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں خطیب کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعد

ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ یعقوب (راوی) کے بارے میں امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص ہرگز کچھ بھی نہیں ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۷۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور یعقوب (راوی) کی توثیق کی ہے مزید برآں اس نے اس باطل حدیث کی علت سے پردہ کشائی نہیں کی ہے جب کہ علت انقطاع ہے، چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس شخص سے غلطی ہوئی ہے جس نے بتایا ہے کہ اس نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد سے وہ اس حدیث کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور شاید کہ یہ شخص جس کا نام ذکر نہیں ہے اس سے مقصود عبداللہ بن محمد بن زاذان مدنی ہے جب کہ وہ ہلاکت والا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا بلاشبہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے طریق سے جرجانی نے اپنی کتاب التاریخ (۲۸۲) میں اور اسی طرح الضیاء نے اپنی کتاب المنتقیٰ من مسموعاته بمرو (۲/۳۳) (جس کو اس نے مرو شہر میں سنا) اس عبداللہ کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کو مرفوع بیان کیا۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو اس طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس کو معلول قرار دیتے ہوئے ابن عدی کا قول بیان کیا ہے: کہ عبداللہ بن محمد بن زاذان سے احادیث محفوظ نہیں ہیں جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس راوی کو میزان الاعتدال میں کہا ہے: کہ وہ ہلاکت والا ہے، بعدازاں اس سے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

مزید برآں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے کہ اس حدیث کی ایک اور اسناد ہے جس کا ذکر الخطیب (رحمہ اللہ) (۲۵۸/۱) نے اسماعیل بن محمد الطلحی کے طریق سے کیا ہے وہ سلیم مکی سے روایت کرتا ہے وہ طلحہ بن عمرو سے وہ عطاء سے وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس کو مرفوع روایت کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، طلحہ، سلیم اور الطلحی متروک راوی ہیں، البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے (۸۵/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ طلحی (راوی) سے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور مطین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ ثقہ رواۃ میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس طرح سے اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ حدیث کی علت وہ

راوی ہے جو طلحی سے اوپر ہے اور یہی درست ہے ظاہر ہے کہ اس سلیم سے مقصود ابن مسلم خشاب (راوی) ہے، امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے، امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول ہے:

''اس کی بیان کردہ حدیث کچھ چیز نہیں''

طلحہ بن عمرو کے بارے میں امام نسائی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے جبکہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے اس کے بارے میں بہت زیادہ احادیث کا انکار کیا ہے جس کو اس نے چبوترہ پر بیٹھ کر روایت کیا ہے اس نے کہا: «أستغفر الله العظيم و أتوب إليه منها» ''میں اللہ کی ذات سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو عظمت والی ذات ہے اور اللہ کی جانب اس سے توبہ کرتا ہوں'' اس پر اس نے کہا کہ آپ چبوترہ پر بیٹھیں اور لوگوں کو آگاہ کریں اس پر اس نے کہا: ''تم میری جانب سے لوگوں کو خبردار کرو''

بعد ازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو الحسن محمد بن احمد بن سہل الباہلی نے چوری کیا ہے اس نے اس حدیث کو وہب بن بقیہ سے بیان کیا اس نے سفیان بن عیینہ سے اس نے زہری سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۳۱۸) میں بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ زہری نے اپنے باپ سے ایک حرف بھی بیان نہیں کیا ہے جب کہ حدیث باطل ہے اس حدیث کے بارے میں اس ابو الحسن (راوی) کا ہاتھ ہے اس لئے کہ وہ حدیث کے متن اور اسناد کو وضع کیا کرتا تھا اور ضعیف حدیث سے چوری کیا کرتا تھا اور ان کو ثقہ رواۃ کی جانب منسوب کیا کرتا تھا۔

تنبیہ: شیخ عجلونی نے اس حدیث کو الکشف (۲/۲۷۷) میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا ہے اور نہ اس سے جس نے نقل کیا ہے وہ ابن حجر ہیتمی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عجلونی کا شمار ناقدین سے نہیں ہے وگرنہ اس قسم کی باطل حدیث اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بارے میں (ص ۸۵) پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ موضوع ہے اور اس نے ابن القیم (رحمہ اللہ) سے (ص ۱۰۹) میں نقل کیا ہے کہ موضوع حدیث کی علامات سے ہے کہ وہ فی نفسہ باطل ہوتی ہے، معلوم ہوا یہ کلام نبی ﷺ کا نہیں ہے، بعد ازاں اس نے چند احادیث کو ذکر کیا ان میں یہ بھی ہے اور ذکر کیا ہے کہ لعنت ہرگز صدقہ کے قائم مقام نہیں ہے۔

(۱۰۵) «مَنْ وَافَقَ مِنْ أَخِيهِ شَهْوَةً غَفَرَ اللهُ لَهُ»

ترجمہ: ''جو شخص اپنے بھائی کی چاہت کی موافقت کرتا ہے اللہ اس کو معاف فرما دیتے ہیں''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے عقیلی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۴۳۶، ۴۳۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابونعیم (رحمہ اللہ) نے اخبار اصبھان (۶۶/۲) میں نصر بن نجیح باہلی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر ابوحفص نے حدیث بیان کی اس نے زیاد النمیری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ نصر اور عمر دونوں راوی نقل کرنے کے لحاظ سے مجہول ہیں جب کہ حدیث محفوظ نہیں ہے، مزید برآں عقیلی (رحمہ اللہ) کے طریق سے ابن الجوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز اس نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس کی اسناد میں عمر (راوی) متروک ہے جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۱۱/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۸۷/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ بزار اور طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابوحفص (راوی) کو قوی قرار نہیں دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس قول میں بہت زیادہ تساہل ہے اس راوی میں شدید ضعف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ ابن خراش نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور وہ احادیث وضع کرتا تھا، مزید برآں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہو رہی ہے مزید اس میں ایک راوی متہم ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ آئے گا اس لحاظ سے تعاقب کا کچھ فائدہ نہیں

(۱۰۶) ((مَنْ اَطْعَمَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَهْوَتَهُ حَرَّمَهُ اللهُ النَّارَ))

ترجمہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو اس کی شہوت (یہاں شہوت سے مراد کسی انسان کی کوئی خواہش ہے) سے ہم کنار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام قرار دیتا ہے

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو شعب الایمان میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن عبدالسلام تک ذکر کی ہے اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں عبداللہ بن مخلد بن خالد تمیمی نے بتایا جو ابوعبید کا ساتھی ہے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) نے بتایا اس نے ہشام سے اس نے ابن سیرین سے اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ منکر ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت محمد بن عبدالسلام ہے جو ابن النعمان بھی کہلاتا ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ کذب بیانی کو جائز سمجھتا ہے،

میں کہتا ہوں: امام سیوطی نے اس حدیث کو اللآلی (۸۷/۲) میں ذکر کیا ہے وہ اس حدیث کا شاہد

ہے جو اس سے پہلے ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ دونوں موضوع ہیں اور ان دو احادیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰۷)((مَنْ لَذَّذَ أَخَاهُ بِمَا يَشْتَهِي كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ' وَمُحِيَ عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ' وَرُفِعَ لَهُ أَلْفُ أَلْفِ دَرَجَةٍ' وَأَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثَلَاثِ جَنَّاتٍ: جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ' وَجَنَّةِ عَدْنٍ' وَجَنَّةِ الْخُلْدِ))

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کو ایسی شہوت سے ہم کنار کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دس لاکھ ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو تین (3) جنات سے رزق عطا کرتا ہے جنت الفردوس، جنت عدن، جنت خلد مراد ہے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۱۱/۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ حدیث کو یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات میں ذکر کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کی اسناد کو معلوم نہیں کیا ہے جب کہ امام عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں ذکر کیا ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں داخل کیا ہے روایت محمد بن نعیم سے ہے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر سے جب کہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث باطل جھوٹ ہے اور اسی طرح المیزان اور اللسان میں ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اس قول ألف ألف حسنة تک ذکر کیا ہے بقیہ الفاظ کو ذکر نہیں کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۸۷/۲) میں اس کو ثابت رکھا ہے بعدازاں ابن عراق (رحمہ اللہ) نے تنزیہ الشریعہ (۲/۲۶۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ موفق الدین ابن قدامہ نے اس کو المنتخب (۱۰-۱۹۶-۱) میں ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) سے منقول ہے اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے باطل ہے۔

(۱۰۸)((كَانَ يَأْكُلُ الْعِنَبَ خَرْطًا)) ترجمہ: "آپ انگور جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکامل (۲/۲۸۰) میں اس سند کے ساتھ سلیمان بن ربیع سے ذکر کیا ہے اس نے کادح بن رحمہ سے اس نے بتایا کہ ہمیں حصین بن نمیر نے

آگاہ کیا اس نے حسین بن قیس سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے اس نے عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ کادح (راوی) اکثر جو روایات کرتا ہے وہ غیر محفوظ ہے اور اس کے اسانید ومتون میں متابعت نہیں ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ حسین کچھ راوی نہیں ہے اور کادح (راوی) کذاب ہے جب کہ سلیمان (راوی) کو دار قطنی (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بعد ازاں ابن جوزی نے اس حدیث کو عقیلی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ داؤد بن عبد الجبار ابو سلیمان کوفی سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہمیں جارود نے بتایا اس نے حبیب بن یسار سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا: کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ انگوروں کو اس کی شاخوں سے جھاڑ جھاڑ کر تناول کرتے تھے" امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ داؤد (راوی) ثقہ نہیں ہے، مزید برآں اس کی متابعت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابو بکر الشافعی (رحمہ اللہ) نے الفوائد (۱/۱۱۰) میں اور امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الکبیر (۲/۱۷۴/۳) میں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۱۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور وضاحت کی ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں دو طریق سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے جب کہ علامہ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ امام عراقی اور بیہقی (رحمہا اللہ) کا ضعیف قرار دینا اجمالی طور پر ہے اس میں تفصیل نہیں ہے اور ان دونوں سے پہلے لوگوں نے علت کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس لئے غلبہ مفصل کو مجمل پر حاصل ہوگا جبکہ داؤد (راوی) جس کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ کبھی کہا ہے کہ وہ جھوٹ کہا کرتا تھا تو اس جیسا راوی کادح کذاب کی حدیث کا شاہد کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لئے امام ذہبی اور عقیلی (رحمہما اللہ) نے اس کے قول کو ثابت رکھا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، چنانچہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عباس کی حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کرنا اس کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

(۱۰۹) ((عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ مِنْ أُمَّتِي الْخِيَاطَةُ وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النِّسَاءِ الْمِغْزَلُ))

ترجمہ: میری امت سے صالح لوگوں کا عمل پارچہ جات کی سلائی کا کام ہے اور میری امت کی عورتوں میں سے صالحہ خواتین کا کردار سوت کاتنا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۵۳) میں اور ابو نعیم نے (اخبار اصبھان (۱/۳۰۳) میں اور ابن عساکر نے (۱/۲۶۱/۱۵) میں ابو داؤد نخعی سلیمان بن عمرو سے اس نے ابی حازم سے اس نے سہل بن سعد سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن عدی نے کہا ہے اس حدیث کو سلیمان بن عمرو نے ابو حازم سے وضع کیا ہے جبکہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں تمام اور خطیب اور ابن عساکر کی روایت کے ساتھ سہل بن سعد سے منسوب کیا ہے۔

جبکہ تاریخ بغداد (۱۵/۹) میں ابو داؤد نخعی کے طریق سے ہے اور مناوی نے الجامع پر اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ اس کی تخریج کرنے والے خطیب نے اس کی تخریج کرتے ہوئے اس کو برقرار رکھا ہے جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس کی اسناد پر جرح کی ہے تعاقب کرتے ہوئے وضاحت کی ہے اس کا ایک راوی داؤد نخعی کذاب ہے احادیث وضع کرنے والا ہے بلکہ دجال قسم کا ہے مزید وضاحت کی ہے کہ یہ راوی تو بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ راوی کذاب دجال ہے جب کہ میزان الاعتدال میں امام احمد (رحمہ اللہ) سے منقول ہے یہ راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا اور یحییٰ سے منقول ہے کہ یہ راوی حد درجہ کذاب تھا بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

مزید برآں لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور مؤلف نے اس کا تعاقب نہیں کیا ہے البتہ تمام (راوی) کی حدیث کا ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ موسیٰ (راوی) متروک ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر اللآلی (۱۵۴/۲) میں کیا ہے اور اسی طرح اس کے فتاویٰ (۱۰۷/۲) میں ہے اور موسیٰ سے مقصود ابن ابراہیم مروزی ہے یحییٰ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے چنانچہ اس کی متابعت پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ابن عراق نے اس حدیث کو المعاملات فصل اول میں ذکر کیا ہے کتاب کا نام ہے تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ

(۲/۹۴) جب کہ یہ فصل ایسی ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں صراحت ہے کہ وہ اس میں ان روایات کو شامل کرے گا جن پر ابن جوزی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ کوئی مخالفت نہیں ہے اور ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قباحتوں سے ہمکنار کرے اس کا تذکرہ اس کذاب ابوداؤد کے ترجمہ میں ہے جبکہ اس کے احادیث سے ہے۔

(۱۱۰) «لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ»

ترجمہ: ''اگر کسی شخص کے دل میں خشوع جلوہ فرما ہے تو اسکے اعضاء میں بھی خشوع جلوہ فرما ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں حکیم کی روایت کے ساتھ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: شیخ زکریا الانصاری نے تفسیر بیضاوی کے حواشی (۲/۲۰۲) میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف کی شدت زیادہ ہے چنانچہ شارح مناوی کا قول ہے کہ النوادر میں اس حدیث کو صالح بن محمد سے اس نے سلیمان بن عمرو سے اس نے ابن عجلان سے اس نے مقبری سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا:

کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنی داڑھی کے ساتھ کھیل رہا ہے تو آپ نے وضاحت کی'' (اشارہ حدیث کی جانب ہے) زین عراقی نے شرح الترمذی، میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں سلیمان بن عمرو (راوی) وہ ابوداؤد نخعی ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے سوائے اس کے نہیں اس کا علم ابن المسیب سے معلوم ہوا ہے صاحب المغنی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ مشہور یہ ہے کہ یہ سعید کا قول ہے ابن ابی شیبہ نے اس کو المصنف میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں ایک راوی ایسا ہے جس کا نام معلوم نہیں ہے جب کہ اس کے لڑکے نے ذکر کیا ہے اس میں سلیمان بن عمر راوی کے ضعف پر اجماع ہے۔

اور زیلعی کا قول ہے کہ ابن عدی نے وضاحت کی ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ سلیمان بن عمر راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا، میں کہتا ہوں: عبداللہ بن مبارک نے اس حدیث کو کتاب الزهد (۱/۲۱۳) میں سعید پر موقوف روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہم کو معمر نے ایک شخص سے ذکر کیا ہے کہ یہ اسناد اس شخص کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ اسناد مرفوع ہونے کے اعتبار سے موضوع ہے اور موقوف ہونے کے اعتبار سے ضعیف ہے بلکہ مقطوع ہے۔

(۱۱۱) ((كَذَبَ النَّسَّابُونَ، قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا﴾))

ترجمہ: ''انساب کے اہل علم جھوٹ کہتے ہیں ارشاد ربانی ہے: ''ان کے درمیان کثرت کے ساتھ قرون ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع الصغیر میں ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت سے ابن عباس سے ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس میں ان الفاظ کو داخل کیا ہے کہ ابن عباس جب نسب بیان کرتے تو نسب بیان کرنے میں معد بن عدنان بن اُد سے تجاوز نہ کرتے بعد ازاں رک جاتے اور کہتے: نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں نیز اس نے آگاہ کیا کہ ابن سعد نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی نے دونوں مقام میں اس پر خاموشی اختیار کی ہے گویا کہ اس کو اسناد پر اطلاع نہ ہوسکی وگرنہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا جب کہ ابن سعد نے اس کو الطبقات (ج ا ق ا ص ۲۸) میں بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ ہشام نے ہمیں بتایا اس نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے بتایا اس نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس سے مکمل مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ہشام راوی محمد بن سائب کلبی کا بیٹا ہے نسب نامہ بیان کرنے والا مفسر شخص ہے جب کہ اس سے روایت ذکر کرنے کو چھوڑا گیا ہے جیسا کہ دارقطنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس کا باپ محمد بن السائب اس سے بھی برا ہے امام جوزجانی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ خود اس نے اپنی کذب بیانی کا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے صحیح اسناد کے ساتھ سفیان ثوری سے روایت کیا ہے اس نے کہا مجھ سے کلبی نے کہا جو کچھ میں تجھے ابو صالح سے بیان کروں وہ جھوٹ ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس کا مذہب دین اسلام میں واضح جھوٹ کہنا ہے اس کے وصف کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباس سے تفسیر روایت کرتا ہے جب کہ ابو صالح کی ابن عباس سے ملاقات نہیں ہے اور نہ ہی کلبی نے ابو صالح سے سنا ہے البتہ حرفاً حرفاً اس کا تذکرہ کتب میں درست نہیں ہے تو اس کو دلیل کیسے باور کیا جا سکتا ہے جب کہ اسی طریق سے امام ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے اس کو (تاریخ دمشق) (۲/۱۹۸، ۱/۱۹۷/۱) دمشق کے مخطوطہ ظاہریہ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۲) ((اَلْجَرَادُ نَثْرَةُ حُوْتٍ فِي الْبَحْرِ))

ترجمہ: مکڑی تو سمندر میں مچھلی کا چھینک لینا ہے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۲/۲۹۲) میں زیاد بن عبداللہ بن علاثہ سے اس نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جابر اور انس سے روایت کیا ہے کہ ((نبی ﷺ جب مکڑی پر بددعا کرتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ اس کے بڑے اور چھوٹے کو تباہ و برباد کر اس کے انڈوں کو خراب کر دیجئے اور اس کی نسل کو ختم کر دیں اور اس کے مونہہ کو ہماری معیشت اور رزق سے باز رکھ بلاشبہ تو پکار کو سننے والا ہے اور اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! تعجب ہے! آپ کیسے اللہ کے لشکروں میں سے کسی لشکر کے بارے میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کی نسل کشی ہو جائے تو آپ نے حدیث کے الفاظ پڑھ کر فرمائے))۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے موسیٰ بن محمد راوی تیمی مدنی منکر الحدیث ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی نے اس کی منکر احادیث سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے الموضوعات میں اس موسیٰ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کے بعد وضاحت کی ہے کہ روایت صحیح نہیں ہے موسیٰ (راوی) متروک ہے امام سیوطی نے اللآلی (۲/۲۳۳) میں اس کو ذکر کیا ہے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے صرف یہ کہا ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کے ساتھ اس کو الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے۔

بعد ازاں میں نے ابن قتیبہ کو دیکھا ہے اس نے اس کو غریب الحدیث (۳/۱۱۴) میں ابو خالد واسطی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے ایک شخص سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اسناد بہت کمزور ہے اس لئے کہ ابو خالد راوی عمرو بن خالد ہے جو متروک ہے جب کہ وکیع نے اس کو کذب بیانی کے ساتھ متہم کیا ہے، میں کہتا ہوں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا شمار اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۱۱۳) ((اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ)) ترجمہ: "تہمت کے مقامات سے خود کو بچاؤ"

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی نے اس کو الاحیاء (۳/۳۱) میں ذکر کیا ہے حافظ عراقی نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے اصل کو نہیں پایا ہے اور اسی طرح السبکی نے الطبقات (۴/ ۱۶۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱۴) ((مَنْ رَبّٰی صَبِیًّا حَتّٰی یَقُوْلَ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ لَمْ یُحَاسِبْهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ))

ترجمہ: ”جس شخص نے بچے کو پالا پوسا یہاں تک کہ اس نے لا إلـٰـه إلا الله کہہ دیا تو اللہ عزوجل اس کا محاسبہ نہیں کریں گے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخرائطی نے اس حدیث کو مکارم الاخلاق (ص ۷۵) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی نے (۲/۱۶۲) میں اور ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد (۲/۱۶۳/۱۰) میں ابوعمیر عبدالکبیر بن محمد بن عبداللہ سے انس کی اولاد سے اس نے سلیمان شاذ کونی سے اس نے بتایا کہ ہمیں عیسٰی بن یونس بتایا اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد موضوع ہے یہ عبدالکبیر راوی اور اس کا استاذ شاذ کونی دونوں جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم ہیں جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے ابن عدی کے طریق سے اس اسناد کے ساتھ عبدالکبیر سے اس نے بیان کیا ہے حدیث صحیح نہیں ہے، ابن عدی کا قول ہے شاید اس حدیث میں اصل مصیبت ابوعمرو راوی ہے اس نے بیان کیا کہ اس حدیث کو ابراہیم بن براء نے شاذ کونی سے روایت کیا ہے جب کہ ابراہیم باطل احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۹۱/۹۰/۲) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے وہ عبدالکبیر سے روایت کرتا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس حدیث کو خلعی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد ابوعلی حسن بن علی بن الحسن السریری الاعسم سے اس نے کہا ہے مجھے اشعث بن محمد کلاعی نے بتایا اس نے ذکر کیا ہمیں عیسٰی بن یونس نے بتایا پھر اس نے بتایا کہ (اشعث) راوی دونوں مقام میں دراصل اشعب ہے اور یہ معمولی سی خطا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ اشعث راوی اس اسناد میں ہی معروف ہے اور اسی وجہ سے اس کو میزان الاعتدال میں وارد کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا ہے کہ اس نے موضوع حدیث کو ذکر کیا ہے اس حدیث کی جانب اشارہ ہے، مزید برآں حافظ ابن حجر نے اس کو لسان المیزان میں برقرار رکھا ہے جب کہ ابراہیم بن براء کے حالات میں المیزان میں ہے کہ عقیلی نے بتایا

ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے باطل احادیث بیان کرتا تھا جب کہ ابن حبان نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث بیان کرتا تھا، بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ یہ راوی تو وہ شخص ہے جس نے شاذکونی سے اس نے دراوردی سے اسی طرح اس نے ہشام سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ پہلا شخص نہیں ہے جب کہ شاذکونی راوی تو ہلاکت کے ساتھ ہم کنار ہے البتہ ابن حبان نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ ان حفاظ ابن حبان، ابن عدی، ذہبی اور عسقلانی نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ اس حدیث کے بطلان پر دلیل قائم کی ہے کہ جن رواۃ نے ضعیف رواۃ سے روایت کی ہے وہ سبھی ضعیف اور مجہول راوی ہیں اس کے برعکس ہے جو سیوطی نے طرز عمل اختیار کیا ہے اس نے حدیث کی تقویت کا ارادہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک دوسری طریق سے مروی ہے جس میں اشعث راوی ہے جس کے بارے میں ذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے باعث متہم ہے پس آپ اس فرق پر غور کریں جو اس شخص کے درمیان ہے جو تنقید کرتا ہے اور جو جمع کرتا ہے مزید برآں امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں طبرانی اور ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی نے اس کا تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے ذہبی اور عسقلانی سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔

(۱۱۵) ((أَذِيبُوا طَعَامَكُمْ بِذِكْرِ اللهِ وَالصَّلَاةِ وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ فَتَقْسُوا قُلُوبُكُمْ))

ترجمہ: اپنے کھانے کو اللہ کے ذکر اور نماز کے ساتھ پگھلاؤ اور اس پر نیند نہ کرو کہ تمہارے دل سخت ہو جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن نصر نے اس حدیث کو قیام اللیل (ص ۱۹، ۲۰) میں ذکر کیا ہے اور عقیلی نے الضعفاء (ص ۵۷) میں اور ابن عدی نے الکامل (۲/۴۰) میں اور ابونعیم نے اخبار اصبہان (۹۶/۱) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۱۵۶ رقم ۴۸۲) میں بزیع ابی الخلیل کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے بتایا وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: یہ روایت موضوع ہے، عقیلی کا قول ہے کہ بزیع راوی کی متابعت نہیں ہے جب کہ ابن عدی نے اس کے بعد دوسری احادیث کو ذکر کیا ہے کہ یہ سب احادیث منکر ہیں ان میں سے کسی کی متابعت نہیں ہے جب کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کو متہم قرار دیا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ یہ ثقہ رواۃ سے موضوعات کو بیان کرتا ہے گویا کہ ان کو عمداً پیش کر رہا ہے اس نے

ہشام سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا مزید اللسان میں ہے برقانی نے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) سے ذکر کیا ہے کہ یہ راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے ہشام سے عجائبات کو ذکر کیا ہے اس نے انہیں باطل قرار دیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس کی ہر چیز باطل ہے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے کہ وہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے جبکہ ان کو ثقہ رواۃ سے ذکر کرتا ہے، ابن الجوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے ابن عدی کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے نیز اس کی روایت سے (۲/۱۳۷) میں ہے اصرم بن حوشب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن ابراہیم شیبانی نے بتایا اس نے اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کہ بزیع (راوی) متروک ہے اور اصرم (راوی) کذاب ہے امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ بزیع کے نام کے ساتھ معروف ہے شاید اصرم نے اس سے حدیث کو چوری کیا ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲/۲۵۴) میں کیا ہے اس کا قول ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو پہلے طریق کے ساتھ الاوسط میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور ابونعیم نے الطب میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس میں بزیع (راوی) متفرد ہے جب کہ وہ ضعیف راوی ہے اور ابن السنی نے اس کو دوسرے طریق سے الطب میں ذکر کیا ہے اور عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ تعاقب مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اور عراقی نے درست کہا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے آمین۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جھوٹی حدیث کے ساتھ زیادہ سعادت والے لوگ وہ ہیں جو پیٹ بھرنے والے ہیں اور رقص کرنے والے ہیں جو اپنے پیٹوں کو مختلف قسم کے کھانوں اور مشروبات کے ساتھ بھرتے ہیں بعد ازاں کھڑے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے ہاتھ کو پکڑتے ہیں ذکر الٰہی کرتے ہیں دائیں بائیں آگے پیچھے جھکاؤ کرتے ہیں خوبصورت اشعار کو عمدہ آوازوں کے ساتھ گنگناتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پیٹوں کی چربی پگھل جاتی ہیں اس کے ساتھ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں، اور کسی کہنے والے شاعر نے درست کہا ہے: ”جب لوگوں کو ہمارے دین کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ گانا وغیرہ ایسا انداز ہے جس کے پیچھے لگایا جاتا ہے اور ہر شخص گدھے کے

مانند کھائے اور اجتماع میں رقص کرے یہاں تک کہ وہ مستی میں زمین پر گر پڑے۔

اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کی محبت میں سرمست ہیں جبکہ لوگوں کو تو صرف شراب کے پیالے سرمست کرتے ہیں اسی طرح اگر چار پائے سیر ہو جائیں تو ان کو کھانے کی فراوانی اور سیرابی ڈانس پر آمادہ کرتی ہے، ہائے رے تعجب! انسانی عقلوں پر، کیا تم میں کوئی نہیں جو بدعات کا انکار کرنے والا ہے؟ ہماری مساجد کو نغموں کیساتھ ذلیل کیا جا رہا ہے جبکہ اس قسم نغمات سے گرجوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے''))۔

(۱۱۶) ((تَعَشُّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ، فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ))

ترجمہ: رات کو کھانا تناول کرو اگر چہ ردی کھجور ہتھیلی کے برابر میسر آئے اس لئے کہ رات کو کھانا تناول نہ کرنا بڑھاپے کو نمایاں کرتا ہے۔

تحقیق: حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو (۱۰۰/۳) اور قضاعی نے (۱/۶۳) میں عنبسہ بن عبدالرحمان قرشی کے طریق سے اس نے عبدالملک بن علاق سے اس نے انس ﷜ مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے نیز واضح کیا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف عنبسہ کے طریق سے جانتے ہیں جو فن حدیث میں ضعیف ہے اور عبدالملک بن علاق مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس عنبسہ راوی کے بارے میں ابوحاتم نے آگاہ کیا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی میزان میں ہے اور اس نے اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ایک ہے جب کہ ابونعیم نے اس حدیث کو الحلیة (۸/ ۲۱۴، ۲۱۵) میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے (۳۹۶/۳) میں عنبسہ بن عبدالرحمٰن کے طریق سے اس نے مسلم سے اسی طرح اس کو انس ﷜ سے روایت کیا ہے اور ابو محمد بن ابی حاتم نے العلل (۱۱/۲) میں ہے ہم پر ابوزرعۃ نے کتاب الاطعمہ کی قرأت کی وہ اس حدیث کی جانب پہنچا اس حدیث کو اسماعیل بن ابان وراق نے عنبسہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا اس نے علاق بن مسلم سے اسی طرح انس بن مالک سے کیا، ابوزرعہ نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے اور اس نے اس کی ہم پر قرأت نہیں کی ہے۔

بعد ازاں میں نے الکامل لابن عدی (۲/۲۳۲) کا مطالعہ کیا کہ اس حدیث کو ایک دوسری صورت میں عبدالرحمٰن بن مسہر بغدادی کے طریق سے اس نے عنبسہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے ابن انس سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع روایت کیا، اور اس نے واضح کیا کہ یہ ابن مسہر راوی جس قدر روایات بیان کرتا ہے اس کی متابعت نہیں ہے اور یہ حدیث شاید اس کی

جانب سے نہیں ہے یہ تو عنبسہ کی جانب سے ہے اس لئے کہ وہ ضعیف ہے جب کہ حدیث موسیٰ کی جانب سے محفوظ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: روایات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عنبسہ راوی اس حدیث کی اسناد میں اضطراب پیدا کر رہا ہے کبھی وہ عبدالملک بن علاق کہتا ہے جب کہ کبھی مسلم کہتا ہے اور اس کی نسبت بیان نہیں کرتا ہے اور کبھی علاق بن مسلم کہتا ہے اور کبھی موسیٰ بن عقبہ سے بیان کرتا ہے وہ ابن انس سے روایت کرتا ہے جب کہ یہ حدیث میں دوسرا ضعف ہے جو پایا جاتا ہے اور اس اسناد میں اضطراب ہے جب کہ علامہ صنعانی نے اس کو الاحادیث الموضوعہ (ص ۱۲) میں بیان کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ترمذی کی طریق سے نقل کیا ہے اور اس پر اپنے کلام کو نقل کیا ہے جب کہ اضافہ نہیں کیا ہے پس سیوطی (۲/۲۵۵) نے اس پر اپنے اس قول کے ساتھ تعاقب کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: جابر سے یہ حدیث مروی ہے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن عبداللہ الرقی نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن باباہ مخزومی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن میمون نے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر بن عبداللہ سے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ((تم رات کا کھانا نہ چھوڑو اگرچہ کھجور کی ایک ہتھیلی کے ساتھ ہو اس لئے کہ رات کا کھانا چھوڑنا بڑھاپے کو لاتا ہے)) اور میں نے انس کی حدیث کے ایک اور طریق کو پایا ہے ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی اسناد ابوالہیثم قرشی کے طریق سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس اسناد پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے ذہبی نے المیزان میں ذکر کیا ہے، ابوالہیثم القرشی نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابوالفتح ازدی نے کہا ہے: کہ وہ کذاب ہے اور اسی طرح اللسان میں ہے، جب کہ جابر کی حدیث ابن ماجہ (۲/۳۲۲) میں ذکر کردہ سند کے ساتھ موجود ہے جب کہ اسناد غایت درجہ ضعیف ہے۔

ابراہیم بن عبدالسلام راوی متروک راویوں میں سے ایک ہے جیسا کہ **تهذيب التهذيب** اور **لسان الميزان** میں ہے، ابن عدی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے نیز اس نے ذکر کیا ہے کہ میرے نزدیک وہ حدیث میں چوری کا ارتکاب کرتا تھا جب کہ عبداللہ بن میمون راوی اگرچہ اس سے مقصود القداح راوی ہے تو وہ متروک ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہے تو وہ مجہول ہے پہلی بات کو حافظ ابن

حجر نے التقریب میں راجح قرار دیا ہے اور دوسری بات کو امام مزی ۔ نے التھذیب میں ترجیح دی ہے اس نے واضح کیا ہے کہ القداح نے ابن المنکدر کو نہیں پایا ہے اگرچہ ابراہیم بن عبدالسلام اس کی روایت میں صادق راوی ہے۔

(۱۱۷) ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُكْثِرَ اللهُ خَيْرَ بَيْتِهِ فَلْيَتَوَضَّأْ إِذَا حَضَرَ غِذَاؤُهُ وَإِذَا رُفِعَ))

ترجمہ: ''جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں خیر و برکت کا مزید اضافہ کرے تو وہ صبح کا کھانا پیش کئے جانے پر اور اس کے اٹھائے جانے پر وضو کرے'' (مراد کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرے)۔

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۳۲۶۰) میں اور ابوالشیخ نے کتاب اخلاق النبی ﷺ و آدابہ (ص ۲۳۵) میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے الکامل (ق ۱/۲۵۷) میں اور ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد (ج ۱۰/۱۵۳/۲) میں کئی طرق کیساتھ کثیر بن مسلم سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی نے اس کو کثیر کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس نے اس کے بعد اس کی دوسری احادیث کو انس سے روایت کیا ہے جبکہ یہ روایات عام طور پر انس سے اکثر غیر محفوظ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس کثیر (راوی) کے ضعف پر محدثین نے اتفاق کیا ہے بلکہ امام نسائی نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ امام بوصیری نے الزوائد میں دوسری علت کے باعث معلول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے ذکر کیا ہے کہ جبارہ اور کثیر دونوں راوی ضعیف ہیں، جب کہ اس سے یہ بات رہ گئی ہے کہ جبارہ متفرد نہیں ہے اس کی متابعت موجود ہے جیسا کہ ہم نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس کے کئی طرق ہیں جب کہ ابن ابی حاتم کی العلل (۲۲/۱) میں ہے، ابوزرعہ نے کہا ہے: کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے اس کی قرأت سے روکا ہے لیکن اس کو سنا نہیں گیا اور اس مسئلہ میں مشہور اس کا ضعف ہے حدیث نمبر ۱۶۸ آگے آرہی ہے کہ ((کھانے کی برکت اس سے پہلے وضو کرنا اور اس کے بعد وضو کرنا ہے)) اس کی جانب مراجعت کریں۔

(۱۱۸) ((لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِشَيْءٍ)) ترجمہ: ''مردار کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرو''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن وہب نے اس کو اپنی مسند میں زمعہ بن صالح سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ زمعہ راوی پر گفتگو ہے اسی طرح نصب الرایہ (۱۲۲/۱) میں

ہے، میں کہتا ہوں: اور ابن وہب کے طریق سے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس کو شرح معانی الآثار (۱/ ۲۷) میں جابر سے اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا: کہ "ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اچانک آپ کی خدمت میں کچھ لوگ آئے انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ حقیقت ہے کہ ہماری کشتی ٹوٹ چکی ہے اور ہم نے ایک موٹی تازی مردار اونٹنی کو پایا ہے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ کشتی کو تیل لگائیں جب کہ کشتی لکڑی کی ہے اور وہ پانی میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے روک دیا"

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت: یہ زمعہ راوی ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے اور التلخیص (۱/ ۲۹۷) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری علت: ابوالزبیر کا لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کرتا ہے جبکہ وہ مدلس راوی ہے اور ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ شیخ سلیمان محمد بن عبدالوہاب (رحمہ اللہ) کے پوتے کا قول المقنع کے حاشیہ (۱/ ۲۰) میں ہے کہ دارقطنی نے اس حدیث کو عمدہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کا یہ قول درست نہیں ہے، علاوہ ازیں میں بہت زیادہ شک میں ہوں کہ اس حدیث کو دارقطنی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو سنن دارقطنی میں نہیں پایا ہے جب کہ مطلق طور پر نسبت سے مقصود یہی ہوتا ہے اور میں نے شیخ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے اس کو اس کی جانب منسوب کیا ہو۔

اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے جب اس کو التحقیق (1/15) میں ذکر کیا ہے تو اس کی نسبت کسی کی جانب نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے: کہ اس کو ہمارے اصحاب نے جابر کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اگر یہ حدیث دارقطنی میں ہوتی تو حسب عادت اس کی جانب نسبت کرتے البتہ موفق بن قدامہ نے اس کو المغنی (۱/ ۶۷) میں ذکر کیا ہے جو ابوبکر الشافعی کی تالیف ہے اس کی اسناد کے ساتھ ابوالزبیر سے اس نے جابر سے اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص (۱/ ۲۹۷) میں اس کو زمعہ کے طریق کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے، ابوبکر الشافعی نے اس حدیث کو الفوائد میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے شیخ موفق نے اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: آپ کو اس سے معلوم ہو چکا ہے جس کو میں نے موفق سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی ابوالزبیر کے طریق سے ہے اس نے جابر سے روایت کیا ہے اور آپ کو اس کی علت کا علم ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پس اسناد بہر حال ضعیف ہے، جبکہ میں نے ابوبکر الشافعی کی فوائد کی جانب مراجعت کی

ابن غیلان اس سے روایت کرتا ہے جبکہ میں نے اس حدیث کو نہیں پایا ہے البتہ نسخہ میں نقص ہے جو پہلی اور دوسری جز کی کچھ اوراق میں ہے جیسا کہ میں نے اس کی حدیث کی بارے میں دوسرے اجزا کی جانب مراجعت کی ہے تو مجھے اس پر اطلاع نہیں ہوسکی ہے، واللہ اعلم۔

البتہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے کہ ((تم مردار جانور کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو)) جبکہ اس کے اثبات میں علماء کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے البتہ ہمارے نزدیک ترجیح اس کی صحت کو حاصل ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تالیف ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل (رقم ۳۷) میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جب کہ اس کے درمیان اور اس ضعیف حدیث کے درمیان واضح فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس چمڑے اور پٹھے کے ساتھ خاص ہے جس کی دباغت نہیں ہوئی ہے ان دونوں سے فائدہ تب حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان دونوں کی دباغت ہو جائے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''جس چمڑے کو رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے'' جب کہ یہ حکم عام ہے بالوں، پشم، ہڈی، سینگ وغیرہ کو شامل ہے جب کہ اس مقام میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ فائدہ حاصل نہ کیا جائے البتہ یہ ضعیف حدیث ہے اور وہ دلیل نہیں ہے جب کہ اصل حکم اباحت (جواز) کا ہے اس سے دوسری جانب جایا جاسکتا ہے جبکہ نقل صحیح ہو لیکن نقل صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ: اس مقام میں اس مضمون کی حدیث ہے: ((اے ایمان دار عورتو! تم لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے کلمات کہتی رہو تم خود کو غفلت میں نہ ڈالو کہ تم کو رحمت سے فراموش کر دیا جائے گا)) بعد ازاں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ایک گواہ کو پایا کہ اس کا حکم مرفوع جیسا ہے تو مجھے اس جانب راہ نمائی حاصل ہوئی کہ اس مقام میں اس کو گواہ کے ساتھ ذکر کرنا نہیں چاہئے جب کہ میں نے اس کا تذکرہ اپنے بعض رسائل میں کیا ہے شائد وہ تعاقب پر رد ہے اور کاش کہ وہ لوگ جو ہمارے ہاں آتے ہیں وہ ہمیں اس طرح کے فائدہ سے آگاہ کریں تاکہ ہم راہ صواب کی جانب لوٹ آئیں اس کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کریں اور ان کی علمی حیثیت کا اعتراف کریں جب کہ معصوم تو صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

(۱۱۹) ((عِنْدَ اِتِّخَاذِ الْاَغْنِيَاءِ الدَّجَاجَ يَاْذَنُ اللّٰهُ بِهَلاكِ الْقُرٰى))

ترجمہ: ''جب مالدار لوگ مرغی کو پالنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے بارے میں حکم دے گا کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے''۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۴۸/۲) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۷۶) میں اور اس سے ابن عساکر نے (۱/۲۲۸/۱۲) میں عثمان بن عبدالرحمٰن کے طریق سے "ابن الاعرابی نے الحرانی کا اضافہ کیا ہے" اس نے کہا ہمیں علی بن عروہ نے حدیث سے آگاہ کیا اس نے مقبری سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا: کہ ((رسول اللہ ﷺ نے مال داروں کو حکم دیا کہ وہ بکریوں کی پرورش کریں جب کہ فقراء کو حکم دیا کہ وہ مرغیوں کی پرورش کریں))

علامہ سندھی نے ابن ماجہ کے حواشی میں تحریر کیا ہے اور الزوائد میں اس کی اسناد میں علی بن عروہ ہے جس کو محدثین نے متروک قرار دیا ہے، جب کہ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، مزید عثمان بن عبدالرحمٰن مجہول ہے جب کہ اس کے متن کو ابن جوزی نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی کا قول المیزان میں ہے کہ صالح جزرہ وغیرہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: الزوائد میں بوصیری کا قول ہے کہ عثمان بن عبدالرحمٰن مجہول ہے یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ راوی تو معروف ہے اور یہ راوی حرانی ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اپنی روایت میں اس کی وضاحت کی ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں اس کے حالات میں اس کو سچا قرار دیا ہے لیکن اس کی اکثر روایات ضعیف اور مجہول رواۃ سے ہیں اس وجہ سے وہ ضعیف ہے یہاں تک کہ ابن نمیر نے اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا ہے جبکہ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ ابن عدی کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ علی بن عروہ ابن جریج سے وہ عطا سے وہ ابن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے البتہ عند اتخاذ...... کا لفظ نہیں ہے پھر اس کو عقیلی کے طریق سے اسناد کے ساتھ غیاث بن ابراہیم کی جانب منسوب کیا ہے اس نے طلحہ بن عمرو سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے۔

بعد ازاں اس نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے کہ علی بن عروہ اور غیاث دونوں فن حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں، علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲۲۷/۲) میں کیا ہے اس نے کہا ہے کہ اس کا ایک اور طریق ہے، بعد ازاں اس نے ابن ماجہ کے طریق کو ذکر کیا ہے جس میں علی بن عروہ وضاع ہے اور اسی لئے ابن عراق نے (۱/۳۲۵) میں اس تعاقب کے ضعیف ہونے کی وضاحت کی ہے جب کہ حدیث عقیلی کی الضعفاء (۳۵۱) میں ابن عدی کی روایت کی مانند ہے اور اس

نے بیان کیا ہے کہ غیاث راوی کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور وہ ثقہ نہیں ہے نہ امانت دار ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے محدثین نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ اس کی متابعت ان لوگوں نے بھی کی ہے جو اس سے کم یا اس کے برابر ہیں۔

(۱۴۰) ((یَاحُمَیْرَاءُ مَنْ أَعْطَی نَارًا فَکَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِیْعِ مَانَضِجَتْ تِلْکَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطَی مِلْحًا فَکَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِیْعِ مَاطِیْبَ ذٰلِکَ الْمِلْحُ، وَمَنْ سَقٰی مُسْلِماً شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَیْثُ یُوْجَدُ اَلْمَاءُ فَکَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً، وَمَنْ سَقٰی مُسْلِماً شُرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَیْثُ لَا یُوْجَدُ، فَکَأَنَّمَا أَحْیَاهَا))

ترجمہ: ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا جس شخص نے کسی کو آگ کا عطیہ دیا گویا کہ اس نے ان سبھی چیزوں کا صدقہ کیا جن کو آگ نے پکایا اور جس شخص نے نمک دیا تو اس نے ان سب چیزوں کا صدقہ کیا جن کو نمک نے عمدہ بنایا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی پایا جاتا ہے تو گویا کہ اس نے گردن کو آزاد کیا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی موجود نہیں تو گویا کہ اس نے اس کو زندگی عطا کی،،

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۹۲/۲) میں علی بن غراب کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے زہیر بن مرزوق سے اس نے علی بن زید بن جدعان سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جس کو روک لینا جائز نہیں آپ نے فرمایا پانی' نمک' آگ ہیں اس نے بتایا: کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پانی کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہے لیکن نمک اور آگ کی افادیت کیا ہے آپ نے فرمایا اے حمیراء (آخر تک)“

اس کی اسناد ضعیف ہے، علی بن غراب مدلس ہے جب کہ اس نے لفظ عَنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زہیر بن مرزوق کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں، جب کہ امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث اور مجہول قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں ابن زہیر کے طریق سے روایت کیا ہے جیسا کہ

مجمع الزوائد (۴/۱۳۳) میں ہے نیز ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں دوسرے طریق سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کی آفت احمد بن محمد بن علی بن الحسین بن شقیق راوی ہے جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۲/۵۸) میں ابن ماجہ کے طریق سے اس کا تعاقب کیا ہے جب کہ اس میں یہ احمد (راوی) نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کا ایک تیسرا طریق معلوم کیا ہے جس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۲/۵۴) میں عبید بن واقد کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عرضی بن زیاد السدوسی سے اس نے عبد قیس کے شیخ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد بھی ضعیف ہے، عبید ضعیف ہے اور عرضی بن زیاد کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے ہیں جب کہ اس کا استاذ مجہول ہے اس کا نام معلوم نہیں۔

(۱۲۱) ((قَلَّ مَا يُوجَدُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دِرْهَمٌ مِّنْ حَلَالٍ، أَوْ أَخٌ يُوثَقُ بِهِ))

ترجمہ: ''آخری زمانے میں کم ہی حلال درہم دستیاب ہوگا یا ایسا بھائی جس پر اعتماد کیا جا سکے،،

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف یا موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو (۴/۹۴) میں محمد بن سعید الحرانی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابوفروۃ رہاوی نے خبر دی اس نے کہا ہمیں میرے والد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں محمد بن یعقوب الرقی نے خبر دی اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے محمد بن سعید الحرانی کے بارے میں امام نسائی نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں وہ کون ہے جب کہ ابوفروۃ رہاوی کا نام یزید بن محمد بن یزید بن سنان بن یزید ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس کے حالات (۴/۲/۲۸۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں جرح، تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے والد محمد بن یزید کے بارے میں ابن ابی حاتم نے بتایا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ کوئی مضبوط شخص نہ تھا اس میں تو اس کے والد سے بھی زیادہ غفلت پائی جاتی تھی باوجود اس کے کہ وہ صالح شخص تھا اس کا شمار ان لوگوں سے نہ تھا جو ٹاٹ کی مانند جمے رہتے تھے راست باز تھے۔

مزید برآں ان کی زندگی کا محور پردہ ڈالنا تھا وہ اس صلاحیت سے موصوف تھے جب کہ نفیلی اس کو پسند سمجھتا تھا اور امام بخاری کا قول ہے کہ وہ اپنے باپ سے منکر روایات کو بیان کرتا تھا، امام نسائی کا

قول ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے جب کہ محمد بن ایوب الرقی کے بارے میں ابن ابی حاتم نے (۱۹۷/۲/۴) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ضعیف حدیث کے ساتھ موصوف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی نے اس کے ساتھ اس کے حالات کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی دوسرا شخص ہے جو مالک سے باطل حدیث لاتا ہے اور اس سے زہیر بن عباد ذکر کرتا ہے بعد ازاں پانچ افراد کے تراجم کے بعد اس کے حالات کا اعادہ کیا ہے تو اس نے کہا محمد بن ایوب مالک بن انس سے بیان کرتا ہے ابن حبان کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا، بعد ازاں ابن حبان نے اس کی باطل حدیث کو جو ادیس کی فضیلت میں ہے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس ترجمہ کے بعد لسان المیزان میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن ایوب الرقی نے میمون بن مہران سے اور اس سے محمد بن یزید بن سنان نے روایت کیا امام ابو حاتم نے اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے جب کہ نباتی[1] نے اس کے درمیان اور اس شخص کے درمیان فرق کیا ہے جو مالک سے روایت کرتا ہے اور جو حقیقت بظاہر مجھے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہیں۔

(۱۲۲)((نَهٰى عَنِ الْغِنَاءِ، وَالْاِسْتِمَاعِ إِلَى الْغِنَاءِ، وَنَهٰى عَنِ الْغِيْبَةِ، وَعَنِ الْاِسْتِمَاعِ إِلَى الْغِيْبَةِ، وَعَنِ النَّمِيْمَةِ وَعَنِ الْاِسْتِمَاعِ إِلَى النَّمِيْمَةِ))

ترجمہ: ''گانے اور گانے کے سننے سے منع کیا ہے اور غیبت کرنے اور غیبت سننے سے روک دیا ہے اور چغلی کرنے اور اس کے سننے سے روک دیا ہے۔''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، خطیب نے اس کو اپنی تاریخ (۲۲۶/۸) میں اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں الگ الگ ذکر کیا ہے جیسا کہ المجمع (۹۱/۸) میں ہے اور ابو نعیم نے (۹۴/۴) میں لیکن گانے کا ذکر نہیں ہے یہ سبھی فرات بن السائب کے طریق سے اس نے میمون بن مہران سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس فرات راوی کے بارے میں نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ منکر الحدیث کہا ہے، امام احمد نے کہا ہے: کہ وہ محمد بن طحان کے قریب ہے جس [illegible] اس کو بھی متہم کیا جاتا ہے۔

[1] وہ احمد بن محمد بن مفرج اشبیلی وہ ابن رومی سے معروف ہے وہ فن حدیث اور فن رجال میں امام بارع ہے اس کی کتاب الحافل ضخیم ہے اور یہ ابن عدی کی الکامل کے ذیل میں ہے اس نے ۶۳۷ھ کو وفات پائی

میں کہتا ہوں: یہ طحان راوی ابن زیاد بکری ہے احمد اور اس کے سوا نے اس کو کذاب کہا ہے اس سے مروی کچھ احادیث (حدیث نمبر ۱۶-۱۹) پہلے گذر چکی ہے آپ وہاں ملاحظہ کریں اور اس پر یہ فرات راوی امام احمد کے نزدیک متہم ہے جب کہ عراقی نے اس حدیث کو تخریج الاحیاء (۱۲۷/۳) میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو ضعیف کہا ہے، علامہ ہیثمی نے بتایا ہے کہ اس کی اسناد میں فرات بن سائب متروک ہے،

جب کہ چغلی اور غیبت کی حرمت کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں جو اس ضعیف حدیث سے بے پرواہی کی جانب لے جاتی ہیں آپ اگر چاہتے ہیں تو الترغیب (۲۹۶/۳، ۳۰۳) کا مطالعہ کریں جب کہ ہر قسم کا گانا حرام نہیں ہے بلکہ وہ گانا حرام ہے جس میں رخسار اور شراب اور پہلو کا ذکر ہو اس قسم کا گانا قطعاً حرام ہے اور جو ان سے خالی ہوں ان میں اکثر مکروہ ہیں البتہ گانے وغیرہ کے آلات تو بہر حال حرام ہیں، ارشاد نبوی ہے: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شرم گاہ، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے'' اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، جب کہ ابوداود (۱۷۴/۲) نے اس کو صحیح اسناد[1] کے ساتھ موصول ذکر کیا ہے۔

(۱۲۳) ((إِنَّ اللهَ يَسْأَلُ عَنْ صُحْبَةِ سَاعَةٍ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے بارے میں بھی دریافت کرے گا''

تحقیق: یہ حدیث اسی طرح زبان پر مشہور ہے جب کہ میں اس کو اس لفظ کے ساتھ معلوم نہیں کرتا ہوں جب کہ وہ اس حدیث کے مفہوم میں ہے جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

(۱۲۴) ((مَا مِنْ صَاحِبٍ يَصْحَبُ صَاحِباً وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ إِلَّا سُئِلَ عَنْ صُحْبَتِهِ هَلْ أَقَامَ فِيهَا حَقَّ اللهِ أَمْ أَضَاعَهُ؟))

ترجمہ: ''جو شخص بھی کسی دوسرے شخص کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اگرچہ دن میں ایک ساعت ہو تو لازماً اس سے اس کی رفاقت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، کہ کیا اس نے اس میں اللہ کے حق کو ادا کیا یا اس کو ضائع کیا؟''

[1] امام ابن حزم نے اس کو بغیر دلیل کے ضعیف کہا ہے اس پر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو شائع کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں میں نے اس حدیث کو بیان کیا اور ابن حزم کے ضعیف کہنے پر کلام کی ہے اور اس کی صحت کو سلسلة الاحادیث الصحیحة حدیث نمبر ۹۰ میں بیان کیا ہے پس جو شخص چاہے اس کی طرف رجوع کرے

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۲/۱۵۴) میں اس کی نسبت یقین کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے الفاظ یہ ہیں: کہ ”نبی ﷺ ایک جنگل میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو مسواکیں حاصل کیں ایک مسواک ٹیڑھی تھی جب کہ دوسری سیدھی تھی آپ نے درست مسواک اپنے ساتھی کو عطا کی اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! درست مسواک کے تو آپ مجھ سے زیادہ حقدار تھے تو آپ نے فرمایا:“

پھر اس حدیث کو ذکر کیا، حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ مجھے اس کے اصل کا علم نہیں ہے اسی طرح امام سبکی نے الطبقات (۴/۱۵۶) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مجھے اس کا اصل معلوم ہوا ہے البتہ وہ بناوٹی ہے اس لئے کہ وہ روایت احمد بن محمد بن عمر بن یونس الیمامی سے ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں (۱/۱/۷۱) ذکر کیا ہے، میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں سوال کیا اس نے کہا وہ ہمارے پاس آیا اور وہ جھوٹا انسان تھا اور میں نے اس سے تحریر کیا ہے، جب کہ میں اس سے بیان نہیں کرتا ہوں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں المیزان سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس نے عمر بن یونس سے یعنی اپنے دادا سے اس نے اپنے باپ سے سنا جو حمزہ بن عبداللہ بن رہے اس نے اپنے باپ سے بیان کیا: کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک جنگل میں داخل ہوئے آپ نے وہاں سے دو مسواکیں حاصل کیں ایک ان میں سے سیدھی تھی“ اس نے اس حدیث کو مکمل ذکر کیا ہے البتہ اس نے کہا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی رفیق کے ساتھ اگرچہ ایک ساعت رفاقت کرتا ہے تو اس سے اس کی مصاحبت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔

(۱۲۵) «سُوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ، وَسُوْءُ الظَّنِّ خَطِيْئَةٌ تَفُوْحُ»

ترجمہ: ”بداخلاقی ایسا گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا اور بدظنی ایسی غلطی ہے جو مہکتی رہتی ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے، جبکہ اس حدیث کو امام غزالی (رحمہ اللہ) نے (۳/۴۵) میں ذکر کیا ہے اس حدیث کی نسبت جزم کے ساتھ نبی ﷺ کی جانب کی ہے جب کہ ہوسکتا ہے کہ جدید انداز سے اس پر اس حدیث کا باطل ہونا مخفی ہو پس مجھے معلوم نہیں کہ کس طرح اس پر فقہی انداز سے اس

حدیث کا باطل ہونا مخفی رہا ہو جبکہ حدیث مکمل طور پر ارشاد ربانی کے معارض ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾
"بلاشبہ اللہ معاف نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے البتہ شرک کے سوا کو اللہ معاف کر دیتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے"

اور شاید اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو احادیث کے روایت کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں اور احادیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کرتے ہیں وہ اس کی صحت کو محدثین کے طریق پر نہیں جانچتے ہیں اللہ پاک محدثین کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین جب کہ اس حدیث کو امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات (۱۶۲/۴) میں ان احادیث کی فصل میں ذکر کیا ہے جن کی اسناد کو معلوم نہیں کیا ہے جو کہ احیاء العلوم میں ہیں البتہ حافظ عراقی نے اس استشہاد کے لئے اس حدیث کی تخریج کی ہے جس کا آنے والی حدیث میں ذکر ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۶) ((مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَهُ تَوْبَةٌ، إِلَّا صَاحِبَ سُوْءِ الْخُلُقِ، فَإِنَّهُ لَا يَتُوْبُ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا عَادَ فِيْ شَرٍّ مِّنْهُ))

ترجمہ: "کوئی گناہ نہیں ہے مگر اس کی توبہ ہے البتہ بداخلاق شخص وہ کسی گناہ سے تائب نہیں ہوتا مگر اس سے برے گناہ میں لوٹ آتا ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص ۱۱۴) میں ذکر کیا ہے عمرو بن جمیع کے طریق سے اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم التیمی سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید انصاری سے عمرو کے سوا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اس اسناد کے ساتھ ہی مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث موضوع ہے جب کہ اس عمرو راوی کے بارے میں نقاش نے وضاحت کی ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث موضوع ہیں جب کہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور ابن عدی کا قول ہے کہ وہ حدیث وضع کرنے میں متہم ہے جب کہ آپ اس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کا قول تخریج الاحیاء (۴۵/۳) میں اس کے بعد ہے کہ اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے مزید برآں اس کی اسناد ضعیف ہے جب کہ موضوع روایت ضعیف کی اقسام سے ہے جیسا کہ یہ

حقیقت اصطلاح میں ثابت ہے حافظ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۲۵/۸) میں ذکر کیا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں عمرو بن جمیع راوی کذاب ہے۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع میں ابوالفتح صابونی کی روایت کے ساتھ الاربعین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے جب کہ اس پر دو انداز سے اعتراض ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کو اس کتاب میں روایت کرنا سیوطی کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو ایک جھوٹے آدمی اکیلے نے بیان کیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو صرف صابونی کی طرف منسوب کرنا اس سے وہم لازم آتا ہے کہ باقی مشہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث موجود نہیں ہے، پھر اس حدیث کو عراقی نے بھی روایت کیا ہے یہ شاہد ہے اس حدیث کی جو اس سے پہلے ہے اور وہ حدیث دو امور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، اول یہ کہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جو قابل عفو نہیں ہے، دوم یہ کہ اس میں ذکر نہیں ہے کہ بدظنی ایسی غلطی ہے جس سے غلطی کی مہک آتی ہے اس نے پہلی حدیث کو مکمل کیا ہے۔

(۱۲۷) ((صَلَاةٌ بِعَمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ. إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَيَشْهَدُوْنَ الْجُمُعَةَ مُعْتَمِّيْنَ وَلَا يَزَالُوْنَ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ))

ترجمہ: ” پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے جب کہ جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر جمعہ کے برابر ہے یہ حقیقت ہے کہ فرشتے جمعہ کی نماز پگڑی باندھ کر شریک ہوتے ہیں اور ہمیشہ پگڑی والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن النجار نے اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن مہدی مروزی تک پہنچایا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہمیں ابو بشر بن سیار الرقی نے بیان کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عباس بن کثیر الرقی نے بیان کیا اس نے یزید بن حبیب سے اس نے کہا ہے کہ مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ”میں سالم بن عبداللہ بن عمر کے ہاں گیا جب کہ وہ پگڑی باندھ رہا تھا اس نے مجھے مخاطب کیا اے ابو ایوب! کیا میں تجھے ایسی حدیث سے آگاہ نہ کروں جس کو تو محبوب باور کرے گا اور اس کو نقل کرے گا میں نے عرض کیا ضرور! اس نے بتایا: میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا جب کہ وہ سر پر پگڑی باندھ رہا تھا اس

نے کہا اے میرے بیٹے! میں پگڑی باندھنے کو پسند کرتا ہوں اے میرے بیٹے! آپ بھی پگڑی باندھیں اس سے جلال رونما ہوتا ہے، مزید برآں عزت وتوقیر کا عمل ہے اور جب بھی شیطان تجھے دیکھے گا وہ بھاگ جائیگا" بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا:" پھر اس نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۲۴۴/۳) میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا الغرباء میں ذکر نہیں دیکھا ہے جو ابن یونس کی ہے بلکہ اس کی ذیل میں بھی تذکرہ نہیں پایا ہے جو ابن الطحان کی ہے جب کہ ابو بشر بن سیار کو ابو احمد الحاکم نے الکنی میں ذکر نہیں کیا ہے جب کہ میں نے محمد بن مہدی المروزی کو معلوم نہیں کیا ہے اور مہدی بن میمون کو بھی اس حدیث کیلئے جس کو سالم سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس سے مقصود بصری راوی نہیں ہے جس کی روایات بخاری، مسلم میں ہیں جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس آفت کا ورود کہاں سے ہے۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۱۱۰) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور ابن عراق (۲/۱۵۹) اس کے پیچھے چلا ہے، بعد ازاں علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عساکر نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں عیسیٰ بن یونس کے طریق سے ذکر کیا ہے جب کہ دیلمی نے سفیان بن زیاد مخرمی سے ان دونوں نے عباس بن کثیر سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) اس سے غافل ہوئے اور اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ابن عساکر کی روایت سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں جب کہ امام مناوی نے اپنی شرح میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور سخاوی نے اس کو نقل کیا اور اس کو پسند قرار دیا، میں کہتا ہوں: اگر مناوی نے اس کا تعاقب کیا ہے اس پر جس کو سیوطی نے الذیل میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے کہ جب امام سخاوی (رحمہ اللہ) کا کلام جس کی جانب المقاصد (ص ۱۲۴) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جب کہ ملا علی قاری نے اپنی موضوعات (ص ۵۱) میں منوفی (اس سے مقصود ابو الحسن علی بن محمد مصری شاذلی (م ۹۳۹ھ) ہے جو فقہاء مالکیہ میں سے ہیں) سے اس کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، بعد ازاں ملا علی قاری نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے التزام کیا ہے کہ اس نے اس میں موضوع حدیث کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ عجلونی نے اس کا مثل النجم میں نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ تعاقب غلط ہے اس کا بیان کرنا ہی اس کا زیادہ رد کرنے سے کفایت کرتا ہے جب کہ ان کے پاس اس کا علم پہنچا ہے کہ انہوں نے امام سیوطی کے علم کے بارے میں حسن ظن کیا ہے جب کہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ الجامع الصغیر میں ہے مقصود موضوع احادیث ہیں جن کے بارے میں اس نے الجامع کے سوا میں بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ احادیث موضوع ہیں جیسا کہ یہ اور دیگر احادیث ہیں تو آپ ایسے شخص ہوں جو حق کو رواۃ کے ساتھ نہیں پہچانتے بلکہ حق کو زیادہ پہچاننے والے وہ ہیں جو رواۃ کو پہچانتے ہیں جو کچھ گزر چکا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس میں کسی کام کی فضیلت کو مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جب کہ عقل سلیم اس کی گواہی دینے پر آمادہ نہیں ہو پاتی اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کی تضعیف ہوتی جبکہ اس کی اسناد میں متہم شخص نہیں ہے پس جب آپ نے اس کی حقیقت کو معلوم کر لیا ہے تو آپ کیلئے ممکن ہے کہ آپ اس حدیث کے حکم سے آگاہ ہوں گے جو اس کے بعد ہے یہ زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۲۸) ((رَكْعَتَانِ بِعَمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلاَ عِمَامَةٍ))

ترجمہ: ''پگڑی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرنا ستر رکعات سے بہتر ہے جو بلا پگڑی کے ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو دیلمی کی روایت کے ساتھ جو مسند الفردوس میں ہے الجامع الصغیر میں جابر سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کے لئے لائق تھا کہ اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ میں شامل کرتے جیسا کہ اس حدیث کے ساتھ طرز عمل اختیار کیا گیا ہے جو اس سے پہلے ہے اس لئے کہ وہ حدیث پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنے کی فضیلت میں زیادہ مبالغہ آرائی ہے تو اس پر موضوع ہونے کا فیصلہ کرنا زیادہ بہتر ہے آپ غور سے سمجھیں۔

جب کہ امام مناوی شرح الجامع میں تحریر کرتے ہیں کہ جابر سے اس حدیث کو بھی ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور اس کے طریق سے اس کو دیلمی نے اس سے لیا ہے اگر وہ اس کو اصل کی جانب نسبت کرتے تو زیادہ بہتر تھا مزید برآں اس میں طارق بن عبدالرحمٰن کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اس نے محمد بن عجلان سے ذکر کیا ہے بخاری نے اس کو الضعفاء میں ذکر کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کو کمزور حافظہ والا کہا ہے اسی لئے سخاوی نے کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن عجلان راوی ثقہ ہے اور اس کی احادیث حسن ہیں اس جیسے شخص کی حدیث کو معلول قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ طارق بن عبدالرحمٰن دو الگ الگ راوی ہیں ایک البجلی الکوفی ہے جو سعید بن مسیب کے مثل سے بیان کرتا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے اور بخاری، مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ دوسرا قرشی حجازی ہے وہ علاء بن عبدالرحمٰن اور اس کے مثل سے روایت کرتا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ تو پہچانا نہیں جاتا ہے نسائی کا قول ہے: کہ وہ قوی نہیں ہے پس ظاہر ہی مقصود ہے اور پہلا مراد نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کے طبقہ میں ہے جب کہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے۔

پس شاید یہی حدیث کی علت ہے وگرنہ وہ راوی جو اس سے نیچے ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں حدیث کی اسناد پر اطلاع نہیں پا سکا ہوں تاکہ میں اس پر غور وفکر کرتا جب کہ امام مناوی نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو البغیۃ فی ترتیب احادیث الحلیۃ میں نہیں پایا ہے یہ کتاب شیخ محمد بن صدیق الغماری کی ہے، فاللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے حافظ ابن رجب (رحمہ اللہ) کی تحریر میں ملاحظہ کیا جو ترمذی کی شرح (۲/۸۳) میں ہے، اصل عبارت ملاحظہ کریں کہ امام احمد بن حنبل سے شیخ نصیبی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو محمد بن نعیم کے ساتھ معروف ہے اس سے کہا گیا کہ اس نے سہیل سے کچھ بیان کیا ہے اس نے اپنے والد سے بیان کیا اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے کہ "پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا بلا پگڑی کے ستر نمازوں سے افضل ہے" انہوں نے کہا یہ کذاب ہے باطل ہے۔

(۱۲۹) ((اَلصَّلَاۃُ فِی الْعَمَامَۃِ تَعْدِلُ بِعَشَرَۃِ آلَافِ حَسَنَۃٍ))

ترجمہ: "پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (ص ۱۱۱) میں دیلمی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابان راوی تک وہ انس سے مرفوع روایت کرتا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ابان راوی متہم ہے جبکہ ابن عراق تنزیہ الشریعۃ (۲/۲۵۷) میں اس کے پیچھے چلا ہے، میں کہتا ہوں: اور حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد (ص ۱۲۴) میں اپنے استاذ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی متابعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام منوفی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری کی الموضوعات (ص ۵۹) میں ہے، میرے نزدیک اس حدیث

کے باطل ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اسی طرح اس سے پہلے جو حدیث ذکر ہوئی ہے۔

ظاہر ہے کہ شارع علیہ (السلام) جو حکمت کے ساتھ موصوف ہیں وہ سبھی معاملات کو درست ترازو کے ساتھ وزن کرتے ہیں پس یہ حقیقت ہرگز غیر معقول نہیں ہے کہ پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے والے شخص کو جماعت کی نماز کے اجر کے برابر کیا جائے بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ فرق ہے پگڑی سر پر باندھنے کے حکم میں اور باجماعت نماز ادا کرنے میں ظاہر ہے کہ سر پر پگڑی کو پہننا ایسا عمل ہے جس کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ راجح یہ ہے کہ اس کا شمار عادات کی سنن سے ہے عبادات کی سنن سے نہیں ہے۔

البتہ نماز باجماعت ادا کرنا کم از کم اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے جب کہ بعض نے اس کو رکن قرار دیا ہے اس کے بغیر نماز کی ادائیگی صحیح نہیں ہے درست بات یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کے چھوڑنے پر نماز صحیح ہوجاتی ہے البتہ سخت قسم کا گناہ ہے پس اس شخص کے لئے کیسے لائق ہے جو حکیم ہے علم سے آشنا ہے کہ اس کے ثواب کو پگڑی پہن کر نماز ادا کرنے کے برابر قرار دے بلکہ بغیر پگڑی کے نماز ادا کرنا کئی درجات کم ہے۔

اور شاید کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس معنیٰ کا ملاحظہ کیا ہے جب اس نے حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے جب کہ اس قسم کی احادیث سیئہ کے آثار اور اس کی غلط توجیہات کے باعث ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں جب وہ نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اپنے سر پر پگڑی باندھتے ہیں یا رومال باندھتے ہیں تاکہ ان کو ان کے خیال کے مطابق اس طرح کا ثواب حاصل ہو جس کا ذکر ہوا ہے حالانکہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا ہے جس کے باعث ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہو۔

جب کہ عجائبات سے ہے کہ آپ ان میں سے کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں جو داڑھی کے منڈوانے کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان میں ان کے تساہل کے سبب کون سا نقص آدھمکا ہے جب کہ انہیں اس تساہل کا خیال تک نہیں آتا ہے البتہ پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا یہ ایسا عمل ہے جو ان کے ہاں معمولی نہیں ہے۔

جب کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ جب ایک ایسا شخص جس کے چہرے پر داڑھی ہے آگے ہوکر نماز کی امامت کراتا ہے تو اس کو اس وقت تک پسند نہیں کرتے جب تک کہ وہ پگڑی سر پر نہیں باندھتا ہے اور جب پگڑی والا شخص امامت کراتا ہے اگرچہ وہ گناہ گار کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس نے داڑھی کو منڈوا رکھا ہے تو ان کو اس سے گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس امام کو متہم باور کرتے ہیں گویا کہ انہوں نے اللہ پاک کی شریعت کو الٹا کردیا جب انہوں نے حرام کردہ چیز کو مباح گردانا بلکہ واجب باور کیا، یا اس کو جو

کے قریب کردیا۔

جب کہ پگڑی سر پر باندھنے کو اگر فضیلت حاصل ہے تو اس سے مقصود وہ پگڑی ہے جس کے باعث مسلمان شخص اپنے معمولات میں زینت اختیار کرتا ہے اور پگڑی زیب تن کرنے کے باعث وہ دیگر رفقاء سے متمیز ہوتا ہے جب کہ اس سے مقصود وہ پگڑی نہیں جس کو عاریۃً حاصل کیا گیا ہے تا کہ اس کو پہن کر چند لمحات میں نماز کی ادائیگی کر سکے تو وہ ابھی فارغ ہونے کے قریب نہیں ہوتا ہے کہ نہایت تیزی کے ساتھ اس کو سر سے اتار کر اپنی جیب کے حوالہ کر دیتا ہے۔

جبکہ مسلمان شخص نماز کی ادائیگی کے علاوہ بھی پگڑی کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لئے کہ پگڑی کی ضرورت بہت زیادہ ہے اس لئے کہ پگڑی تو مسلمان کا شعار ہے جو اس کو کافر سے الگ کرتی ہے بالخصوص اس دور میں جس میں ایمان دار کی بود و باش رہن سہن کافر کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہے یہاں تک مشکل ہو چکا ہے کہ مسلمان سلام کہنے کو عام کرے اس شخص کو جس کو وہ پہچانتا ہے اور جس کو نہیں پہچانتا ہے

آپ غور فرمائیں کہ شیطان نے کس طرح ان کو اس پگڑی سے محروم کر دیا ہے جو افادیت کی حامل ہے اس پگڑی کی جانب جس کو ایجاد کیا گیا ہے اور ان کے لئے آراستہ کر دیا ہے کہ یہی صورت کافی ہے اسی طرح داڑھی کے چھوڑنے سے روک دیا ہے جو مسلمان کو کافر سے متمیز کرتی ہے جب کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو''

یہ اس شخص کی مثال نہیں ہے جو نماز کے وقت عاریۃً پگڑی باندھتا ہے مگر اس شخص جیسی ہے جو عاریۃً داڑھی زیب تن کرتا ہے جب نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور اگر ہم ان داڑھیوں کا مشاہدہ نہیں کرتے ہیں جو ہمارے ملک میں عاریۃً ہیں تو میرے خیال میں کچھ بعید نہیں کہ ایک دن ان کا مشاہدہ ضرور کروں گا اس لئے مسلمان کثرت کیساتھ یورپین لوگوں کی تقلید کر رہے ہیں چنانچہ میں نے جریدۃ العلم (شمارہ نمبر ۴۲۸۵) ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۶۳ھ میں اس کی وضاحت کی ہے، لندن میں جب گرمی کا حملہ شدت اختیار کر جاتا ہے تو مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوتا ہے اس مجلس میں شوریٰ کا رئیس ان کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی مستعار داڑھیوں کو اتار دیں یہ مقام عبرت ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۱۳۰) ((إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يُعَذِّبُ حِسَانَ الْوُجُوهِ سُودَ الْحَدَقِ))

ترجمہ: ''یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلاء نہیں کرے گا جن کے چہرے خوبصورت ہیں ان کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دیلمی (رحمہ اللہ) نے اس کو ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابن جبیر بن منصور نے اس نے جعفر بن محمد الحسین الابہری سے اور علی بن احمد الحروری سے اس نے جعفر بن احمد دقاق سے اس نے عبدالملک بن محمد الرقاشی سے اس نے عمرو بن مرزوق سے اس نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۱/۱۱۳-۱۱۴) میں اس کے کلام کے قریب اس حدیث پر بیان کیا ہے جو اس کے بعد آ رہی ہے گویا کہ اس کو بطور گواہ کے چلایا ہے اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے تو میں نے محسوس کیا کہ میں اس کے بارے میں کلام کروں اور اس کی علت کو واضح کروں بالخصوص جبکہ مجھ سے اس کا تقاضا اس شخص نے کیا جو میرے بہت زیادہ قریب تھا

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت الرقاشی راوی ہے اور وہ جو اس کے نیچے ہیں سبھی مجہول ہیں میں نے ان کا تذکرہ کسی رجال کی کتاب میں نہیں پایا ہے سوائے الرقاشی کے جبکہ اس کا شمار ابن ماجہ کے رجال سے ہے اور اس کے حالات نہایت وضاحت کے ساتھ تہذیب التہذیب (۶/۴۱۹-۴۲۱) اور تاریخ بغداد (۱۰/۴۲۵-۴۲۷) میں کیا ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہ سچا راوی ہے لیکن اس کے حافظہ میں اختلاط ہو گیا جب وہ بغداد میں آیا تو اس کی غلطیاں اسانید اور متون میں زیادہ ہیں، پس یہ حدیث اس کی ان روایات سے ہے جو مخلوط ہیں وگرنہ یہ حدیث ان مجہول لوگوں میں سے کسی کا وضع کردہ ہے اور مجھے ہرگز شک نہیں کہ یہ حدیث باطل ہے جبکہ یہ حدیث انکے معارض ہے جو شریعت میں وارد ہیں اس لئے کہ بدلہ تو کسب اور عمل پر ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے

:﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ﴾

”جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا تو وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کریگا وہ اس کو دیکھ لے گا“

البتہ اس پر نہیں جس کو اس نے نہیں کیا ہے نیز اس میں جس میں انسان کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ خوبصورتی اور بدصورتی ہے اسی جانب اشارہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اجسام اور تمہاری صورتوں کی جانب نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی جانب دیکھتا ہے“

اس کو صحیح مسلم (۸/۱۱) نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی مثل وہ حدیث بھی باطل ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۳۱) ((عَلَيْكُمْ بِالْوُجُوْهِ الْمِلَاحِ وَالْحَدَقِ السُّوْدِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِ أَنْ يُّعَذِّبَ وَجْهًا مَلِيْحًا بِالنَّارِ))

ترجمہ: ''تم خوبصورت چہروں اور سیاہی مائل آنکھوں کو اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرم کرتے ہیں کہ وہ کسی خوبصورت چہرے کو دوزخ کے عذاب میں مبتلاء کرے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل آفت حسن بن علی بن زکریا العدوی ہے سیوطی نے اللآلی (۱۱۳/۱) میں کہا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کرنے والے مشہور وضاعین میں سے ایک تھا، ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے (ص ۱۱۰) میں کہا ہے کہ ''اس حدیث کو وضع کرنے والے خبیث پر اللہ کی لعنت ہو''

پھر میں نے اس حدیث کے دوسرے طریق کو معلوم کیا لاحق بن محمد نے اپنی کتاب شیوخہ (۲/۱/۱۱۴) میں کہا کہ ہمیں ابو مسعود نے خبر دی اس نے کہا ہمیں لاحق بن حسین مقدسی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن عبداللہ بن ابی درۃ القاضی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں محمد بن طلحہ العروقی نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں ابراہیم بن سلیمان الزیات نے خبر دی اس نے بتایا ہمیں شعبہ نے خبر دی اس نے توبہ عنبری سے اس نے انس بن مالک سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی طرح کی ہے جس طرح کی پہلی حدیث ہے یا اس سے بھی زیادہ شر انگیز ہے اور اس حدیث میں متعدد علتیں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) الزیات کے بارے میں ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے (۲) عروقی راوی اور اس سے روایت کرنے والا محمد القاضی دونوں کو میں نہیں جانتا (۳) لاحق راوی ہی اس حدیث میں اصل آفت ہے اس لئے کہ وہ کذاب اور وضاع ہے، حافظ ادریسی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے اور بہتان طراز ہے وہ ثقہ راویوں سے احادیث وضع کرتا ہے اس سے بڑا کذاب اور جھوٹا ہم نے اپنے دور میں کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

امام شیرازی (رحمہ اللہ) نے الالقاب میں کہا ہے: ہمیں ابو عمر لاحق بن حسین بن ابی الورد نے خبر دی پس اس نے اس موضوع اور ظاہری طور پر اس جھوٹی خبر کو ذکر کیا اور اس کے متن علیکم بالوجوہ الملاح ...... کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: اور عدوی کذاب کی احادیث میں سے ایک حدیث آگے بھی آرہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۲) ((اَلنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْقَبِيحِ يُورِثُ الْكَلَحَ))

ترجمہ: ''خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے سے آنکھیں زیادہ روشن ہو جاتی ہیں اور برے

چہرے کی طرف دیکھنے سے تنگی اور بدصورتی کا وارث بن جاتا ہے "

تحقیق: حدیث موضوع ہے، الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو (۲۲۶/۳) میں حسن بن علی بن زکریا بصری کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں بشر بن معاذ نے بتایا اس نے کہا ہمیں بشر بن فضل نے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابی الجوزاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے، نیز اس روایت کو محمد بن محمد بن احمد بن عثمان طرازی نے روایت کیا ہے اس نے حسن بن علی بن زکریا سے دوسری اسناد کے ساتھ انس سے مرفوع روایت کیا ہے لیکن اس روایت میں طرازی نے غلطی کی ہے جب کہ اس نے منکر اور باطل روایات کو ذکر کیا ہے جب کہ درست یہ ہے کہ یہ روایت حسن بن زکریا سے ہے جیسا کہ خطیب نے کہا ہے اور اسی حسن راوی کے بارے میں امام ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: اس کی اکثر احادیث موضوع ہیں سوائے چند احادیث کے اور ہم اس کو متہم قرار دیتے ہیں بلکہ یقین کرتے ہیں کہ اس نے ان کو وضع کیا ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے: شاید اس نے ثقہ رواۃ سے موضوعات کو ذکر کیا ہے جو ایک ہزار سے زائد ہیں اور اس کی مثل حدیث ملاحظہ کریں۔

(۱۳۳) ((اَلنَّظْرُ اِلَى الْوَجْهِ الْمَرْأَةِ الْحَسْنَاءِ وَالْخَضِرَةِ يَزِيْدَانِ فِي الْبَصَرِ))

ترجمہ: " یہ خوبصورت عورت کے چہرے کی جانب اور سبزہ کی جانب دیکھنا دونوں آنکھوں کی بصارت میں اضافہ کرتی ہیں "

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابونعیم نے الحلیۃ (۲۰۱/۳-۲۰۲) میں احمد بن حسین انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام مکی نے اس نے کہا ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد نے اس نے اپنے والد سے اس نے جابر سے مرفوع روایت کی، اس ابراہیم کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے اور اسی طرح اس کے حالات بھی معلوم نہیں جس سے احمد بن حسین روایت کر رہے ہیں جب کہ اس کی متابعت محمد بن یعقوب نے ابی الشیخ سے التاریخ (۲۳۶) میں کی ہے، البتہ اس نے کہا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن سلام مکی نے حدیث بیان کی نیز اس کی متابعت محمد بن احمد قاضی البورانی نے کی ہے، اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن حبیب بن سلام نے اس کی خبر دی، اس حدیث کو ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۱۶/۱) میں ذکر کیا ہے اور بورانی نے اس کو ترجمۃ الخطیب (۲۹۵/۱) میں روایت کیا ہے نیز اس نے دارقطنی سے روایت کیا ہے البتہ اس نے اس میں کہا ہے کہ اس راوی میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ وہ

ضعیف قسم کے شیوخ سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ ابراہیم جو بورانی کے شیخ ہیں اس حدیث میں ان شیوخ سے شمار ہوتے ہیں جو ضعیف ہیں اس لئے وہ شخص اس حدیث کی آفت ہے جبکہ مناوی نے فیض القدیر میں ذکر کیا ہے کہ ذہبی نے المیزان میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: کہ صغانی نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة (ص ۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن قیم نے کہا ہے یہ اور اس جیسی احادیث بد دین اور زندیق لوگوں کی وضع کردہ ہیں، میں کہتا ہوں: ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے البتہ الفاظ اور ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۴) ((ثَلاَثَةٌ يَزِدْنَ فِي قُوَّةِ الْبَصَرِ: اَلنَّظْرُ إِلَى الْخَضِرَةِ، وَإِلَى الْمَاءِ الْجَارِيْ، وَإِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ))

ترجمہ: ”تین چیزیں بصارت میں اضافہ کرتی ہیں سبزہ کی جانب دیکھنا، جاری پانی کی جانب دیکھنا، اور خوبصورت چہرے کی جانب دیکھنا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے وہب بن وہب القرشی کے طریق سے اس نے جعفر بن محمد صادق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علی بن حسین سے اس نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ وہب راوی کذاب ہے اور سیوطی نے اللآلی (۱/۱۱۵-۱۱۷) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کے دیگر طرق ہیں جو حدیث کو درجہ وضع سے بلند کر دیتے ہیں، بعد ازاں اس حدیث کو ابن عمر ﷜ بریدہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور جابر ﷜ سے روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے اور ابو سعید خدری ﷜ اور ابن عباس ﷜ سے موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سبھی طرق میں ضعیف یا مجہول یا متہم راوی ہیں ان کی وضاحت سے کلام میں طوالت رونما ہو جائے گی اس لئے اشارہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جب کہ اس حدیث اور دیگر احادیث جو کہ معنیٰ میں ایک جیسی ہیں ان پر موضوع ہونے کا حکم لگانا معنیٰ کے لحاظ سے ہے اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے چنانچہ ابن قیم کا قول ہے: فصل: اور ہم چند امور پر خبردار کر رہے ہیں جن کے ذریعہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے، بعد ازاں اس مقام میں نہایت قیمتی فصلوں کا ذکر ہے کہ ان کو اس سے شیخ ملا علی قاری نے الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے۔

فصل: ان کلی امور میں یہ بھی ہے کہ حدیث انبیاء کرام کے کلام کے مشابہ نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کے کلام کے مشابہ بھی نہیں جیسا کہ یہ حدیث ہے جب کہ یہ کلام ایسا ہے جس سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، حسن بصری، امام احمد اور امام مالک (رحمہم اللہ) کا مقام اونچا ہے جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کے درمیان تعارض نہیں ہے یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے جبکہ متن کے لحاظ سے موضوع ہے اس کی بعض مثالیں گزر چکی ہیں۔

(۱۳۵) ((إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَدِّقُوا وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تُصَدِّقُوا، وَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ))

ترجمہ: ”یہ جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کرو اور جب تم کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی عادت میں تبدیلی آ گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو بلاشبہ وہ شخص اس جانب جا رہا ہے جس پر اس کی جبلت ہوتی تھی “

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام احمد (رحمہ اللہ) نے اس حدیث (۶/ ۴۴۳) کو زہری کے طریق سے روایت کیا ابولدرداء نے بیان کیا کہ ایک بار کا ذکر ہے: کہ ”ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ہم مذاکرہ کر رہے تھے کہ کیا ہوگا؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:“ اس حدیث کی اسناد منقطع ہے امام مناوی کا شرح الجامع الصغیر میں قول ہے: ہیثمی نے کہا ہے کہ اس روایت کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، البتہ زہری نے ابوالدرداء کو نہیں پایا ہے جب کہ سخاوی (رحمہ اللہ) نے حدیث کو منقطع قرار دیا ہے اور وہ اسی کے ساتھ پہچانا جاتا ہے جب کہ اس میں مؤلف کا اشارہ اس کی صحت کی جانب ہے۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ شیخ عجلونی سے دھوکہ کیا گیا ہے اس اشارہ کے باعث جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جب کہ اس نے الکشف (۱/ ۸۷) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد (رحمہ اللہ) نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کا معاملہ عجیب ہے کہ اس نے ایک دوسرے مقام (۱/ ۸۲) میں احمد کی روایت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اس کو صحیح قرار نہیں دیا ہے اس کے بعد اس نے اس کو تیسری جگہ (۱/ ۲۵۹) میں ذکر کیا ہے اور المقاصد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے جب کہ اس حدیث سے انسان کے مجبور ہونے کی بو آ رہی ہے۔

مزید برآں مسلمان شخص اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کا مالک نہیں ہے جب کہ اس کو اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے اور اس وقت ان تین احادیث کو بیان کرنا لازمی ہے جن میں اچھے اخلاق کے اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''میں جنت کے بلند درجہ میں اس شخص کے لئے ضمانت دیتا ہوں جس کا خلق اچھا ہے'' (ابوداؤد (۲/۲۸۸) ابوداؤد کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس باب میں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۳۶) ((مَنْ حَدَّثَ حَدِيثًا فَعَطِسَ عِنْدَهُ فَهُوَ حَقٌّ))

ترجمہ: ''جس شخص نے کوئی حدیث بیان کی تو اس شخص کے پاس چھینک لی گئی تو وہ حدیث درست ہے''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، تمام نے اس حدیث کو الفوائد (۲/۱۴۸) میں اور اسی طرح امام ترمذی، ابو یعلیٰ اور طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں اور ابن شاہین نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحیٰی سے اس نے ابی الزناد سے اس نے الاعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن شاہین کے طریق سے ذکر کیا ہے، لہذا ان اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے معاویہ اسناد میں اکیلا اور وہ کچھ چیز نہیں ہے، جب کہ اس کی متابعت عبداللہ بن جعفر مدینی نے کی ہے اس نے ابو علی سے اس نے ابی الزناد سے روایت کی ہے جب کہ عبداللہ راوی متروک ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس اللآلیء (۲/۲۸۶) میں اس کا تعاقب ان احادیث کیساتھ کیا ہے ان میں کچھ مرفوع اور کچھ موقوف ہیں، مزید برآں ان احادیث میں سے بعض مطلق طور پر چھینک مارنے کی فضیلت کو نمایاں کر رہی ہیں اگر وہ صحیح بھی ہیں تب بھی ان میں شاہد کہلانے کی صلاحیت نہیں ہے البتہ امام نووی کا قول اس کے اپنے فتاویٰ (ص۳۶-۳۷) میں ہے اس نے اس کو ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی اسناد عمدہ بہتر ہے اس کے سبھی رواۃ بقیہ بن ولید کے سوا ثقہ اچھے حافظے والے ہیں البتہ بقیہ بن ولید راوی کے بارے میں اختلاف ہے جب کہ اکثر ائمہ اور حفاظ اس کی ان روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں جو شامی رواۃ سے ہیں جبکہ وہ اس حدیث کو معاویہ بن یحیٰی شامی سے روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کے اوہام سے ہے (اللہ اس پر رحم فرمائے) ظاہر ہے کہ بقیہ راوی مدلس قرار پائے

جانے کے ساتھ معروف ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو معاویہ سے لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر ائمہ نے کہا ہے جب وہ نبا اور انبانا سے کہے تو وہ ثقہ ہے جب کہ ایک سے زائد اہل علم نے اس کو مدلس قرار دیا ہے کہ جب وہ لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کرے تو حجت نہیں ہے، اسی لئے مسہر (راوی) نے کہا ہے کہ بقیہ کی احادیث صاف نہیں ہیں آپ ان سے بچاؤ اختیار کریں، امام ذہبی نے اس کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ بقیہ راوی غریب اور منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بقیہ کی کیفیت کی وضاحت ہے وگرنہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام سے ظاہر ہے جو الآلــــی میں ہے کہ وہ اس روایت کے بیان کرنے میں معاویہ سے متفرد نہیں. ہے جب کہ حدیث کی علت یہی معاویہ ہے اس لئے کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے کوئی چیز نہیں اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے امام حاکم ابو احمد (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس سے معقل بن زیاد وہ زہری سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جو موضوع احادیث کے مشابہ ہیں جب کہ امام ساجی نے اس کو غایت درجہ ضعیف حدیث والا قرار دیا ہے اور اسی طرح دیگر بھی ائمہ کے اقوال ہیں جو اس کو ضعیف قرار دینے میں متفق ہیں ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس کی توثیق کی ہو۔

پس آپ غور کریں کہ امام نووی (رحمہ اللہ) کس طرح حدیث کی حقیقی علت سے پھر گئے او بقیہ کی جانب سے مدافعت کر رہے ہیں حالانکہ کسی شخص نے اس حدیث کو اس پر محمول نہیں کیا ہے چنانچہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ امام نووی نے وہم کیا ہے تو جائز نہ تھا کہ وہ یحیٰی کو ثقاہت اور مضبوطی کے ساتھ موصوف کرتے جب کہ معلوم ہے کہ وہ اس کی تضعیف پر متفق ہے، مزید برآں اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو منکر قرار دیا ہے جیسا کہ المناوی میں ہے اور امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۵۹/۸) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں روایت کیا ہے اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ سے اسی اسناد اور ابو یعلیٰ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس کی اسناد میں معاویہ بن یحیٰی الصدفی ضعیف ہے۔

جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۳۴۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو داؤد بن رشید نے بقیہ سے اس نے معاویہ بن یحیٰی سے ذکر کیا ہے اس نے ابو الزناد سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے: کہ "جو شخص کوئی حدیث بیان کرے تو

اسکے پاس اسے چھینک آ جائے تو وہ حدیث درست ہے" تو میرے والد نے کہا یہ حدیث تو کذب بیانی ہے، تو اس جیسے امام جس کا شمار ناقدین سے ہوتا ہے تو اس کی گواہی کے بعد یہ حدیث جھوٹی ہے، ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا جو سہل انگاری کا ذہن رکھتے ہیں کہ وہ کوشاں ہوں کہ اس حدیث کی اسناد کو موضوع ہونے سے تحفظ عطا کیا جائے اس کو ضعیف یا حسن کے درجہ پر رکھا جائے اس لئے کہ اس قسم کی مساعی حدیث کے قواعد کیساتھ کسی طرح بھی متفق نہیں ہوسکتی جبکہ کس قدر بہترین قول وہ ہے جو ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس قول کو اس سے شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے الموضوعات (ص ۱۰۶-۱۰۷) میں ذکر کیا ہے

اس حدیث کو اگر چہ بعض لوگوں نے اس کی اسناد کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے جب کہ عالمانہ حس اس کے موضوع ہونے پر گواہی دے رہی ہے جب کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھینک مارنا اور جھوٹ کہنا ان دونوں کا اپنا اپنا عمل ہے اور اگر ایک لاکھ افراد بھی کسی حدیث کے بیان کے وقت جس کو نبی ﷺ سے نقل کیا گیا ہے چھینک ماریں تو چھینک مارنے کے بعد اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگر چہ اس کے پاس ایک آدمی کی گواہی کے ساتھ انہوں نے چھینک لگائی ہے تو اس حدیث پر صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب کہ اس کا تعاقب اس کے علاوہ زرکشی نے بھی اس سے پہلے کیا ہے، مزید برآں ان دونوں کے علاوہ نے بھی کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جب صحیح ہے اور عقل اس کا انکار نہیں کرتی ہے تو اس کو قبولیت سے ہم کنار کرنا ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد کہاں صحیح ہے جب کہ اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جن کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے اور امام ابو حاتم گواہی دیتے ہیں کہ اس کی یہ حدیث کذب بیانی ہے، مزید برآں عقل بھی اس کا انکار کرتی ہے جیسا کہ ابن قیم کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ہر اس حدیث نبوی کو حق اور درست قرار دیا جائے جس پر چھینک کا ظہور ہو کہ وہ بالکل درست ہے اگر چہ ائمہ حدیث کے نزدیک وہ جھوٹ اور ملمع سازی کا کرشمہ کیوں نہ ہو اور یہ ایسی بات ہے میرے خیال میں جس کا کوئی شخص قائل نہیں۔

(۱۳۷) ((أَصْدَقُ الْحَدِيثِ مَا عُطِسَ عِنْدَهُ))

ترجمہ: "جس حدیث کے بیان کے وقت چھینک آئے وہ حدیث بالکل درست صحیح ہے "

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۵۹/۸) میں انس کی حدیث سے اس کا ذکر کیا ہے بعد ازاں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اپنے شیخ جعفر بن محمد

بن ماجہ رحمہ اللہ بیان کیا ہے جب کہ میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں اور عمارۃ بن زاذان راوی کو ابوزرعہ اور ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ اس میں ضعف ہے اور اس کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں: اس عمارہ (راوی) کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ ثابت سے وہ انس سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ یہ حدیث اس کی روایت سے ہے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، واللہ اعلم، جب کہ حدیث کے باطل ہونے پر معنیٰ کے لحاظ سے اس سے پہلے حدیث میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اب دوبارہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۸) ((ثَلَاثٌ يَفْرَحُ بِهِنَّ الْبَدَنُ وَيَرْبُو عَلَيْهَا: اَلطِّيْبُ، وَالثَّوْبُ اللَّيِّنُ وَشُرْبُ الْعَسَلِ))

ترجمہ: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن کے باعث جسم کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور جسم میں فراخی ہوتی ہے، خوشبو، نرم و نازک لباس، شہد پینا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو (۲۴۰/۶) میں طبرانی کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ محمد بن روح القتیری سے اس نے کہا ہمیں یونس بن ہارون ازدی نے بتایا اس نے مالک بن انس سے (اصل میں حدثنا ابی عن مالک بن انس ہے اور یہ غلط ہے) اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور ابونعیم نے کہا ہے حدیث غریب ہے اس کو مالک نے اپنے باپ سے بیان کیا اس حدیث میں القتیری راوی متفرد ہے (جو اصل میں دونوں جگہوں میں قشیری ہے دراصل تبدیلی ہوگئی۔

میں کہتا ہوں: یہ قتیری قاف کے فتحہ کے ساتھ اور اس کے بعد تا ہے ابن ماکولا (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ضبط کیا ہے جب کہ ابن السمعانی میں تصحیف ہے اس نے اس کو قنبری ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ نسبت قنبر کی جانب ہے جو علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن یونس نے بھی اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں اور اس کے شیخ کے بارے میں جو یونس بن ہارون ہے دونوں کو ضعیف کہا ہے، جب کہ اس نے غرائب مالک میں کہا ہے کہ یہ حدیث مالک سے صحیح نہیں ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے یونس بن ہارون کے حالات ذکر کیے ہیں کہ اس نے عجیب باتوں کو بیان کیا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں، بعدازاں اس کی اس حدیث کو قتیری کے طریق سے روایت کیا ہے بعدازاں اس نے بیان کیا ہے

کہ اس حدیث کو مالک سے یونس کے علاوہ نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱۳۹)((أَشْقَى الْأَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

ترجمہ: ''سبھی بدبخت لوگوں سے زیادہ بدنصیب وہ شخص ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں فقیر رہا ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ،امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳۲۲/۴) میں اور طبرانی نے الاوسط میں اور قضاعی نے خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک دمشقی کے طریق سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے ابی سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، میں کہتا ہوں: ان دونوں کا وہم ہے جو حد سے گزرا ہوا ہے جب کہ خالد راوی کے بارے میں امام احمد نے کہا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور ابن ابی الحواری نے کہا ہے کہ میں نے ابن معین (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ملک شام میں ایک کتاب ہے ضروری ہے کہ اسے زمین میں دفن کیا جائے اس سے مقصود خالد بن یزید بن ابی مالک کی کتاب الدیات ہے وہ اپنے باپ پر کذب بیانی سے باز نہیں آیا بلکہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی کذب بیانی کی ہے احمد بن ابی الحواری کا قول ہے کہ میں نے اس کتاب کو خالد سے سنا بعد ازاں میں نے یہ کتاب عطار کو دی اس نے لوگوں کو عطا کر دی اس کتاب میں کچھ ضروری باتیں ہیں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۳۵۹/۲/۱) میں کہا۔ ہے کہ میرے والد سے اس خالد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ اس حدیث کو طبرانی نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد (۲۷۶/۱۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں احمد بن طاہر حرملہ کذاب ہے۔

اس حدیث کا ایک تیسرا طریق بھی ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲۷۸/۲) کہا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا اور اس نے ہمیں حرملہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد الغافقی ابومسعود سے اس نے ہشام سے اس نے حسن سے اس نے ابوسعید خدری سے مرفوع ذکر کیا، میرے باپ (ابو حاتم (رحمہ اللہ)) نے بتایا یہ حدیث باطل ہے جب کہ ماضی راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں اور اس کے مثل الجرح والتعدیل (۲۴۲/۱/۴) میں ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے، نیز اس نے وضاحت کی کہ اس سے ابن وہب کے سوا نے ذکر نہیں کیا

ہے، جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ابو سعید بن الاعرابی نے المعجم (۲/۱/۹۹) میں دوسرے طریق سے ابن وہب سے اس نے کہا مجھے ماضی بن محمد نے ہشام بن حسام سے اس نے حسن سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے اس حدیث کو ابو سعید سے روایت کیا ہے جب کہ اس کا ایک چوتھا طریق بھی ہے وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گا ((اللھم توفنی الیک فقیراً)) ''اے اللہ مجھے اپنی جانب فوت فرمائیں تیرا محتاج ہوں'' جب کہ پانچواں طریق وہ ہے جس کو القضاعی (رحمہ اللہ) نے (۱/۹۴) میں محمد بن یزید سنانی سے اس نے اپنے والد سے اس نے عطاء سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یزید بن سنان اور اس کا بیٹا محمد ہے وہ تو اپنے باپ سے بھی زیادہ ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع میں طبرانی کی روایت سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس پر مناوی نے کلام کی ہے جس کو اس نے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے جب کہ میں نے اس کا کچھ حصہ ابھی ابھی بیان کیا ہے بعد ازاں امام مناوی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: نہایت عجیب بات ہے کہ اس نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے جب کہ حدیث کو مکمل طور پر مصنف کے مسودہ میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، جب کہ ماضی کی احادیث میں سے ہے۔

(۱۴۰) ((اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ)) ترجمہ: ''زنا کا فعل فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے قضاعی نے اس حدیث کو مسند الشهاب (۲/۷) میں احمد بن عبدالرحمٰن بن اخی وہب سے اس نے کہا مجھے میرے چچا نے بتایا اس نے کہا مجھے الماضی بن محمد نے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر ﷺ سے مرفوع بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس حدیث میں دو علتیں ہیں: پہلی علت: لیث بن ابی سلیم کا ضعیف ہونا ہے۔

دوسری علت: الماضی بن محمد کا مجہول ہونا منکر الحدیث ہونا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں قضاعی اور بیہقی کی روایت کے ساتھ ابن عمر سے روایت کیا ہے جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے الترغیب (۳/۱۹۰) میں کہا ہے کہ اس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں الماضی بن محمد ہے، میں کہتا ہوں: وہ منکر الحدیث ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس کی احادیث منکر ہیں ان میں یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۱/۴۱۰-۴۱۱) میں ذکر کیا ہے میں نے

اپنے باپ سے سنا ہے اور اس نے ہمیں حرملہ سے بیان کیا اس نے ابن وہب سے اس نے ماضی بن محمد سے اس نے ہشام سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پس اس حدیث کا ذکر کیا، میرے باپ نے آگاہ کیا کہ یہ حدیث باطل ہے میں اس کو نہیں جانتا ہوں، پھر مجھے اس کا دوسرا طریق ملا کہ ابوبکر کلاباذی نے مفتاح المعانی (۲/۳۵۹) میں بیان کیا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں قاسم بن عباد نے اس نے کہا ہمیں احمد بن حرب نے اس نے حسان سے اس نے اسماعیل سے اس نے اس کو لیث سے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: حدیث کی علت لیث میں بند ہو کر رہ گئی ہے جبکہ اصل میں شاید یہ حدیث موقوف ہے لیث راوی نے وہم کیا اس کو مرفوع بنا دیا جبکہ ابن حبان نے الثقات (۲/۲۹۵) میں مکحول شامی کے طریق سے روایت کیا مجھے مخاطب کر کے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے مکحول! تو نے خود کو زنا سے بچانا ہے یہ حقیقت ہے کہ زنا فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے'' اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے لیکن وہ بھی کمزور ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۴۱) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّهُ فِيهِ سِتُّ خِصَالٍ ثَلَاثًا فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثًا فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ، وَيُورِثُ الْفَقْرَ، وَيَنْقُصُ الرِّزْقَ، وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ: فَإِنَّهُ يُورِثُ سَخَطَ الرَّبِّ، وَسُوءَ الْحِسَابِ وَالْخُلُودَ فِي النَّارِ))

ترجمہ: ''تم خود کو زنا سے تحفظ عطا کرو بلاشبہ اس میں چھ خصلتیں ہیں تین دنیوی ہیں جب کہ تین اخروی ہیں دنیوی یہ کہ (۱) زندگی کی بہار ورونق ختم ہو جاتی ہے (۲) زنا کا فعل فقر وفاقہ کو جنم دیتا ہے (۳) رزق میں کمی آ جاتی ہے، جب کہ آخرت کی یہ ہیں کہ (۱) اس سے اللہ کی ناراضگی جنم لیتی ہے (۲) اور شدید محاسبہ ہوگا (۳) اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہوگا ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی نے اس حدیث کو (۲۰/ ۲۳) میں اور ابو نعیم نے (۴/۱۱۱) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے اعمش سے اس نے شقیق سے اس نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث اعمش سے غیر محفوظ ہے اور منکر ہے جبکہ ابونعیم نے اس کو غریب کہا ہے کہ یہ حدیث اعمش سے ہے اس میں مسلمہ متفرد ہے اور وہ حدیث میں ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے بلکہ امام حاکم نے کہا ہے: کہ اس نے اوزاعی اور زبیدی سے منکر موضوع روایات ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جبکہ ایک دوسری روایت کے بارے میں ابو حاتم نے

کہا ہے کہ وہ باطل ہے موضوع ہے اور عنقریب اس کا ذکر حدیث نمبر (۱۴۵) میں ہوگا ان شاءاللہ۔

جبکہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابونعیم کے طریق سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ مسلمہ راوی متروک ہے جبکہ اس کی متابعت ابان بن نہشل نے کی ہے اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے اعمش سے اس کو روایت کیا ہے جبکہ ابان (راوی) غایت درجہ منکر الحدیث ہے حافظ ابن حبان نے کہا ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جبکہ امام سیوطی نے اللآلی (۲/ ۱۹۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس سبب سے کہ اس نے اس حدیث کو ابونعیم سے نقل کیا ہے اس میں مسلمہ کو ضعیف قرار دینے پر انحصار کیا ہے، مزید برآں امام بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسکی اسناد ضعیف ہے مسلمہ (راوی) متروک ہے جبکہ ابوعبدالرحمٰن کوفی راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ابوعبدالرحمٰن ابن جوزی کی روایت میں واقع ہوا ہے وہ مسلمہ اور اعمش کے درمیان ہے جب کہ الحلیة میں یہ نہیں ہے بلکہ المیزان میں بھی حدیث کی اسناد نہیں ہے، فاللہ اعلم۔

بعدازاں میں نے اس حدیث کا شاہد امالی الشریف ابی القاسم الحسینی (۱/۵۵) میں ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد میں یہ ابوعبدالرحمٰن کوفی راوی ہے بعد ازاں میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا جو اعمش سے ہے الواحدی نے اس کو الوسیط (۱/۱۰۰/۳) میں معاویہ بن یحییٰ کے طریق سے اس نے سلیمان سے اس نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ معاویہ الصدفی غایت درجہ ضعیف ہے، نسائی نے کہا ہے: کہ وہ ثقہ نہیں ہے، بلکہ اس کو ایک روایت اور اس کے سوا میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، اور یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا تعاقب جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ بیہقی کا کلام اور اسی طرح ابو نعیم کا کلام بھی وہ اس لحاظ سے واضح نہیں ہے کہ حدیث موضوع نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا معارضہ ابن جوزی کے حکم کے ساتھ ہے کہ اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ ہم نے کئی بار آپ کو آگاہ کیا ہے کہ موضوع حدیث ضعیف حدیث کی انواع سے ہے آپ آگاہ رہیں جب کہ یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

(۱۴۲) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّ فِي الزِّنَا سِتَّ خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ فِي الْآخِرَةِ، فَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي دَارِ الدُّنْيَا فَذِهَابُ نُورِ الْوَجْهِ وَانْقِطَاعُ الرِّزْقِ وَ سُرْعَةُ الْفَنَا. وَأَمَّا اللَّوَاتِي فِي الْآخِرَةِ فَغَضَبُ الرَّبِّ، وَسُوءُ

الْحِسَابِ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ))

ترجمہ: ''تم خود کو زنا سے دور رکھو جب کہ زنا کے باعث چھ نقصانات سے دو چار ہونا پڑتا ہے تین کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے جب کہ تین کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے وہ یہ ہیں، کہ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے، رزق کی فراوانی ختم ہو جاتی ہے، اور موت جلد آ جاتی ہے، جب کہ اخروی زندگی کے نقصانات اللہ کی ناراضگی ہے، اور محاسبہ شدت کے ساتھ ہوتا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے البتہ جب اللہ چاہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی نے اس کو (۱۲/۴۹۳) میں کعب بن عمرو بن جعفر بلخی کے طریق سے بطور املاء کے اس نے کہا ہمیں ابو جابر عرس بن فہد موصلی نے موصل میں بیان کیا اس نے کہا ہمیں حسن بن عرفہ عبدی نے بتایا اس نے کہا مجھے یزید بن ہارون نے حمید الطویل سے روایت کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، جب کہ خطیب نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اسناد کے راوی کعب کے علاوہ سبھی ثقہ ہیں البتہ کعب ثقہ نہیں ہے پھر اس نے محمد بن ابی الفوارس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ اس کا حال حدیث میں صحیح نہ تھا جب کہ عتیقی نے کہا ہے کہ اس کو حدیث میں تساہل تھا۔

جب کہ حدیث کو اس وجہ سے الواحد نے اپنی تفسیر (ق ۱/۱۱۵) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں خطیب کی روایت سے ذکر کیا ہے، جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۹۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق بھی ہے جو ضعیف ہے ابو نعیم نے اس کو نکالا ہے جب کہ ہمیں ابو بکر المفید نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو الدنیا الاشج نے اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کو اللہ معاف فرمائے اس نے ہم سے شرم نہ کی کہ وہ باطل اسناد کے ساتھ استشہاد کرتا جب کہ ابو الدنیا (راوی) کذاب ہے، الزام تراشی کرنے والا ہے اس کا حال سیوطی سے پوشیدہ نہیں ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ وہ کذاب اور چالباز تھا اس نے تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع کا دعویٰ کیا ہے جب کہ اس کا نام عثمان بن خطاب ابو عمرو ہے اس نے محمد بن احمد المفید نے روایت کیا ہے اس نے چند احادیث کا ذکر کیا ہے جب کہ اس کے اکثر متن معروف ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جب کہ اس

قسم کی روایات کے بارے میں جاہل لوگ ہی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، جب کہ اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ہے جو بغداد کے باشندوں کے سامنے آ گیا اور اس نے بے حیائی کے عالم میں تین صد سال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث کو ذکر کیا تو اس کے باعث اس نے شرمندگی کو محسوس کیا جب کہ ناقدین نے اس کو کذاب قرار دیا۔

آپ سمجھ لیں کہ جب امام سیوطی (رحمہ اللہ) اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیتے ہیں جس کو اس قسم کا شخص روایت کرتا ہے جس کا کاذب ہونا واضح ہو تو یہ واضح دلیل ہے کہ احادیث کے بارے میں اس کا حکم مبالغہ کی حد تک تساہل پر مبنی تھا آپ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں فراموش نہ کریں تم اس کے تحفظ کے باعث جھگڑوں میں فوائد سے ہم کنار ہو سکو گے جب کہ یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۴۳) ((إِيَّاكُمْ وَالزِّنَا فَإِنَّ فِيهِ أَرْبَعَ خِصَالٍ: يَذْهَبُ بِالْبَهَاءِ مِنَ الْوَجْهِ، وَيَقْطَعُ الرِّزْقَ، وَيُسْخِطُ الرَّحْمٰنَ، وَالْخُلُودُ فِي النَّارِ))

ترجمہ: ''تم خود کو زنا کے فعل سے بچاؤ اس کے باعث چار (۴) قسم کے نقصانات ظہور پذیر ہوتے ہیں (۱) چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (۲) رزق ختم ہو جاتا ہے (۳) اللہ رحمٰن ناراض ہوتا ہے (۴) جب کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۸۳/۲) میں اس کے زوائد سے ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اس نے عمرو بن جمیع سے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو ابن جریج سے صرف عمرو نے بیان کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے عمرو (راوی) کو کذاب قرار دیا ہے اس نے درست کیا ہے جو کہا ہے جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المجمع (۶/۲۵۵) میں بتایا ہے کہ امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں بیان کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عمرو بن جمیع متروک ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۸۹) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس تعاقب پر بنیاد رکھنا ہرگز افادیت کا حامل نہیں اس لئے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں طبرانی کی اور ابن

عدی کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے تو شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے سیوطی کے تعاقب کے ذکر کے بعد جو ابن جوزی کا تھا کہا ہے کہ یہ تعاقب تو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے اس لئے کہ ابن جمیع وہ راوی ہے جس نے حدیث کو موضوع کہا ہے اس لئے کہ وہ طبرانی کی اسناد میں بھی ہے تو پھر وہ کیا کریگا۔

بعدازاں میں نے اس کا ایک اور متابع معلوم کیا کہ ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۹۹/ ۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن اسماعیل الطلحی نے بتایا جو ابواسحاق کوفی ہے ابن جہد کے ساتھ مشہور ہے کہ ہمیں مختار بن غسان نے خبر دی اس نے کہا میں نے اسماعیل بن مسلم سے سنا ہے اس نے اس حدیث کو ابن جریج سے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں: کہ ابن اعرابی کے طریق سے اس کو الحمامی الصوفی نے منتخب من مسموعاته (۲/۳۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد پہلی اسناد سے بہتر ہے جب کہ اس کو تین وجہ سے معلول قرار دیا گیا ہے:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اسماعیل راوی جو بصری مکی ہے وہ ضعیف ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ مختار بن غسان راوی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم راوی کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے مزید برآں دونوں اسناد کا دارومدار ابن جریج راوی پر ہے جب کہ اس نے لفظ عَنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۴۴) ((أَكْذَبُ النَّاسِ اَلصَّبَّاغُوْنَ وَالصَّوَّاغُوْنَ))

ترجمہ: ''سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ کپڑا رنگنے والے اور زیورات بنانے والے زرگر ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طیالسی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی مسند (۲۶۲/۱) میں مسند کی ترتیب سے ذکر کیا ہے اس نے کہا: ہمیں ہمام نے بیان کیا اس نے فرقد السبخی سے اس نے یزید بن عبداللہ الشخیر سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا اور اسی طرح اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۶/۲) میں اور احمد نے (۲۹۲، ۳۲۴، ۳۴۵) میں اور ابوسعید بن اعرابی نے اپنی معجم (۲/۷۸) میں چند طرق سے اس نے ہمام سے اس کو ذکر کیا ہے اور یہ ایسی اسناد ہے جس کے بھی رواۃ ثقہ ہیں سوائے اس فرقد کے جب کہ اس کا شمار بصرہ کے زاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔

ابوحاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی حدیث میں قوی نہیں ہے امام نسائی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں اسی

طرح المیزان میں ہے اس کے بعد اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے سب سے پہلے اس کا ذکر ہے اور اسی لئے ابن جوزی نے اس کو العلل میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جس کو ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۴۷۸) میں یحییٰ بن سلام کے طریق سے اس نے عثمان بن مقسم سے اس نے نعیم بن المجمر سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، الفاظ اس طرح ہیں ((أکذب الکاذبین الصیاغ)) ''سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے رنگریز ہوتے ہیں'' اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے جب کہ عثمان راوی سے مقصود البری ہے اور یحییٰ بن سلام وہ راوی ہے جس سے عبدالحکم نے بیان کیا وہ بصری راوی ہے بعد میں مصر چلا گیا تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں الجرح والتعدیل (۴/۲/۱۵۵) سے اضافہ ہے اور یہ سچا راوی ہے جب کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کی حدیث کو تحریر کیا جائے اگر چہ اس میں ضعف ہے، البتہ عثمان البری کو ابن معین اور جوزجانی نے جھوٹا قرار دیا ہے پس وہ اس طریق کی علت ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے، جب کہ اس کا ایک تیسرا طریق ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے ابن عدی نے اس کو (۲/۳۱۶) میں محمد بن یونس الکدیمی سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں اعمش نے ابو صالح سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے جب کہ اس نے کدیمی راوی کے بارے میں کہا ہے اس کا معاملہ واضح ہے ضرورت نہیں ہے کہ اس کے ضعف کو بیان کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: اشارہ اس جانب سے ہے کہ وہ کذاب اور احادیث وضع کرنے والا تھا جب کہ حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۱۵) میں محمد بن ولید بن ابان سے اس نے کہا ہمیں ھدبۃ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ہمام نے اس نے قتادہ سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اس سے اس اسناد کے ساتھ باطل ہے جب کہ ابن الولید القلانسی احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ ابن طاہر نے اس حدیث کو تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۵) میں پہلے دونوں طریقوں سے ذکر کیا ہے۔

جب کہ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: فطری احساس اس حدیث کو رد کرتا ہے یہ حقیقت ہے کہ ہنسوت ان کے کئی گنا زیادہ جھوٹ بولا جاتا ہے جیسا کہ روافض ہیں وہ تو اللہ کی مخلوق میں سے سب

سے زیادہ جھوٹے ہیں اور اسی طرح کہانت کا پیشہ کرنے والے پھنداڈالنے والے اور نجومی لوگ۔

جب کہ بعض نے اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ صبـــاغ سے مقصود جو حدیث میں الفاظ کا اضافہ کرتا ہے تا کہ حدیث میں حسن رونما ہو اور صـــواغ سے مقصود وہ شخص ہے جو احادیث وضع کرتا ہے جن کا ہرگز اصل نہیں ہے دراصل یہ خوامخواہ تکلف ہے جس سے باطل حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے، جب کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیف الـمـوضـوعـات (ص ۱۰۷) میں تعاقب کیا ہے کہ یہ تو نہایت عجیب ہے جب کہ اسی حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ) نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے جبکہ الجامع الصغیر میں ہے، میں کہتا ہوں: یہ تو کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جب کسی حدیث کی اسناد کا ضعف ثابت ہو جائے تو کسی شخص کیلئے ہرگز گنجائش نہیں ہے کہ وہ حدیث کی معنویت کے پیش نظر اس پر تنقید کرے جبکہ اس طرح کا تعاقب تب درست ہے اگر حدیث کی اسناد صحیح ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۴۵) ((كَانَ لاَ يَعُوْدُ مَرِيْضًا إِلاَّ بَعْدَ ثَلاَثٍ))

ترجمہ: ''نبی ﷺ بیمار کی عیادت کے لئے تیسرے دن کے بعد تشریف لے جاتے تھے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ نے اس حدیث کو (۴۳۹/۱) میں اور ابوالشیخ نے الأخـــلاق میں (ص ۲۵۵) پر اور ابن عساکر نے (۱/۱۳۱/۱۹/۲/۲۲۶/۱۶) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابن جریج نے حمید الطّویل سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: ابن جریج راوی مدلس ہے جب کہ اس نے حدیث کو لفظ عـــنْ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کا مزاج ہے کہ وہ ضعیف رواۃ سے تدلیس کے ساتھ ذکر کرتا ہے جب کہ مسلمہ راوی کا شمار ان سے ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۱۴۱) میں گزر چکی ہے اور یہ شخص اس حدیث کی اصل آفت ہے۔

ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے الـعـلـل (۳۱۵/۲) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ حدیث باطل ہے موضوع ہے میں نے سوال کیا کس وجہ سے انہوں نے بتایا کہ مسلمہ راوی ضعیف ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے الـمـیـزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو الـشـعـب میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مضبوط نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تـهـذیـب التهذیب میں مسلمہ راوی کی منکرات احادیث سے شمار کیا ہے جب کہ ان کے بعض نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس حدیث کو

دوسری حدیث کے ساتھ تقویت عطا کی جائے جو اس کے معنیٰ میں ہو جب کہ وہ کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کہ وہ بھی اسی طرح موضوع ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۴۶) ((لَا یُعَادُ الْمَرِیْضُ إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ))

ترجمہ: ''بیمار کی عیادت تیسرے دن کے بعد کی جائے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۷۰) میں اپنی زوائد سے نصر بن حماد ابی الحارث وراق سے اس نے روح بن جناح سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیّب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد کسی چیز کے بھی برابر نہیں ہے، نصر بن حماد راوی کے بارے میں ابن معین نے کہا ہے کہ وہ بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا ہے، امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں، جب کہ روح راوی متہم ہے جب کہ اس سے مروی دوسری حدیث کا عنقریب ذکر ہوگا جب کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ابن عدی کی روایت سے اس کی اسناد نصر راوی سے ہے جب کہ اس نے روح بن جناح کی جگہ روح بن غطیف کہا ہے۔

بعد ازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے روح (راوی) متروک ہے اور اسی طرح نصر بھی متروک ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی (۲/۴۰۳) میں ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے تو اس نے کچھ کام نہ کیا اس لئے کہ وہ پہلی حدیث کی طرح موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے بعد ازاں اس کے ایک اور شاہد کا ذکر کیا ہے جو نوح بن ابی مریم کے طریق سے ہے کہ ہمیں اُبان نے حدیث بتائی اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ نوح (راوی) جھوٹ کہنے کے ساتھ تہمت لگایا گیا ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے اسی طرح اُبان کا ذکر بھی گزر چکا ہے جو کہ ابان بن ابی عیاش ہے۔

(۱۴۷) ((تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا فَإِنَّ الطَّلَاقَ یَهْتَزُّ لَهُ الْعَرْشُ))

ترجمہ: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق ایسا فعل ہے جس سے اللہ کا عرش کانپ جاتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو تاریخ بغداد (۱۲/۱۹۱) میں

عمرو بن جمیع (راوی) کے احوال میں اس نے جویبر سے اس نے ضحاک سے اس نے نزال بن سبرہ سے وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کرتا ہے جبکہ عمرو بن جمیع (راوی) کذاب ہے پہلے بھی اس سے مروی روایات گزر چکی ہیں، جب کہ جویبر (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے اور اس کے بارے میں پہلے کچھ ذکر ہو چکا ہے، جبکہ امام صغانی نے اس حدیث کو الموضوعات (ص ۸) میں اور اس سے پہلے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جبکہ خطیب کا قول ہے عمرو بن جمیع کذاب ہے وہ منکر روایات کو مشہور رواۃ سے اور موضوعات کو ان رواۃ سے جو درست ہیں بیان کرتا ہے۔

امام سیوطی نے اللآلی (۱۷۹/۲) میں اس کا اقرار کیا ہے پس اس سے تعجب ہے کہ کس طرح اس نے اس حدیث کو ابن عدی کی روایت سے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس نے اس کے مقدمہ میں شرط لگائی ہے کہ وہ اس کو ان روایات سے تحفظ عطا کریگا جس میں کذاب یا موضوع روایات بیان کرنے والا متفرد ہے جبکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ حقیقت ہے کہ شیخ عجلونی نے الکشف (۱/۳۰۴) میں امام صغانی (رحمہ اللہ) کے اس پر موضوع کے فیصلہ کے بعد کہا ہے لیکن الجامع الصغیر میں اس کی نسبت ابن عدی کی جانب کی ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف اسناد کیساتھ مروی ہے جبکہ اس حدیث کو کیسے موضوع قرار نہ دیا جائے جبکہ اسلاف کی ایک جماعت نے اپنی بیویوں کو طلاق دی ہے جبکہ یہ بھی درست ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی جو عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔

(۱۴۸) ((تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ ، (وَفِي لَفْظٍ:) إِذَا كَانَ فِي الثَّوبِ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ غُسِلَ الثَّوبُ وَأُعِيدَتِ الصَّلَاةُ))

ترجمہ: ”ایک درہم کے برابر خون سے نماز کا اعادہ کیا جائے جب کہ یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب کپڑے میں درھم کے برابر خون ہو تو اس کو دھویا جائے اور نماز کو لوٹایا جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو اپنی سنن (ص ۱۵۴) میں جب کہ امام بیہقی نے (۴۰۴/۲) میں روح بن غطیف سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے امام دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس حدیث کو زہری سے روح بن غطیف کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا ہے جبکہ وہ متروک الحدیث ہے، اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے التاریخ الصغیر (ص ۱۳۸) میں ذکر کیا ہے کہ روح بن غطیف کی متابعت نہیں ہے۔

جب کہ بیہقی نے حافظ ابن عدی (رحمہ اللہ) کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ احمد بن عباس

تک پہنچائی ہے اس نے وضاحت کی کہ میں نے ابن معین سے دریافت کیا آپ زہری سے وہ ابی سلمہ سے وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: اس حدیث کو بیان کیا ابن معین (رحمہ اللہ) نے اللہ کی قسم! اٹھا کر نفی میں جواب دیا پھر اس نے کہا: روایت کس سے ہے؟ میں نے کہا ہمیں محرز بن عون نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: یہ راوی ثقہ ہے وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: قاسم بن مزنی سے اس نے کہا: وہ ثقہ ہے وہ کس سے ہیں؟ نے جواب دیا: روح بن غطیف سے اس نے کہا: درست ہے ابن عدی کا قول ہے: اس روایت کو زہری سے جیسا کہ مجھے معلوم ہے روح بن غطیف ہی بیان کرتا ہے جب کہ وہ اس اسناد کے بیان کرنے میں منکر الحدیث ہے اور وہ بات جو مجھے یحییٰ ذھلی سے پہنچی ہے اس نے بتایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، جب کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے الضعفاء (۱۳۳) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اس نے بتایا کہ مجھے آدم نے بتایا اس نے بیان کیا میں نے امام بخاری (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ اس حدیث کو باطل قرار دیتے تھے جبکہ یہ روح راوی منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی نے اس کو عقیلی کے طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو اللآلی میں برقرار رکھا ہے، بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۴۲۸) میں ذکر کیا ہے، پس امام سیوطی سے تعجب ہے اس نے کیسے اس کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جبکہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے نصب الرایۃ (۲۱۲) میں ابن حبان سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے البتہ کوفہ کے لوگوں نے اس کا اختراع کیا ہے جب کہ روح بن غطیف راوی ثقہ رواۃ سے موضوعات بیان کرتا تھا اور اس کی مثل الخلاصۃ ابن الملقن (۱/۳۰) میں ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے اس کے الفاظ اور ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۴۹) ((اَلدَّمُ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ يُغْسَلُ وَتُعَادُ مِنْهُ الصَّلَاةُ))

ترجمہ: ”درہم کے بقدر خون جسم (کپڑے) کو لگ جائے اس کو دھویا جائے اور اس کے باعث نماز کو لوٹایا جائے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس حدیث کو (۹/۳۳۰) میں نوح بن ابی مریم کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے یزید ہاشمی سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ یہ اسناد موضوع ہے نوح بن ابی مریم متہم ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور نوح راوی کو کذاب قرار دیا ہے جبکہ امام زیلعی نے اس کو نصب الرایۃ (۲۱۲/۱) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی نے اس کو اللآلی (۳/۱) میں ذکر کیا ہے، آپ سمجھ لیں کہ یہ حدیث احناف کی حجت ہے جبکہ وہ درہم کے برابر نجاست کو مغلظہ قرار دیتے ہیں اور جب آپ کے علم میں یہ حقیقت آ چکی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث باطل ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے کہ نجاست سے بچاؤ اختیار کرنا ضروری ہے اگرچہ درہم سے کم کیوں نہ ہو جب کہ وہ احادیث عام ہیں جو پاکیزگی کا حکم دیتی ہیں۔

(۱۵۰) ((ثَلَاثٌ لَا يُعَادُ صَاحِبُهُنَّ: اَلرَّمِدُ وَصَاحِبُ الضِّرْسِ وَصَاحِبُ الدُّمْلَةِ))

ترجمہ: ’’تین بیماریوں کے باعث ان میں مبتلاء لوگوں کی بیمار پرسی نہ کی جائے آنکھ کی بیماری درد وغیرہ، داڑھ کے درد کی بیماری، اور جس کے جسم میں پھوڑا ہے‘‘

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الأوسط (۷۰/۱) میں اپنی زوائد سے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے (۴۲۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۱۹) میں مسلمہ بن علی الخشنی سے اس نے کہا مجھ سے اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو جعفر سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ طبرانی اور ابن عدی کا قول ہے کہ اوزاعی سے مسلمہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ راوی متہم ہے جیسا کہ آئندہ بھی اس کا تذکرہ ہوگا اور عقیلی نے بیان کیا کہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں عقیلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث میں بنیادی شخص مسلمہ ہے اور وہ یحییٰ بن ابی کثیر کے کلام سے روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: اس نے اس کو عقیلی سے روایت کیا ہے اور اس نے اس کو بہتر قرار دیا ہے یعنی کہ یہ یحییٰ کا کلام ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو التھذیب میں خشنی راوی کی منکرات میں ذکر کیا ہے اور اس نے ابو حاتم کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل منکر ہے جب کہ ابن جوزی نے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی (۲/۴۰۶) میں تعاقب کیا ہے اور کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: مسلمہ راوی جھوٹ کے ساتھ متہم نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو

الاوسط میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: حق بات تو ابن جوزی کی ہے اس لئے کہ مسلمہ راوی نے کثرت کے ساتھ موضوع روایات ذکر کی ہیں بعض کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے آپ حدیث (نمبر ۱۴۱-۱۴۵) ملاحظہ کریں نیز آگے ذکر ہونے والی حدیث کا بھی ملاحظہ کریں اور وہ کیا سبب ہے جو اس حدیث کو موضوع قرار دے رہا ہے کہ نبی ﷺ تو اس شخص کی بیمار پرسی کرتے تھے جس کی آنکھوں میں درد نمودار ہوتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے نبی ﷺ نے ارقم کی بیمار پرسی کی جب کہ اس کی آنکھیں درد میں مبتلاء تھیں، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳۴۲/۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی موافقت کی ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے جب کہ خشنی کی موضوعات سے ہے۔

(۱۵۱) ((اَلْعَنْكَبُوتُ شَيْطَانٌ مَسَخَهُ اللّٰهُ فَاقْتُلُوهُ))

ترجمہ: ''مکڑی شیطان ہے اللہ نے اس کو مسخ کر دیا ہے تم اس کو قتل کرو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مسلمہ بن علی خشنی کے حالات میں اس نے بیان کیا ہمیں سنان بن سعید نے بتایا اس نے ابی الزاھریۃ سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ ابن عدی کا قول ہے کہ مسلمہ سے روایت کردہ بھی احادیث یا اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں جب کہ اس حدیث کے بطلان پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ صحیح مرفوع حدیث کے مخالف ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ''اللہ نے مسخ شدہ کی نسل کو باقی نہیں رکھا ہے'' (مسلم: ۵۵/۸)

جب کہ ابن حزم (رحمہ اللہ) نے المحلی (۴۳۰/۷) میں ذکر کیا ہے ہر وہ حدیث جو مسخ کے بارے میں وارد ہے اور وہ بندر اور خنزیر کے علاوہ میں ہے وہ باطل ہے اور جھوٹ ہے موضوع ہے۔

(۱۵۲) ((اِسْتَشْفُوا بِمَا حَمِدَ اللّٰهُ بِهِ نَفْسَهُ قَبْلَ أَنْ يَحْمَدَهُ خَلْقُهُ وَبِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهِ نَفْسَهُ: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) فَمَنْ لَّمْ يَشْفِهِ الْقُرْآنُ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ))

ترجمہ: ''ان الفاظ کے ساتھ سفارشی کلمات کہو جن کلمات کے ساتھ اللہ نے اپنی حمد کی ہے اس سے پہلے کہ اس کی مخلوق اس کی حمد کرے اور وہ کلمات (الحمد للہ) ہیں کہ سب تعریف اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے اور (قل ھو اللہ احد) ہے آپ کہیں اللہ کی ذات ہی ایک

اکائی ہے پس جس شخص کو قرآن شفا نہیں دیتا ہے اس کو اللہ بھی شفا نہیں دیتا ''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، اس حدیث کو ابو محمد الحلال نے **فضائل قل ھو اللہ احد** (۲/۱۹۸) میں ذکر کیا ہے اور **مسند دیلمی** (۱/۱) میں اس حدیث کا اختصار ہے کہ ہمیں یزید بن عمرو بن براء ابوسفیان الشوف نے خبر دی اس نے کہا ہمیں احمد بن الحارث الغسانی نے اس نے کہا ہمیں ساکنہ بنت العبد نے اس نے کہا: میں نے رجاء الغنوی سے سنا وہ بیان کرتا تھا پس اس کا تذکرہ کیا جبکہ الواحدی (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی تفسیر (۲/۱۸۵/۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے احمد بن الحارث الغسانی سے اس کے آخری جملہ پر اقتصار کیا ہے اور اسی طرح اس کو ثعلبی نے بیان کیا جیسا کہ کشاف کی احادیث کی تخریج (ص ۱۰۳ رقم ۳۰۴) میں ہے جس کے مرتب حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) ہیں۔

میں کہتا ہوں: ابن الحارث کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے **الجرح والتعدیل** (۱/۱/۴۷) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے دریافت کیا اس نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے منکر الحدیث کہا ہے اور امام بخاری اور دولابی (رحمہم اللہ) نے کہا ہے اس میں نظر ہے اور عقیلی نے کہا ہے اس سے مروی منکر احادیث ہیں جن کی متابعت نہیں ہے اس نے بیان کیا کہ رجاء غنوی شخص کیلئے کوئی روایت پہچانی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی وہ صحابی ہے، نیز امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **الجامع** میں ابن قانع کی روایت کے ساتھ رجاء غنوی سے ذکر کیا ہے امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے **تاریخ صحابہ** میں اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔

چنانچہ اس نے رجاء راوی کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ شخص شرف صحبت کے ساتھ مشرف ہے اس نے بصرہ میں رہائش اختیار کی اور اس نے فضیلت قرآن کے بارے میں غیر صحیح حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ حدیث اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ مادی ادویات کیساتھ علاج نہ کرایا جائے اور تلاوت قرآن پر اعتماد کیا جائے۔

جب کہ یہ بات نبی ﷺ کی قولی اور فعلی سنتوں کیساتھ نہ زیادہ نہ کم ہونے کے ساتھ متفق نہیں ہے جبکہ نبی ﷺ نے مادی ادویات کیساتھ متعدد بار علاج کروایا مزید برآں آپ نے اس کا حکم بھی دیا آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے کسی بیماری کو نہیں اتارا ہے مگر اس کے علاج کو بھی اتارا ہے'' اس حدیث کو حاکم نے صحیح سند کیساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۵۳)((مَنِ اسْتَشْفٰی بِغَیْرِ الْقُرْآنِ فَلاَ شِفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی))

ترجمہ: ''جو شخص قرآن کے علاوہ سے شفا کا طلب گار ہے اس کو اللہ شفا عطا نہ کرے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام صغانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ (ص ۱۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ شیخ عجلونی نے اس کو الکشف (۳۴۲/۲) میں برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں ان الفاظ کا اصل اس سے پہلی حدیث میں ہے۔

(۱۵۴)((اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ، بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ، بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ، قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ، وَجَاهِلٌ سَخِیٌّ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ))

ترجمہ: ''سخاوت کرنے والا شخص اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے لوگوں کے قریب ہے دوزخ سے دور ہے جب کہ بخیل شخص اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے جب کہ جاہل سخی اللہ کے ہاں عبادت کرنے والے بخیل سے زیادہ محبوب ہے''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱۴۳/۳) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۱۵۴) میں اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روضۃ العقلاء (ص ۲۴۶) میں اور ابن عدی نے (۱۸۳/۲) میں سعید بن محمد الوراق کے طریق سے اس نے یحییٰ بن سعید سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے مرفوع روایت کیا جبکہ امام ترمذی نے اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے ہیں جبکہ سعید بن محمد کی اس حدیث کی روایت میں یحییٰ بن سعید سے مخالفت کی گئی ہے جبکہ یحییٰ بن سعید سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل روایت کی گئی ہے، امام عقیلی کا قول ہے اس حدیث کا یحییٰ اور اس کے سوا سے کچھ اصل نہیں ہے اور ابن حبان کا قول ہے اگر سعید بن محمد نے اس حدیث کی اسناد کو محفوظ کر لیا ہے تو وہ غریب ہے غریب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سعید راوی کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ شخص کوئی چیز نہیں ہے جب کہ ابن سعد اور اس کے علاوہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نسائی نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے جب کہ امام دار قطنی نے اس کو متروک کہا ہے جب کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں اضطراب ہے کبھی

تو اسی طرح روایت کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ کبھی اس نے یحییٰ بن سعید انصاری سے اس نے محمد بن ابراہیم بن حارث التمیمی سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو مرفوع روایت کیا ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاوسط (1/91/1) میں ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ سعید نے ہی روایت کیا ہے۔

اس طرح اس حدیث کو الضیاء نے المنتقیٰ من مسموعاته بمرو (اپنی ان مسموعات میں جو مرو شہر میں ہوئیں) (۲/۱۲۷) میں روایت کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ کے واسطہ کا ذکر نہیں کیا ہے، مزید برآں اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس طریق اور اس کے سوا کے ساتھ الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۹۲-۹۳) میں دوسرے طریق کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ سبھی طرق ضعیف ہیں ان میں غور فکر کیا جائے۔

مزید برآں اس سے یہ حقیقت غائب رہی کہ حافظ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس وراق (راوی) کی حدیث کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تھذیب میں سعید کے حالات میں ہے جب کہ ابو حاتم نے اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور سعید بن مسلمہ راوی حدیث میں ضعیف ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کا اس میں دخل ہے آپ ابن ابی حاتم کی العلل (۲/۲۸۳-۱۸۴) دیکھیں۔

(۱۵۵) ((رَبِيعُ أُمَّتِي اَلْعِنَبُ وَالْبِطِّيخُ))

ترجمہ: ''میری امت کیلئے موسم وہ موسم بہار ہے جس میں انگور اور تربوز دستیاب ہوتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں داخل کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے جب کہ اس نے ابوعبدالرحمٰن سلمی کی روایت کو اس میں داخل کیا ہے جو کتاب الاطعمة میں ہے، نیز ابو عمر تو قانی کی روایت کو جو کتاب البطیخ میں ہے اس کو درج کیا ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں محمد بن احمد بن مہدی (اصل احمد بن محمد) کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الضوء بن الدلهمس نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عطاف بن خالد نے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے روایت کیا اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے اس میں محمد بن الضوء کذاب ہے شراب اور بے حیائی میں حد سے بڑھا

ہوا تھا مزید برآں علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلـــی (۲/۲۱۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور پھر ابن عراق نے تنزیه الشریعة (۲/۳۱۷) میں کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس روایت میں محمد بن احمد بن مہدی غایت درجہ ضعیف ہے جیسا کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا، اور وہ حدیث جس کو امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے المـوضـوعـات میں شامل کیا ہے، المـنـار (ص ۲۱) میں ہے اس نے بیان کیا کہ وہ چیز جس سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے وہ حدیث کا غیر معروف انداز ہے جسے معاشرہ میں اچھا قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کو مزاحیہ انداز کہا جا سکتا ہے بعد ازاں اس نے کچھ احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث بھی اس میں شامل ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۷-۱۰۸) میں برقرار رکھا ہے۔

(۱۵۶)((اِحْتَرِسُوا مِنَ النَّاسِ بِسُوءِ الظَّنِّ))

ترجمہ:'' خود کو لوگوں کی بدظنی سے محفوظ رکھو ''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بقیہ کے طریق سے معاویہ بن یحیٰ سے اس نے سلیمان بن سلیم سے اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے المـجـمـع (۸/۸۹) میں کہا ہے کہ بقیہ بن ولید مدلس ہے جب کہ اس کے دیگر راوی ثقہ ہیں اسی طرح اس نے کہا ہے جب کہ معاویہ بن یحیٰ غایت درجہ ضعیف ہے اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جب کہ میں نے بعض ائمہ کے اقوال کو اس حدیث کے ضعیف قرار دینے میں حدیث نمبر (۱۳۶) میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کو منکر قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے جب کہ امام مناوی نے الـفـیـض میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں انس کے طریق سے جب کہ وہ بقیہ کی روایت سے لفظ عَنْ کے ساتھ ہے وہ معاویہ بن یحیٰ سے جب کہ معاویہ بن یحیٰ ضعیف ہے اس میں دو علل ہیں جب کہ مطرف کے قول سے صحیح ہے جس کو مسدد نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح اس کو ابن عساکر نے مطرف میں ذکر کیا ہے (۲/۲۹۱/۱۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث عمر اور اس کے سوا کا قول بھی ہے چنانچہ ابو عمرو الدانی نے السـنـن الواردة فی الفتن

(۲-۱/۱۲) میں عیسیٰ بن ابراہیم سے اس نے ضحاک بن یسار سے اس نے ابوعثمان نہدی سے اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے: کہ ”لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب کہ قبیلہ کے صالح لوگ قبیلہ سے ہوں گے اگر وہ ناراض ہوں گے تو خود کے لئے ناراض ہوں گے اور اگر وہ خوشنودی کا اظہار کریں گے تو اپنے لئے کریں گے اور اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے ناراض نہیں ہوں گے اور اللہ کی رضا کا اظہار نہیں کریں گے پس جب یہ دور آ جائے گا تو تم خود کو محفوظ رکھو“

جب کہ یہ عیسیٰ بن مریم جو ہاشمی بھی ہے غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ابونعیم نے اخبار اصبہان (۲/۲۰۲) میں دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عمر سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا کہ ((دانائی یہ ہے کہ آپ لوگوں کے بارے میں بدظنی کریں)) جب کہ اس کی اسناد بھی ضعیف ہے مزید برآں یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان روایات کے خلاف ہے جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں جن میں نبی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے بارے میں بدظنی سے کام نہ لیں ان میں سے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کہ ”تم خود کو بدظنی سے تحفظ عطا کرو اس لئے کہ بدظنی تو بہت بڑا جھوٹ ہے“ (صحیح بخاری: ۱۰/۳۹۵-۳۹۸)

مزید برآں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ممکن نہیں اگر ان کے بارے میں بدظنی رکھی جائے تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ اس باطل بنیاد پر معاملات کریں۔

(۱۵۷) ((**اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ، وَالتَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ**))

ترجمہ: ”اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت کا نظام ہے جب کہ لوگوں کے ساتھ اظہار محبت کرنا آدھی عقل ہے اور اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے مکارم الأخلاق میں ذکر کیا ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے الشعب میں ابن عمر سے روایت کیا ہے اس پر شارح مناوی نے خاموشی اختیار کی ہے، جب کہ روایت ضعیف ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۸۴) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو اس نے ہشام بن عمار سے اس نے مخیس بن تمیم سے اس نے حفص بن عمر سے اس نے ابراہیم بن عبداللہ بن زبیر سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا ہے میرے

والد کا قول ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جب کہ مخیس اور حفص دونوں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے مخیس کے حالات میں ذکر کیا ہے مزید برآں اس نے ذکر کیا ہے کہ ابن ہشام نے اس سے منکر حدیث کو ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(۱۵۸)((اِغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَوْ كَانَ كَأْسًا بِدِيْنَارٍ))

ترجمہ: ''تم جمعہ کے دن غسل کرو اگرچہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار کے عوض دستیاب ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ازدی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن حبان تک، اس نے کہا ہمیں حماد بن زید نے ایوب سے اس نے حسن سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ ابن حبان سے مقصود ابراہیم بن البجتری ہے وہ ساقط ہے اس کو حجت تسلیم نہیں کیا جاتا، میں کہتا ہوں: وہ ابراہیم بن براء ہے اور اس کی موضوع حدیث کا پہلے (ح نمبر ۱۱۴) میں ذکر ہو چکا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۶) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا ایک اور طریق ہے جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے نکالا ہے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن مرزوق نے بتایا اس نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابو اسماعیل دیلمی نے انس سے اس کو مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ تعاقب کمزور ہے جب کہ یہ حفص بن عمر کذاب ہے جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں نقل کیا ہے بعدازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ان میں سے یہ بھی ایک حدیث ہے اسی لئے ابن عراق نے (۲/۲۴۸) میں ذکر کیا ہے پس اس میں شاہد ہونے کی صلاحیت نہیں ہے جب کہ اچنبھے کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کو الجامع میں اس ابن عدی کی روایت سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے موقوف ذکر کیا ہے، امام مناوی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ پہلے کا شاہد ہے یعنی مرفوع ہے اور اس کے ساتھ مصنف نے ابن جوزی پر رد کرتے ہوئے حدیث کو موضوع بنا دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ رد کمزور ہے اس لئے کہ کسی حدیث کا جب موضوع ہونا ثابت ہو جائے نبی ﷺ کی جانب مرفوع ہے تو اس کو کچھ فائدہ عطا نہیں کرتا ہے کہ وہ بعض صحابہ پر موقوف ہو البتہ یہ کہ وہ ان احادیث سے ہو جس کو اجتہاد اور رائے کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کا حکم مرفوع کا ہے جب کہ یہ حدیث ان سے نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اس کو لازم پکڑیں جب کہ اللآلی کے طبع شدہ

نسخہ سے ابن ابی شیبہ کی حدیث کی اسناد ابو ہریرۃ ﷺ سے گری ہوئی ہے پس ہم قدرت حاصل نہیں کر سکے ہیں کہ اس کی صحت کی جانب دیکھیں اگر چہ وہ موقوف ہے بعد ازاں اس کی اسناد پر اطلاع حاصل ہوئی چنانچہ ابن ابی شیبہ نے المصنف (۲/۲۰/۱۱) میں کہا ہے کہ ہمیں وکیع نے ثور سے بیان کیا اس نے زیاد نمیری سے اس نے ابو ہریرۃ ﷺ سے اس نے بیان کیا: "میں جمعہ کے دن ضرور غسل کروں گا اگر چہ پانی کا ایک پیالہ ایک دینار میں دستیاب ہو" جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں زیاد بن عبداللہ ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

بعد ازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے کعب کی دوسری حدیث کو بیان کیا جب کہ اس حدیث کی اسناد بھی ضعیف ہے پس یہ حدیث نبی ﷺ کی جانب مرفوع ہے موقوف بھی ہے اور ضعیف بھی ہے جب کہ احادیث صحیحہ اس سے بے پرواہ کرتی ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے" (مسلم، وغیرہ) جبکہ لوگوں نے اگر تساہل اختیار کیا ہے کم تعداد میں لوگ جمعہ کے دن غسل کرتے ہیں اور جو شخص جمعہ کے روز غسل کرتا ہے تو وہ محض پاکیزگی کے حصول کیلئے کرتا ہے اس لئے نہیں کہ یہ جمعہ کا حق ہے۔

(۱۵۹) ((إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ))

ترجمہ: "بلا شبہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں جو جمعہ کے دن پگڑیوں کو زیب تن کر کے جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں "

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر میں علاء بن عمرو الحنفی سے اس نے کہا ہم سے ایوب بن مدرک نے روایت کیا اس نے مکحول سے اس نے ابو الدرداء سے مرفوع روایت کیا ہے، جب کہ امام جوزی نے اس کو الموضوعات میں اس وجہ سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ایوب اس میں متفرد ہے، ازدی نے اس حدیث کو ایوب کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے وضع کیا ہے یحییٰ نے اس کو کذاب کہا ہے اور دار قطنی نے اس کو متروک کہا ہے جبکہ امام سیوطی (۲/۲۷) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر دو حفاظ نے یعنی عراقی نے تخریج الاحیاء میں اور ابن حجر نے تخریج الرافعی میں اقتصار کیا ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس کا دونوں کی تقلید کرنا جب کہ وہ اپنے زمانہ کا مجتہد ہے جب کہ اس نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جب کہ شارح نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ابن جوزی کے پہلے

قول کا ذکر کیا ہے جب کہ مؤلف نے اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے، علاوہ ازیں کہ اس نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ عراقی اور ابن حجر (رحمہا اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے جب کہ آپ کو خوب علم ہے کہ اس تعاقب میں کس قدر تعصب کارفرما ہے۔

میں کہتا ہوں: ہیثمی (رحمہ اللہ) کا قول المجمع (۱۷۶/۲) میں ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں ایوب بن مدرک کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے بعدازاں اس کی حدیث کو پیش کیا ہے، اور اللسان میں عقیلی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ ایوب بن مدرک ایسی منکر احادیث بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہے نیز اس نے پگڑیوں کی حدیث کے بارے میں کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس سے روایت کرنے والا علاء بن عمرو الحنفی بھی تہمت زدہ ہے جبکہ اس کی احادیث سے وہ حدیث ہے جس کے بارے میں ہم آئندہ مضمون میں گفتگو کریں گے، انشاء اللہ۔

بعدازاں میں نے دیکھا کہ عقیلی نے اس حدیث کو الضعفاء (ص ۴۲) پر یوسف بن عدی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں ایوب بن مدرک نے یہ حدیث سنائی جبکہ یہ یوسف راوی ثقہ ہے اس کا شمار بخاری کے رجال سے ہے اس بناء پر علاء بن عمر اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا جب کہ تہمت اس کے استاذ ایوب بن مدرک میں بند ہو گئی مزید اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۸) میں اس سے تیسرے طریق میں نکالا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(۱۶۰) ((أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))

ترجمہ: '' تم اہل عرب کے ساتھ تین وجوہ کے پیش نظر محبت کرو اس لئے کہ میں عربی النسل ہوں اور قرآن پاک کی زبان عربی ہے جب کہ جنت والوں کی زبان عربی ہو گی ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو المستدرک (۸۷/۴) میں اور معرفة علوم الحدیث (ص ۱۶۱-۱۶۲) میں اور امام عقیلی نے الضعفاء (۳۲۷) میں اور طبرانی نے الکبیر (۱/۱۲۲/۳) میں اور الاوسط میں ہے اور تمام نے الفوائد (۱/۲۲) میں جب کہ اس کے طریق سے الضیاء المقدسی نے صفة الجنة (۱/۷۹/۳) میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۸۱) میں جب کہ ابن عساکر نے (۱/۲۳۰/۶، ۱/۳۴/۷) میں اور اسی طرح ابو بکر انباری

نے ایضاح الوقف والابتداء کے نسخۂ اسکندریہ (ق ۱/٦) میں ان سب نے علاء بن عمر والحنفی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن یزید الاشعری نے خبر دی کہ ابن جریج نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد موضوع ہے اور اس میں تین علتیں ہیں۔

پہلی علت: علاء بن عمر راوی ہے اس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں متروک قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کسی صورت اس سے استدلال جائز نہیں، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو عقیلی کے طریق سے ہے، بعد ازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کہا ہے جبکہ اللسان میں ازدی کا قول ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے کہا ہے کہ کبھی وہ اس کی مخالفت کرتا ہے، جبکہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور صالح جزرہ نے کہا ہے: اس میں کچھ حرج نہیں، اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے: میں نے احادیث کو اس سے تحریر کیا ہے جبکہ میں نے اس کو بہتر پایا ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید ابو حاتم کا یہ قول جو کہ الجرح والتعدیل (۳/۱/۳۵۹) میں ہے اس سے پہلے کا ہے کہ اس کی جھوٹی احادیث کی روایت پر اس کو اطلاع ہو وگرنہ اس کا توثیق کرنا اس کی کسی چیز میں تکذیب کے ساتھ اس کی حدیث کیلئے متفق نہیں ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس سے نقل کیا ہے اور یہ اس کے بیٹے کی کتاب العلل (۲/۳۷۵-۳۷٦) میں اس نے ذکر کیا ہے، میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو علاء بن عمر والحنفی نے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے، لیکن کبھی کہا جا سکتا ہے کہ جب کسی حدیث میں بہت سی علل ہوں تو یہ بھی صحیح ہے کہ ابو حاتم کے نزدیک اس علاء راوی کے سوا میں علت ہو، واللہ اعلم۔

اور اس نے لسان المیزان میں اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عقیلی نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے متن میں ضعف ہے اس حدیث کا کچھ حصہ اصل نہیں ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے اس کو برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ ہمارے ہاں جو عقیلی کا نسخہ ہے اس میں یہ قول نہیں ہے کہ حدیث کا متن ضعیف ہے، واللہ علم۔

جب کہ ابن حبان کا اس کی توثیق کرنا اس کے اس قول کے ساتھ جو اس سے ذہبی نے نقل کیا ہے کہ کسی صورت میں اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے بظاہر اس میں تناقض ہے تو شاید توثیق اس سے پہلے کی ہو جبکہ اس کی حقیقت پر اطلاع حاصل ہوئی ہو، واللہ اعلم، جب کہ کبھی ہیثمی کا قول جو

المجمع (۵۲/۱۰) میں ہے اس کی تائید کرتا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس میں علاء بن عمرو الحنفی راوی ایسا ہے جس کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔

دوسری علت: یحییٰ بن یزید ہے اسی طرح اس روایت میں یـزیـد ہے اس کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے اس میں تبدیلی ہے جبکہ اصل میں لفظ بـریـد ہے، میں کہتا ہوں: اور اسی طرح عقیلی کی الـضـعـفـاء اور امام حاکم کی الـمـعـرفـة میں ہے، اور اسی طرح اس کو ابن ابی حاتم نے الـجـرح و التعدیل (۴/۱۲/ ۱۳۱) میں ذکر کیا ہے، جب کہ ابن معین سے روایت ہے کہ اس نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن نمیر سے روایت ہے اس نے ذکر کیا ہے: کہ جو ایک کھجور کے برابر ہو؟ اور ابوزرعہ سے منقول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے جب کہ اس کے باپ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اس کی حدیث کو چھوڑا نہ جائے بلکہ اس کو تحریر کیا جائے۔لـسـان الـمیـزان میں ہے کہ ساجی، عقیلی اور ابن جارود (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حاکم کے نزدیک اس کی متابعت محمد بن الفضل نے کی ہے جب کہ وہ تہمت زدہ ہے جیسا کہ حدیث نمبر (۲۶) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یزید کی حدیث ابن جریج سے صحیح ہے، لیکن ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے بلکہ یحییٰ کو امام احمد (رحمہ اللہ) اور اس کے سوا نے بھی ضعیف قرار دیا ہے جب کہ علاء بن عمرو الـحـنفی راوی قابل اعتماد نہیں ہے اور البتہ محمد بن الفضل تہمت زدہ ہے، جب کہ میں خیال کرتا ہوں: کہ حدیث موضوع ہے اور اسی طرح حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے مـحـجة القرب الی محبة العرب (۱/۵) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: وہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے بلکہ وہ ضعیف ہے اس لئے کہ یحییٰ بن یزید بن ابی بردہ ان کے نزدیک ضعیف ہے اور اسی طرح وہ شخص جو اس سے روایت کرتا ہے ضعیف ہے مقصود علاء بن عمرو الحنفی ہے۔

تیسری علت: ابن جریج کا لفظ عَـــنْ کے ساتھ روایت کرنا جب کہ وہ مدلس ہے، امام احمد کا قول ہے: بعض وہ احادیث جن کو ابن جریج مرسل کرتا ہے موضوع ہیں جبکہ ابن جریج کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ ان احادیث کو کہاں سے لے رہا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ مجھے خبر دی گئی اور مجھے فلاں سے بتایا گیا اسی طرح المیزان میں ہے اور ابن جوزی نے جس حدیث کو عقیلی کے طریق سے الـمـوضـوعـات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ عقیلی نے اس کو منکر قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے ابن جوزی کا قول ہے کہ یحییٰ راوی مقلوب احادیث ذکر کیا کرتا تھا، امام سیوطی نے اللآلی میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عقیلی نے اس کو علاء بن عمرو کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس کی منکر روایات سے ہے اور اسی طرح میزان الاعتدال کے مصنف نے ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے ابن حبان کی توثیق کو اور صالح جزرہ کی توثیق کو علاء کے بارے میں اس قاعدہ سے غفلت اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے جبکہ ابن حبان کا دوسرا قول ہے کہ اس کیساتھ استدلال کرنا ہرگز جائز نہیں، نیز حافظ عراقی کے قول سے غافل ہے کہ محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے جب کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بعدازاں اس نے اس کیلئے حاکم کے صحیح قرار دینے کا ذکر کیا ہے نیز ذہبی نے جو اس کا تعاقب کیا ہے امام سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کا ایک شاہد ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن وہ منکر ہے امام سیوطی نے خود کہا ہے کہ اس نے کچھ کام نہیں کیا ہے، جب کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۷۶ طبع خانجی) میں عقیلی کے طریق سے ذکر کیا ہے عقیلی نے کہا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں، جبکہ ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ یہ بات ہے کہ اس سے پہلے حافظ السلفی سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اس کے بارے میں شیخ الاسلام نے کہا ہے میں نہیں جانتا ہوں: کہ اس کا ارادہ محدثین کے طریق کے مطابق اسناد کے حسن ہونے کا ہے یا عام اصطلاح کے مطابق متن کے حسن ہونے کا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ غلبہ ظن یہ ہے کہ اس نے دوسری کیفیت کو اپنایا ہے اور الفیض میں اس کو یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ اس کو ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے باوجود اس کے کہ اس کا کلام جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ اس کے یقین پر دلیل نہیں ہے بہر حال میں بہت زیادہ بعید باور کرتا ہوں کہ سلفی اس حدیث کی اسناد کو مستحسن قرار دے جب کہ اس کی بہت ساری کیفیت اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ یہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کو موضوع قرار دینے کا بہت سے ائمہ نے فیصلہ کیا ہے جو اس سے پہلے گزرے ہیں جیسا کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) اور عقیلی (رحمہ اللہ) ہیں، جب کہ اس کے بارے میں ان کی مخالفت کسی نے نہیں کی ہے جس کے علم کو پختہ قرار دیا جائے اور اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس کی جانب امام سیوطی نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

(۱۶۱) ((أَنَا عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))

ترجمہ: ”میں عربی ہوں جبکہ قرآن عربی میں ہے اور جنت والوں کی زبان بھی عربی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں سعدة بن سعد نے بتایا اس نے بیان کیا ہمیں ابراہیم بن منذر نے اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عمران نے اس نے کہا ہمیں شبل بن علاء نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۴۴۲/۱) میں اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے یہ اس حدیث کی شاہد ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کے ذکر کے بعد اس نے کہا ہے کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المغنی میں بتایا ہے کہ شبل بن علاء بن عبدالرحمٰن کے بارے میں ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث منکر ہیں میں کہتا ہوں: علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۵۲/۱۰-۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس میں عبدالعزیز بن عمران متروک راوی ہے۔

میں کہتا ہوں: اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے پس اس حدیث کو مجہول کرنا زیادہ بہتر ہے اسی لئے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے المحجة (۵۶/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ عبدالعزیز بن عمران زہری راوی متروک ہے اس کو امام نسائی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو تحریر نہ کیا جائے اس لحاظ سے تو حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابن عراق (رحمہ اللہ) نے اس کو تنزیہ الشریعة میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کرنا باطل ہے، اس حدیث میں آپ کے فخر کا تذکرہ ہے کہ مجھے عربی ہونے پر فخر حاصل ہے جب کہ یہ بات اسلامی شریعت میں عجیب وغریب ہے یہ ہرگز اس ارشاد الٰہی کے مطابق نہیں ہے «إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ»

"کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا شخص اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: «لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»

"کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے" (مسند احمد: ۴۱۱/۵)

اس حدیث کی اسناد صحیح ہے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے الاقتضاء (ص ۶۹) میں ذکر کیا ہے اور نبی ﷺ کی اس نہی کے ساتھ بھی موافق نہیں ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر نہ کرو، ارشاد نبوی ہے: "بلاشبہ اللہ عزوجل نے تم سے جاہلیت کے فخر کو جو اپنے آباء کے لحاظ سے کرتے ہو اس کو ختم کر دیا ہے سبھی لوگ آدم کے بیٹے ہیں جب کہ آدم کی تخلیق مٹی سے ہے ایک شخص ایماندار پرہیزگار ہے اور دوسرا شخص فاسق، فاجر اور بدبخت ہے"

ذہن نشین کریں لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے سے باز آ جائیں ورنہ وہ دوزخ کے کوئلے ہیں یا وہ اللہ کے ہاں اس گوبر کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہیں جو گندگی کو اپنے منہ کے ساتھ دور کرتے ہیں» (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا، جبکہ ابن تیمیہ (ص ۳۵-۶۹) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، پس جب نبی ﷺ کی یہ توجیہات اپنی امت کیلئے ہیں تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ اس کی مخالفت کریں اس کام کو کریں جس سے آپ نے انہیں روکا ہے جب کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث سے یہ حدیث ہے جو اس کی حالت پر دلالت کرتی ہے وہ آگے ذکر ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۱۶۲) «لَمَّا تَجَلَّى اللّٰهُ لِلْجَبَلِ - يَعْنِي جَبَلَ الطُّورِ - طَارَتْ لِعَظَمَتِهِ سِتَّةُ جِبَالٍ فَوَقَعَتْ ثَلَاثَةٌ فِي الْمَدِينَةِ، وَثَلَاثَةٌ بِمَكَّةَ، بِالْمَدِينَةِ أُحُدٌ وَ وَرْقَانُ وَ رِضْوٰى، وَ وَقَعَ بِمَكَّةَ حِرَاءُ وَ ثَبِيرُ وَ ثَوْرٌ»

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ پر تجلی کی تو اس کی تجلی کی عظمت کے باعث چھ پہاڑوں نے پرواز کی تین کا تعلق مدینہ سے اور تین کا مکہ سے جب کہ مدینہ میں احد اور ورقان اور رضوی ہیں اور مکہ میں حراء اور ثبیر اور ثور ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، محاملی نے اس حدیث کو الأمالی (۱/۱۷۲/۱) میں اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (۲/۱۶۶) میں اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے عبدالعزیز بن عمران کے طریق سے اس نے معاویہ بن عبداللہ سے اس نے جلد بن ایوب سے اس نے معاویہ بن قرۃ سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا ہے جبکہ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر (۲/۲۴۵) میں بیان کیا کہ یہ حدیث غریب بلکہ منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: انہوں نے اس کی علت کو بیان نہیں کیا ہے اور وہ عبدالعزیز بن عمران ہے جب کہ وہ ثقہ نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے اور اس کے حالات کے ضمن میں ذہبی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ جلد بن ایوب کے بارے میں دارقطنی کا قول ہے کہ وہ متروک ہے بعد ازاں میں نے اس حدیث کو پایا جس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ عبدالعزیز متروک ہے وہ مشہور رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب (۱/ ۲۴) میں کیا ہے جو مفید نہیں ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔

(۱۶۳) ((إِذَا ذَلَّتِ الْعَرَبُ ذَلَّ الْإِسْلَامُ))

ترجمہ: ”جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو اخبار اصبہان (۲/۳۴۰) میں منصور بن ابی مزاحم سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن الخطاب نے بتایا اس نے علی بن زید سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم نے اس کو العلل (۲/۳۷۶) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت محمد بن خطاب ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح (۳/۲/۲۴۶) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا اس نے کہا میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں، جب کہ المیزان میں ازدی کا قول ہے: کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے، بعدازاں اس نے اس کی اس حدیث کو روایت کیا اس کے منکر ہونے کی جانب اشارہ تھا جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس ابن الخطاب کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان کی توثیق اعتماد کے لائق نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں متعدد بار تنبیہ گزر چکی ہے مزید براں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے جبکہ ہیثمی (رحمہ اللہ) کا قول المجمع (۱۰/۵۳) میں ہے کہ ابو یعلی نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد میں محمد بن خطاب بصری کو ازدی اور اس کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کے دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، اور یہ اس کے اوہام سے ہے جبکہ ابن جدعان کا شمار صحیح رواۃ سے نہیں ہے مزید برآں وہ ضعیف ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اس مقام میں آپ کو امام مناوی کی غلطی کا پتہ چل جائے گا جو الجامع کی شرح میں ہے، جبکہ عراقی نے القرب میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

بعدازاں اس نے نقل کیا ہے جس کو میں نے ہیثمی سے ابھی ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ مصنف کا اس کے ضعف کی جانب اشارہ کرنا باطل ہے جب کہ اس بات سے سید رشید رضا دھوکے میں چلے گئے ہیں جب کہ اس نے مجلہ المنار (۱۷/۹۲۰) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلی نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں میں نے حافظ عراقی کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ وہ محجۃ القرب فی فضل العرب (۵/۲-۵/۱) میں اس کے بعد کہ اس نے حدیث کو ابو یعلی کے طریق سے

اس نے منصور سے اس کو بیان کیا، اور محمد بن جبیر بن حیۃ کے بارے میں بحث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے جب کہ علی بن زید بن جدعان راوی کے بارے میں اختلاف ہے اور امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو متابعات اور شواہد میں ذکر کیا ہے اور اس باب میں ذکر ہو چکا ہے جس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ محمد بن خطاب کی شخصیت کی جہالت ختم ہو چکی ہے جب ایک جماعت نے اس سے روایت کیا ہے جن کا تذکرہ گزر چکا ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی کی شخصیت سے جہالت کا زائل ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی حالت جہالت بھی ختم ہو گئی ہے۔

اس لحاظ سے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا ذکر کردہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے نزدیک حدیث دو علتوں کے باعث ضعیف ہے جن دونوں کا اس نے ذکر کیا ہے پس یہ ایسی تحقیق ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے یہ مجھے اس چیز کو صحیح قرار دینے میں شک میں ڈالتی ہے جس کو مناوی نے عراقی سے نقل کیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے معنیٰ میں وہ چیز ہے جو اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے تو ہم اس کو ضعیف قرار دینے پر خود کو روک دیتے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام کی عزت صرف عرب کیساتھ ہی مربوط نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت ان کے علاوہ کئی بھی ایمان والوں سے عطا کرتا ہے جیسا کہ اس کا ظہور دولت عثمانیہ میں ہوا یہاں تک کہ اسلامی سلطنت کی وسعت یورپ کے وسط تک پہنچ گئی، بعد ازاں جب انہوں نے شریعت اسلامیہ سے انحراف کر کے یورپ کے قوانین کو اپنایا انہوں نے اعلیٰ چیز کے عوض ادنیٰ چیز کو اختیار کیا تو ان کے شہروں سے ان کی بادشاہت کا سایہ سکڑ گیا تو ان میں اسلام کی وہ نمایاں علامات ختم ہو کر رہ گئیں۔

اسلام کے نشانات سے کچھ نشانات باقی رہ گئے اس سے بھی مسلمانوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا اور کفار انکے شہروں میں آ دھمکے اور انہوں نے مسلمانوں کو ذلت سے ہم کنار کیا البتہ کچھ مسلمان محفوظ رہے اور یہ مسلمان لوگ اگر چہ ان کے استعمار سے بظاہر محفوظ رہے جبکہ پوشیدہ طور پر استعمار نے انکی کثیر آبادیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ اقتصادیات کا مسئلہ ہے تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اسلام کو غلبہ اور عزت اور اس کے بالمقابل ذلت اسلامی قوانین پر عمل پیرا نہ ہونے سے ہے خواہ عرب ہوں یا عجمی ہوں۔

ارشاد نبوی ہے: ”اور کسی عربی شخص کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے البتہ برتری تقویٰ کے ساتھ ہے“

اے اللہ مسلمانوں کو غلبہ عطا کر اور ان کے دل میں اس حقیقت کو ڈال کہ وہ آپ کی نازل

کردہ کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کی جانب رجوع کریں تا کہ ان کے باعث اسلام کو غلبہ حاصل ہو، علاوہ ازیں یہ اسکے منافی نہیں ہے کہ اہل عرب کی جنسیت دیگر لوگوں کی جنسیت سے افضل ہے بلکہ یہی وہ حقیقت ہے جس پر میرا ایمان اور اعتقاد ہے اور اس کیساتھ ہی میں اللہ کی اطاعت میں محو رہتا ہوں۔

اگر چہ میں البانیہ کا باشندہ ہوں جبکہ میں تو اللہ پاک کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہوں جبکہ میں نے عرب کی جنسیت کی فضیلت کو ذکر کیا ہے تو یہ اہل سنت والجماعت کا نظریہ اور اس باب میں نبی ﷺ سے جو احادیث وارد ہیں ان کا مجموعہ اس پر دلالت کر رہا ہے ان میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کہ ”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کا انتخاب کیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کا اور بنو کنانہ سے قریش کا اور قریش سے بنو ہاشم کا جب کہ بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا“ (احمد ۴/۱۰۷، ترمذی ۳۹۲/۴)

ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس کا اصل صحیح مسلم (۴۸/۷) میں ہے اور اسی طرح بخاری نے التاریخ الصغیر (ص ۶) میں واثلۃ بن اسقع کی حدیث سے جب کہ اس کا شاہد ترمذی میں ہے عباس بن عبد المطلب ﷺ سے ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے مزید ایک شاہد عبداللہ بن عمر ﷺ سے مستدرک حاکم (۸۶/۴) میں ہے اس نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

جب کہ ضروری ہے کہ عربی شخص اپنی جنسیت پر فخر سے باز رہے جب کہ اس کا شمار تو جاہلیت کے معاملات سے ہے جن کو ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے باطل قرار دیا ہے اس کی وضاحت گزر چکی ہے جیسا کہ ضروری ہے کہ ہم اس سبب سے خود کو جہالت میں نہ رکھیں جس کے باعث اہل عرب کو افضلیت کا استحقاق عطا کیا کہ وہ دعوت اسلامیہ کے حامل ہوں اور اس کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عربی شخص اس کو پہچان لے گا اور اس پر محافظت کرے گا تو اس کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے اسلاف کی مانند صالح شخصیت کا روپ دھارے اور دعوت اسلامیہ کو آگے پہنچائے لیکن اگر وہ اس سے خالی ہے تو اس کو کچھ فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک عجمی شخص جو اسلامی اخلاق کے ساتھ موصوف ہے وہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے۔

جب کہ حقیقی فضیلت تو اس دین کی تابعداری کا نام ہے جس کے ساتھ محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا اس میں ایمان کی حرارت کے ساتھ علم بھی ہو پس جس قدر جس میں زیادہ علم ہوگا وہ افضل ہوگا جب کہ فضیلت تو ان امور کے باعث ہے جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اسلام ایمان کے ساتھ ساتھ نیکی کا جذبہ تقویٰ اور علم کی روشنی ضروری ہے، مزید برآں عمل صالح اور مقام احسان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے نہ

صرف اس قدر کہ وہ انسان ہے عربی ہے یا عجمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا نبی ﷺ کے اس ارشاد کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص کے عمل میں کوتاہی ہے اس کا نسب اس کو کچھ فائدہ نہیں دے گا (مسلم) اس حقیقت کو ایک عربی شاعر نے بیان کیا ہے۔

لسنا وإن أحسابنا كرمت یوماً علی الأحساب نتکل

نبنی کما کانت أوائلنا تبنی ونفعل مثل ما فعلوا

"ہم کچھ نہیں ہیں اگرچہ ہمارا حسب ونسب عزت والا ہے کہ ہم ایک دن بھی حسب ونسب پر بھروسہ کریں ہم اسی طرح اپنی زندگی کو اخلاقیات کی لحاظ سے اپنائیں جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنایا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلیں جس طرح وہ چلتے رہے"

خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب کی فضیلت ان خصوصیات کے باعث ہے جو ان میں متحقق تھیں لیکن جب وہ خصوصیات ختم ہو جائیں کہ ان کے چھوڑنے کے باعث فضیلت جاتی رہے گی، جب عجمی لوگ ان خصوصیات کے دامن کو تھام لیں گے اور ان سے بہتر ہوں گے یاد رکھیں کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں البتہ تقویٰ کے باعث ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ لوگ گمراہ ہیں جو عربیت کی جانب دعوت دیتے ہیں جبکہ ان میں کوئی خاص وصف نہیں جن کے باعث ان کو خصوصیت اور فضیلت حاصل ہو بلکہ ایسے لوگ تو یورپین ہیں نہ صرف دل کے لحاظ سے بلکہ قالب کے لحاظ سے بھی ان کے برابر ہیں۔

(۱۶۴) ((اَلْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ، وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ))

ترجمہ: "مدبر غلام کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ ثلث مال سے آزاد ہوگا"

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام دارقطنی نے اس حدیث کو (ص ۴۸۳) میں اور بیہقی نے (۱۰/۳۱۴) میں عبیدہ بن حسان سے اس نے ایوب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ امام دارقطنی کا قول ہے کہ اس حدیث کو عبیدہ بن حسان کے سوا کسی نے مسند بیان نہیں کیا ہے جبکہ یہ ضعیف ہے البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف ہے اس کا قول ہے، میں کہتا ہوں: اس عبیدہ راوی کو ابو حاتم نے منکر الحدیث اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ شخص موضوع روایات کو ثقہ رواۃ سے بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کی کمزوری بلاشبہ ہے جب کہ نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے مدبر غلام کو فروخت کیا چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے اپنے غلام مدبر کو آزاد کر دیا

اس کے ہاں اس کے سوا کوئی مال نہ تھا تو یہ واقعہ نبی ﷺ کے ہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کون شخص مجھ سے اس غلام کو خرید کرے گا تو نعیم بن عبداللہ نے اس کو تین سو درہم میں خرید کیا تو اس نے اس کو اس کی جانب سپرد کر دیا (صحیح بخاری: ۵/۵۲، صحیح مسلم: ۵/۹۷) اور ان کے سوا کتب حدیث میں بھی ہے۔

چنانچہ اس حدیث کو اس سے ابن ماجہ (۲/۱۰۴) میں اور عقیلی نے (۲۹۷) میں اور دار قطنی اور بیہقی نے علی بن ظبیان کے طریق سے اس نے عبیداللہ سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے الفاظ یہ ہیں کہ مدبر غلام کو ثلث سے آزاد کیا جائے جب کہ ابن ماجہ کا قول ہے میں نے ابن ابی شیبہ سے سنا ہے اس نے کہا یہ غلط ہے ابن ماجہ نے بیان کیا کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ مرفوع نہیں ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کو اس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے مقصود علی بن ظبیان ہے ابن معین نے کہا ہے کہ وہ لاشئی ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۴۳۲) میں ذکر کیا ہے ابوزرعہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو علی بن ظبیان نے عبیداللہ سے روایت کیا ہے تو ابوزرعہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی قرأت سے خود کو روک لیا مزید براں ابن ابی حاتم نے اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اسی لئے ابن الملقن نے الخلاصۃ (۱/۱۷۹) میں کہا ہے کہ سبھی حفاظ اس پر متفق ہیں کہ موقوف حدیث صحیح ہے جب کہ اس سے امام سیوطی (رحمہ اللہ) کی غلطی نمایاں ہوتی ہے کہ اس نے اس حدیث کو الجامع میں اس کے دونوں الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۶۵) ((كُلُوا التِّينَ، فَلَوْ قُلْتُ: إِنَّ فَاكِهَةً نَزَلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ بِلَا عَجَمٍ لَقُلْتُ هِيَ التِّينُ، وَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِالْبَوَاسِيرِ، وَيَنْفَعُ مِنَ النِّقْرِسِ))

ترجمہ: ”تم انجیر تناول کرو اگر میں کہوں کہ ایک پھل جنت سے اترا ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ وہ پھل انجیر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس پھل کا استعمال بواسیر کو ختم کر دیتا ہے اور گھنٹیا کے مریض کو فائدہ دیتا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں ابن السنی کی اور ابونعیم اور دیلمی کی روایت کے ساتھ مسند الفردوس میں ابوذر سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کے شارح مناوی نے بتایا ہے ان سب نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث سے اس نے ثقہ راوی سے اس نے ابوذر سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس راوی کے مجہول ہونے کے

باعث جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس راوی کی ثقاہت محدثین کے ہاں مقبول نہیں ہے یہاں تک کہ اگر ثقہ قرار دینے والا جلیل القدر امام ہو جیسے امام شافعی اور امام احمد (رحمہ اللہ) ہیں یہاں تک کہ جس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اس کا نام واضح نہ ہو۔

پس غور کیا جائے گا اس کو ثقہ قرار دینے میں اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے جب کہ دوسری صورت میں دیکھا جائے گا کہ راجح کیا ہے اس کو ثقہ قرار دینا راجح ہے یا اس کو ضعیف قرار دینا جب کہ یہ عمل دقیق النظر محدثین کا ہے اللہ ان سے راضی ہو، اور ان کی زبردست کوشش جب وہ کسی حدیث کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہیں اس لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۲۱۴/۳) میں اس حدیث کے ذکر کے بعد کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: غالب ظن یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ اس حدیث کے بارے میں نبوت کی روشنی جلوہ گر نظر نہیں آ رہی ہے مزید براں شیخ عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۴۲۳/۱) میں کہا ہے کہ پھلوں کے بارے میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ سب موضوع ہیں بعد ازاں میں نے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو تخریج احادیث الکشاف (۲۸۶/۴) میں ابو نعیم کی جانب الطب میں منسوب کیا ہے اور امام ثعلبی نے ابو ذر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جو غیر معروف ہیں۔

(۱۶۶) ((إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَقِلُّ طَعَامُهُمْ فَتَسْتَنِيرُ بُيُوتُهُمْ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اہل بیت لوگ ان کی خوراک کم ہوتی ہے تو ان کے گھر روشن ہوتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب الجوع (۵/۱) میں اور عقیلی نے الضعفاء (۲۲۲) میں اور اس سے ابن جوزی نے الموضوعات میں اور ابن عدی نے (۱/۸۹) میں عبداللہ بن عبدالمطلب العجلی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے حسن بن ذکوان سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے جب کہ ابن جوزی نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے عقیلی نے کہا کہ عبدالمطلب راوی مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے جب کہ امام احمد کا قول ہے کہ الحسن بن ذکوان کی احادیث باطل ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۲۵۳/۲) میں برقرار رکھا ہے۔

مزید براں اس نے اس کو الجامع الصغیر میں طبرانی کی روایت سے الاوسط میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اس کی اسناد وہی ہے جیسا کہ مناوی کا کلام اس کی شرح میں ہے جب کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے العلل (۲/۵) میں اس طریق سے اور اس نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو جھوٹ قرار دیا ہے، جب کہ عبداللہ بن عبد المطلب مجہول ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۶۷) ((اَلْبِطِّيْخُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَغْسِلُ الْبَطْنَ غَسْلاً ، وَيَذْهَبُ بِالدَّاءِ أَصْلاً))

ترجمہ: ”کھانے سے پہلے تربوز کا استعمال پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس کو عیب ناک بنا دیا ہے اس نے اس حدیث کو اس کتاب میں ابن عساکر (۱/۱۴۲/۲) کی روایت سے نبی ﷺ کی کسی پھوپھی سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس کو شاذ غیر صحیح قرار دیا ہے، اس کے شارح مناوی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شذوذ کے ساتھ احمد بن یعقوب بن عبدالجبار جرجانی راوی کے بارے میں امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے واضح کیا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے میں ان میں سے کسی کی روایت کو جائز نہیں سمجھتا ہوں جب کہ اس حدیث کا شمار ان میں سے ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ احمد احادیث وضع کرتا تھا موضوع احادیث نے اس کو نمایاں کر دیا ہے اور رسوا کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ کے (ص ۱۳۴) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن عراق (۱/۳۳۱) نے اس کی موافقت کی ہے، حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد میں ذکر کیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کا اتباع کیا ہے اور ابو عمر التوقانی نے تربوز کے فضائل میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جب کہ اس کی احادیث باطل ہیں۔

(۱۶۸) ((بَرَكَةُ الطَّعَامِ اَلْوَضُوْءَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ))

ترجمہ: ”کھانے میں برکت ہوتی ہے جب کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضو کیا جائے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، طیالسی (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند (۶۵۵) میں اس کو ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں قیس نے ابو ہاشم سے روایت کی اس نے زاذان سے اس نے سلمان سے اس نے کہا

تورات میں ذکر ہے کہ کھانے میں برکت اس کے کھانے سے پہلے وضو کرنا ہے تو میں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ کے پاس کیا تو آپ نے اس کا تذکرہ کیا اور اس حدیث کو ابو داؤد (۳۷۶۱) نے روایت کیا اور ترمذی نے (۳۲۹/۱) میں اور اس سے بغاری نے شرح السنۃ (۱/۱۸۷/۳) میں اور حاکم نے (۱۰۶/۴-۱۰۷) میں اور احمد نے (۴۴۱/۵) میں کئی طرق سے قیس بن ربیع سے اس کو ذکر کیا ہے جب کہ امام ابو داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی (رحمہ اللہ) کا قول ہے ہم اس حدیث کو صرف قیس بن ربیع کی حدیث سے معلوم کرتے ہیں جب کہ قیس کو فن حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور حاکم کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں قیس بن ربیع راوی متفرد ہے اس نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے جب کہ اس کا اپنے بلند مقام پر بحیثیت منفرد کے متمکن ہونا غالب ہے اس سے کہ اس کو کتاب میں چھوڑا جائے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد میں قیس راوی متفرد ہے وہ ابو ہاشم سے روایت کرتا ہے اس میں ضعف ہے اور ارسال ہے۔

میں کہتا ہوں: جب کہ مجھ پر اس کا مرسل ہونا واضح نہیں ہوسکا ہے جس کی جانب اس نے اشارہ کیا ہے جب کہ قیس نے صراحتاً لفظ تحدیث کے ساتھ اس حدیث کو ابو ہاشم سے روایت کیا ہے جب کہ یہ شخص (ابو ہاشم) ان رواۃ سے ہے جو زاذان سے روایت کرتے ہیں اور ابن معین سے استفسار کیا گیا کہ آپ زاذان راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو سلمان سے روایت کرتا ہے اس نے کہا ہاں! اس نے سلمان اور سلمان کے علاوہ سے بھی روایت کیا ہے اور وہ سلمان میں پختہ ہے پس حدیث کی علت یہ قیس ہے اور اسی وجہ سے اس کو ان سب نے معلول قرار دیا ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کی تہذیب السنن (۲۹۷/۵-۲۹۸) میں ہے کہ مھنا نے امام احمد (رحمہ اللہ) سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا کہ اس حدیث کو صرف قیس نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو العلل (۱۰/۲) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ حدیث منکر ہے اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حدیث تھی جب کہ یہ حدیث ابو خالد الواسطی عمرو بن خالد کی احادیث کے مشابہ ہے اس کے ہاں اس قسم کی احادیث ابو ہاشم سے موضوع ہیں، میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن خالد کذاب ہے اگر یہ حدیث اس کی مروی حدیث ہے تو یہ موضوع ہے واللہ اعلم۔

جب کہ امام منذری (رحمہ اللہ) کا قول جو الترغیب (۱۲۹/۳) میں ہے بعد اس کے کہ اس نے

ترمذی کے کلام کو قیس بن ربیع کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ قیس بن ربیع (راوی) سچا ہے جبکہ اس کے بارے میں کلام ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہ تھا تاہم اسناد حسن کی تعریف سے باہر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ کلام ایسا ہے کہ اس کو رد کیا جائے اس کے بارے میں ان اونچے اہل علم لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے پس یہ لوگ فن حدیث کو خوب جاننے والے ہیں اور امام منذری سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں جب کہ امام منذری حدیث کو صحیح اور حسن قرار دینے میں سہل انگاری کا ثبوت پیش کرتے ہیں جب کہ وہ اس میدان میں ابن حبان اور حاکم کے ساتھ مشابہ ہے جو متقدمین سے ہیں اور سیوطی (رحمہ اللہ) اور اس جیسے ائمہ کے مشابہ ہیں جو متاخرین سے ہیں جب کہ اس باب میں ایک اور حدیث ہے لیکن وہ منکر ہے اس کا ذکر (ح ۱۱۷) میں گزر چکا ہے۔

بعد ازاں منذری نے واضح کیا ہے کہ سفیان کھانے سے پہلے وضو کے عمل کو مکروہ جانتے تھے امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے اور اسی طرح مالک بن انس نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور اسی طرح امام شافعی نے اس کے چھوڑنے کو مستحب قرار دیا ہے اور ابن عباس کی حدیث سے دلیل حاصل کی ہے اس نے بیان کیا: کہ ”ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ آپ بیت الخلاء میں چلے گئے بعد ازاں آپ بیت الخلاء سے واپس لوٹے تو کھانا لایا گیا ان سے کہا گیا آپ وضو کریں گے تو آپ نے فرمایا میں نے نماز ادا نہیں کرنی ہے کہ میں وضو کروں“ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ترمذی نے اس کے مثل روایت کیا ہے البتہ ان دونوں نے وضاحت کی ”کہ مجھے وضو کا حکم تب دیا گیا ہے جب میں نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوں“

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کے ضعف پر دوسری دلیل ہے جب کہ یہ ائمہ فقہاء اس کے مخالف گئے ہیں جب کہ صحیح حدیث کا ظاہر ان کے ساتھ ہے جب کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اس حدیث میں وضو سے مراد صرف دونوں ہاتھوں کا دھونا مراد لیا ہے جب کہ یہ معنیٰ نبی ﷺ کے کلام میں معروف نہیں ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے الفتاوی (۵۶/۱) میں اس کا ذکر کیا ہے پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو یہ ظاہر دلیل ہوتی کہ کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا مستحب ہے اور اس کی تاویل جائز نہ ہوتی اس بحث کو ذہن میں محفوظ کریں اور غور کریں کہ علماء نے کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کے دھونے کو مشروع قرار دینے میں اختلاف کیا ہے اس میں دو قول ہیں ان میں سے بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے جب کہ بعض نے مستحب قرار نہیں دیا ہے اور ان میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے

سفیان سے ذکر کیا ہے کہ وہ کھانے سے پہلے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے جب کہ ابن قیم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ دونوں قول امام احمد اور اس کے سوا میں ہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ مستحب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اور لائق ہے کہ اس کو مقید کیا جائے جب کہ دونوں ہاتھوں پر میل کچیل نہ ہو جس کے باعث اس کا دھونا ضروری نہیں وگرنہ دھونا ضروری ہے جب کہ یہ کیفیت کچھ نیکی والی نہیں ہے جب کہ اس کی مشروعیت کے بارے میں توقف کے لئے کچھ نیکی نہیں ہے اور اسی پر محمول کیا جائے گا اس کو جس کو الخلال نے ابوبکر المروزی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کو دیکھا وہ کھانے سے قبل اور بعد دونوں ہاتھوں کو دھویا کرتے تھے اگرچہ وہ باوضو کیوں نہ ہوتے اور خلاصہ یہ ہے کہ جس دھونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ اُمُورِ تَعَبُّدِیَہ سے نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ معنویت کا خیال رکھا جائے اگر معنویت کا تقاضا ہے تو مشروع ہے وگرنہ نہیں۔

(١٦٩) ((إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْباً ، وَإِنَّ قَلْبَ الْقُرْآنِ يٰسٓ مَنْ قَرَأَهَا فَكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشَرَ مَرَّاتٍ))

ترجمہ: ”بلاشبہ ہر چیز کا دل ہے جب کہ قرآن پاک کا دل سورت یٰسٓ ہے جس نے سورت یٰسٓ کی تلاوت کی گویا کہ اس نے قرآن پاک کی دس بار تلاوت کی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۴۶/۴) میں اور دارمی نے (۴۵۶/۲) میں حمید بن عبدالرحمٰن سے اس نے حسن بن صالح سے اس نے ہارون ابی محمد سے اس نے مقاتل بن حیان سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے ہیں مگر اس طریق سے جب کہ ہارون ابو محمد راوی مجہول ہے جب کہ اس مسئلہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کہ وہ صحیح نہیں ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے اس مسئلہ میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ حدیث ہمارے ترمذی کے نسخہ میں ہے کہ حسن غریب ہے جب کہ امام منذری نے الترغیب (۲۲/۲) میں اور حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر (۵۶۳/۳) میں اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التھذیب میں بیان کیا ہے کہ حدیث غریب ہے حافظ ابن کثیر سے ان سے نقل کرنے میں یہ بات نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے شاید یہ درست ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اس کے ظاہر میں ضعف ہے بلکہ ہارون (راوی) کے پیش نظر

حدیث موضوع ہے حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے بعد اس کے کہ اس نے امام ترمذی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو مجہول قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ میں اس کو متہم قرار دیتا ہوں اس وجہ سے کہ القضاعی نے اپنی کتاب الشھاب میں روایت کیا ہے بعدازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کی العلل (۲/۵۵-۵۶) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ مقاتل راوی ہے جب کہ یہ مقاتل بن سلیمان ہے میں نے اس حدیث کو اس کتاب کے آغاز میں دیکھا جس کو مقاتل بن سلیمان نے اپنی جانب سے وضع کیا تھا جب کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے یقین دلایا ہے اور وہ امام ہیں حجت ہیں کہ اسناد میں مذکور مقاتل راوی سلیمان کا بیٹا ہے جب کہ ترمذی اور دارمی میں مقاتل بن حیان ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے شاید یہ کسی راوی کی خطا ہو جب کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کو قضاعی نے روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اسی طرح ابو الفتح ازدی نے حمید الرؤاسی کے طریق سے اس کی پہلی اسناد کے ساتھ مقاتل سے اس نے قتادہ سے اسی طرح اس نے کہا ہے اس کی نسبت کو ذکر نہیں کیا ہے تو بعض رواۃ نے خیال کیا کہ اس سے مقصود ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان میں سے الازدی ہے اس نے وکیع سے بیان کیا ہے اس نے اس کی نسبت کو بیان نہیں کیا ہے تو بعض راویوں نے خیال کیا کہ ابن حیان ہے تو اس کی جانب نسبت کر دی ان لوگوں میں ازدی شخص ہے اس نے وکیع سے ذکر کیا ہے اس نے مقاتل بن حیان کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو جھوٹ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اسی طرح ابو الفتح نے کہا ہے اور میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ اس پر مقاتل بن حیان، مقاتل بن سلیمان کے ساتھ ملتبس ہو گیا چنانچہ ابن حیان سچا راوی ہے اس کی حدیث قوی ہے اور جس کو جھوٹا قرار دیا ہے وہ وکیع بن سلیمان ہے بعدازاں ابو الفتح نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی اسناد کو ذکر کیا ہے جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا ہے تو ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے اس نے کہا ہے کہ، میں کہتا ہوں: کہ بظاہر وہ راوی مقاتل بن سلیمان ہے، میں کہتا ہوں: جب ثابت ہوا کہ وہ ابن سلیمان ہے جیسا کہ ذہبی نے بھی اس کو تقویت عطا کی ہے اور ابو حاتم نے اس پر یقین کا اظہار کیا ہے تو حدیث قطعی طور پر موضوع ہے اس لئے کہ ابن سلیمان کذاب راوی ہے جیسا کہ وکیع اور اس کے سوا نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، بعدازاں آپ یقین کریں کہ ابو بکر سے مروی حدیث

جس کی جانب امام ترمذی نے ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے مجھے اس کے متن پر اطلاع نہیں ہو سکی ہے۔

جب کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی جو حدیث ہے حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ غور طلب ہے، بعدازاں اس نے ابو بکر کے قول کا تذکرہ کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عبد الرحمٰن بن الفضل نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب نے اس نے کہا ہمیں حمید کی نے بتایا جو آل علقمہ کا غلام ہے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے اس کو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے بعدازاں ابو بکر امام بزار نے کہا ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو زید بن حمید کے سوا نے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حمید راوی مجہول ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن الفضل امام بزار کے استاذ کو میں نہیں جانتا ہوں۔

(۱۷۰) ((إِنَّ آدَمَ ﷺ لَمَّا أَهْبَطَهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى الْأَرْضِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَيْ رَبِّ ﴿ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ؟. قَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ قَالُوا: رَبَّنَا نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ، قَالَ اللهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ: هَلُمُّوا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، حَتَّى يُهْبَطَ بِهِمَا الْأَرْضَ، فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلَانِ؟ قَالُوا: رَبَّنَا هَارُوتُ وَمَارُوتُ، فَأُهْبِطَا إِلَى الْأَرْضِ وَمُثِّلَتْ لَهُمَا الزُّهَرَةُ امْرَأَةً مِنْ أَحْسَنِ الْبَشَرِ فَجَاءَتْهُمَا فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللهِ حَتَّى تَكَلَّمَا بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْإِشْرَاكِ، فَقَالَا: وَاللهِ لَا نُشْرِكُ بِاللهِ، فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا ثُمَّ رَجَعَتْ بِصَبِيٍّ تَحْمِلُهُ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا قَالَتْ: لَا وَاللهِ حَتَّى تَقْتُلَا هٰذَا الصَّبِيَّ، فَقَالَا: وَاللهِ لَا نَقْتُلُهُ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدَحِ خَمْرٍ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، قَالَتْ لَا وَاللهِ حَتَّى تَشْرَبَا هٰذَا الْخَمْرَ، فَشَرِبَا فَسَكِرَا، فَوَقَعَا عَلَيْهَا، وَقَتَلَا الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَفَاقَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ: وَاللهِ مَا تَرَكْتُمَا شَيْئًا مِمَّا أَبَيْتُمَا عَلَيَّ إِلَّا قَدْ فَعَلْتُمَا حِينَ سَكِرْتُمَا فَخُيِّرَا بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا))

ترجمہ: ''یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم ﷺ کو زمین پر اتارا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! کیا تو زمین پر اس کو اتارتا ہے جو زمین پر فساد انگیزی کرے گا اور

خون گرائے گا ہم تیری تعریف کرتے ہوئے تیری تسبیح میں مشغول ہیں اور ہم تجھے پاکیزہ قرار دیتے ہیں اللہ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم آدم کی اولاد سے تیری زیادہ اطاعت کرنے والے ہیں تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا: تم دو فرشتوں کا انتخاب کرو جب کہ انہیں زمین پر اتارا جائے ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ کیسے عمل کریں گے فرشتوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہاروت اور ماروت دونوں فرشتوں کو زمین کی جانب اتاریں اور ان کے لئے زہرہ ستارے کو خوبصورت عورت کی شکل دی جائے تو وہ ان فرشتوں کے ہاں گئی دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس شرکیہ کلمہ کے ساتھ بات کریں فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے پھر وہ وہاں سے چلی گئی پھر وہ ایک بچے کے ساتھ واپس لوٹی اس نے اس کو اٹھایا ہوا تھا پس ان دونوں فرشتوں نے اس سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا: اس نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم اس بچے کو قتل کرو، فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قسم! ہم اس کو قتل نہیں کریں گے، بعد ازاں زہرہ شراب کا پیالہ لائی دونوں فرشتوں نے زہرہ سے نفسانی خواہش کا مطالبہ کیا اس نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تم شراب کو استعمال کرو، چنانچہ ان دونوں نے شراب کو پی لیا اس پر وہ اس عورت پر واقع ہوئے اور ان دونوں نے بچے کو قتل کر دیا جب وہ ہوش میں آئے تو عورت نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے کسی کام کو نہیں چھوڑا ہے جس کا تم نے مجھ پر انکار کیا تھا مگر تم نے وہ سب کچھ کر لیا جب تم نشہ میں بے ہوش ہو گئے تو انہیں اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا کا عذاب پسند کریں گے یا آخرت کا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو پسند کیا ''

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونا باطل ہے امام احمد نے اس حدیث کو (۲/ ۱۳۴ رقم ۶۱۷۸ طبع شاکر) میں اور عبد بن حمید نے المنتخب (ق ۱/۸۶) میں اور ابن ابی الدنیا نے العقوبات (ق ۲/۷۵) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (۶۵۱) میں زہیر بن محمد کے طریق سے اس نے موسیٰ بن جبیر سے اس

نے نافع ابن عمر کے غلام سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب کہ اس نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تو اس کا ذکر کیا۔

نیز اس طریق سے ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر (۱/۲۵۴) میں ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے جب کہ اس کے بھی رواۃ ثقہ اور بخاری، مسلم کے رواۃ ہیں سوائے اس موسیٰ بن جبیر کے جو انصاری ہے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی چیز کو ذکر نہیں کیا ہے نہ اس کو نہ اس کو اس راوی کا حال پوشیدہ ہے اور وہ حدیث کے باعث نافع سے متفرد ہے جبکہ ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ وہ راوی خطا کر جاتا ہے اور مخالفت کرتا ہے

میں کہتا ہوں: ہیثمی کو اس میں دھوکہ ہوا ہے چنانچہ اس نے مجمع الزوائد (۶/۲۱۴) میں کہا ہے جب کہ حدیث کو امام احمد کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ کے رواۃ ہیں موسیٰ بن جبیر کے سوا جب کہ وہ ثقہ ہے، میں کہتا ہوں: اگر ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں داخل کیا ہے اور اس پر حسب سابق خاموشی اختیار کی ہے تو اس پر اعتماد درست نہیں جب کہ اس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ ثقہ قرار دینے میں سہل انگار ہے پس کیسے جب اس نے اس کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ خطا کار ہے اور مخالفت کرتا ہے اور کاش کہ مجھے علم ہو جس راوی کا یہ وصف ہے وہ کیسے ثقہ ہو سکتا ہے اور اس کی حدیث کو صحیح احادیث میں کیسے نکالا جاسکتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی لئے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس موسیٰ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا حال پوشیدہ ہے مزید برآں اس سے روایت کرنے والا زہیر بن محمد راوی ہے اگر چہ اس کا شمار صحیحین کے رواۃ میں ہوتا ہے لیکن اس کے حافظہ کے بارے میں کثرت کے ساتھ کلام ہے اس کو اس وجہ سے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح والتعدیل (۱/۲/۵۹۰) میں ذکر کیا ہے اس کا مقام سچائی کا ہے جب کہ اس کے حافظہ میں کمزوری ہے اور اس کی وہ احادیث جن کو اس نے شام میں روایت کیا ہے وہ ان احادیث سے منکر ہیں جن کو اس نے عراق میں روایت کیا ہے اس لئے کہ اس کا حافظہ درست نہیں تھا چنانچہ اس نے جن احادیث کو اپنی کتب سے روایت کیا ہے وہ درست ہیں اور جن کو حافظہ کی بنیاد پر بیان کیا ہے تو ان میں اغلاط ہیں۔

میں کہتا ہوں: اور ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ ہم معلوم کریں کہ جب وہ حدیث کو کتاب سے بیان کرتا

ہے یا حفظ میں بیان کرتا ہے تو ایسی حالت میں اس کی حدیث کے قبول کرنے سے توقف اختیار کیا جائے گا لیکن یہ تب ہے اگر اس کو اس کے شیخ مستور الحال سے بچاؤ حاصل ہے مزید براں اس کی متابعت اس جیسے مستور نے کی ہو، ابن مندہ نے اس کو بیان کیا ہے، جیسا کہ ابن کثیر میں سعید بن سلمہ کے طریق سے ہے اس نے بتایا کہ ہمیں موسیٰ بن سرجس نے خبر دی اس نے نافع سے اس کی مکمل خبر دی ہے جب کہ اس کی علت بیان کرنے سے ابن کثیر نے خاموشی اختیار کی ہے البتہ اس نے اس حدیث کو غریب یعنی ضعیف قرار دیا ہے اور التقریب میں وارد ہے کہ موسیٰ بن سرجس کا حال پوشیدہ ہے، میں کہتا ہوں: کہ کچھ بعید نہیں کہ وہ پہلا ہی ہو، رواۃ نے اس کے باپ کے نام کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے جبیر بعض نے سرجس ذکر کیا ہے جب کہ یہ دونوں راوی حجازی ہیں، واللہ اعلم۔

مزید حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کعب احبار سے ذکر کرتا ہے نبی ﷺ سے ذکر نہیں کرتا ہے جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ثوری سے ذکر کیا ہے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے سالم سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا: کہ ”فرشتوں نے انسانوں کے اعمال کا تذکرہ کیا مزید براں اس کے گناہوں کا بھی تذکرہ کیا تو ان کو اختیار دیا گیا کہ تم ان سے دو افراد کا انتخاب کرو چنانچہ انہوں نے ہاروت اور ماروت کا انتخاب کیا آخر تک“

اس کو ابن جریر نے دو طریق سے اس نے اس کو عبدالرزاق سے مزید برآں اس کو ابن ابی حاتم نے احمد بن عصام سے اس نے مؤمل سے اس نے سفیان ثوری سے اس کا ذکر کیا، نیز اس کو ابن جریر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے مثنیٰ نے بتایا اس نے کہا ہمیں المعلیٰ نے خبر دی جب کہ وہ ابن اسد ہے اس نے بتایا ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے خبر دی اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس کا ذکر کیا کہ مجھے سالم نے بتایا کہ اس نے عبداللہ سے سنا وہ کعب احبار سے روایت کرتا ہے اس نے اس کا تذکرہ کیا پس یہ زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک دونوں پہلی اسانید سے جب کہ سالم اپنے باپ کے بارے میں اپنے غلام نافع سے زیادہ ثابت ہے چنانچہ حدیث گھوم کر کعب احبار کی جانب پہنچی اس نے بنی اسرائیل کی کتب سے نقل کیا ہے جب کہ شیخ رشید رضا (رحمہ اللہ) نے اس پر تعلیق کی ہے اور ذکر کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ اس واقعہ کا ان کی مقدس کتاب میں تذکرہ نہیں ہے پس اگر ان کو ان کے دور میں وضع نہیں کیا گیا ہے تو پھر یہ واقعہ ان کی خرافات والی کتب سے ہے۔

مزید براں اللہ تعالیٰ ابن کثیر (رحمہ اللہ) پر رحم فرمائے جنہوں نے ہمارے لئے وضاحت کی کہ یہ حکایت اسرائیلیات کی خرافات سے ہے، نیز مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اس واقعہ کا متقدمین ائمہ سے ایک جماعت نے انکار کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو احمد کے طریق سے ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا کہ امام احمد نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے جب کہ یہ حدیث کعب احبار سے ذکر کی گئی ہے اس نے اس حدیث کو منتخب ابن قدامة (۱۱/۲۱۳) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۶۹/۷۰) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو منکر قرار دیا۔

میں کہتا ہوں: اور وہ چیز جو حدیث کے مرفوع ہونے کو باطل قرار دینے میں تائید کرتی ہے ابن عمر کے طریق سے ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد نے اس حدیث کو ابن عمر سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) کی الدر المنثور (۱/۹۷-۹۸) میں ہے، جب کہ ابن کثیر نے مجاہد کے طریق میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد عبداللہ بن عمر تک مضبوط ہے بعدازاں یہ حدیث (واللہ اعلم) ابن عمر کی روایت سے ہے اس نے کعب سے ذکر کیا جیسا کہ اس کی وضاحت سالم بن عبداللہ کی روایت سے جو وہ اپنے والد سے کرتا ہے جب کہ اس حدیث میں دو فرشتوں کے وصف کا بیان ہے کہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہوں نے اپنے وصف کے خلاف یہ کام کیا جب کہ عام فرشتوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جس کام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو سرانجام دیتے ہیں، جب کہ دو فرشتوں کے فتنہ کو دوسری احادیث میں تین فرشتے کہا گیا ہے اس پر گفتگو دسویں جز میں ہوگی۔

(۱۷۱) ((مَنْ وُلِدَلَهُ مَوْلُودٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا تَبَرُّكًا بِهٖ كَانَ هُوَ وَمَوْلُودُهُ فِي الْجَنَّةِ))

ترجمہ: ”جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام آپ کے ساتھ تبرک حاصل کرتے ہوئے محمد رکھتا ہے تو وہ اور اس کا بیٹا جنت میں ہوں گے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن بکیر نے اس حدیث کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے جس کا نام فضل من اسمہ احمد ومحمد ”احمد اور محمد نام رکھنے میں کیا فضیلت ہے“ (ق ۱/۵۸) ہے، اور ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں حامد بن حماد السبارک العسکری نے بتایا اس نے کہا ہمیں اسحاق بن یسار ابو یعقوب النصیبی نے بتایا اس نے کہا ہمیں حجاج

بن المنہال نے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے برد بن سنان سے اس نے مکحول سے اس نے ابوامامۃ سے مرفوع ذکر کیا ہے، جب کہ ابن جوزی نے کہا ہے اس کی اسناد میں راوی ہے جس پر کلام کی گئی ہے مزید اس میں اضافہ نہیں ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۱۰۶) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ حدیث بہت بہتر ہے جب کہ اس کی اسناد حسن ہے اور مکحول کا شمار تابعین علماء اور فقہاء سے ہے اس کو کثیر ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کو حجت قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے الأدب میں اور دیگر چاروں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ (رحمہم اللہ)) نے بھی روایت کیا ہے ابن معین اور نسائی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابوحاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص مضبوط نہیں ہے مرۃ کا قول ہے کہ وہ صدوق ہے جب کہ ابوزرعہ کا قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: بلاشبہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے دور کا راستہ اختیار کیا ہے اللہ اس کو معاف کرے وہ اسناد کے بعض رجال پر کلام کرتا ہے وہ اس بات کا وہم دلاتا ہے کہ وہ راوی اس کے ہاں محل نظر میں ہے اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی علت وہ راوی ہیں جو ان کے سوا ہیں، خبردار! ان سے مقصود حامد بن حماد عسکری ابن بکیر کے شیخ مقصود ہیں چنانچہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے اس نے اسحاق بن یسار نصیبی سے موضوع حدیث کو روایت کیا ہے یہی اس کی آفت ہے۔

بعدازاں اس نے اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، اسی لئے علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ شیخ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی الموضوعات (ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ مناوی اس تحقیق سے غافل ہے اس نے سیوطی کا ساتھ دیا ہے کہ اس کو حسن قرار دیا ہے آپ اس سے دھوکے میں مبتلاء نہ ہوں۔

بعدازاں مجھے ابن عراق (رحمہ اللہ) کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے تنزیہ الشریعۃ (۱/۸۲) میں تعاقب کیا ہے جیسا کہ میں نے اس کا تعاقب کیا ہے البتہ اس نے اضافہ کیا اور بتایا لیکن میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو پایا ہے جس کو ابن بکیر نے نکالا ہے واللہ اعلم، میں کہتا ہوں: اس نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کی اسناد میں تین اشخاص ایسے ہیں میں نے نہیں پایا کہ کس نے ان کا تذکرہ کیا ہے تو ان میں ایک اس کی آفت ہے۔

(۱۷۲) ((قَالَ اللّٰہُ لِدَاوُدَ: یَا دَاوُدُ ابْنُ لِیْ فِی الْأَرْضِ بَیْتاً، فَبَنٰی دَاوُدُ بَیْتاً لِنَفْسِہٖ قَبْلَ الْبَیْتِ الَّذِیْ أُمِرَ بِہٖ، فَأَوْحَی اللّٰہُ إِلَیْہِ: یَا دَاوُدُ بَنَیْتَ بَیْتَکَ قَبْلَ بَیْتِیْ؟ قَالَ: أَیْ رَبِّ ھٰکَذَا قُلْتَ فِیْمَا قَضَیْتَ: ((مَنْ مَلَکَ اِسْتَأْثَرَ)) ثُمَّ أَخَذَ فِیْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا تَمَّ سُوْرُ الْحَائِطِ سَقَطَ، فَشَکَا ذٰلِکَ إِلَی اللّٰہِ فَأَوْحَی اللّٰہُ إِلَیْہِ أَنَّہٗ لَا یَصِحُّ أَنْ تَبْنِیَ لِیْ بَیْتاً! قَالَ: أَیْ رَبِّ وَلِمَ؟ قَالَ: لِمَا جَرٰی عَلٰی یَدَیْکَ مِنَ الدِّمَاءِ، قَالَ: أَیْ رَبِّ أَوَلَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ فِیْ ھَوَاکَ؟ قَالَ: بَلٰی وَلٰکِنَّھُمْ عِبَادِیْ وَإِمَائِیْ وَأَنَا أَرْحَمُھُمْ، فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْہِ فَأَوْحَی اللّٰہُ إِلَیْہِ: لَا تَحْزَنْ فَإِنِّیْ سَأَقْضِیْ بِنَاءَہٗ عَلٰی یَدِ اِبْنِکَ سُلَیْمَانَ ......))

ترجمہ: ’’اللہ پاک نے داود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا اے داود! میرے لئے زمین میں گھر تعمیر کرو تو داود نے اپنے لئے گھر تعمیر کیا اس گھر سے پہلے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب وحی کی کہ اے داود! تو نے اپنے لئے گھر میرے گھر سے پہلے تعمیر کیا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو نے اسی طرح کہا تھا جس کا تو نے فیصلہ کیا کہ جو شخص مالک ہوا اس کو ترجیح ہے بعدازاں اس نے مسجد کی تعمیر شروع کی جب باغ کی دیوار مکمل ہوگئی تو وہ گر پڑی تو اس نے اللہ کی جانب شکایت کی تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی یہ درست نہیں ہے کہ تو میرے لئے گھر تعمیر کرے اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار کس لئے ؟ اللہ نے فرمایا جب تیرے ہاتھ پر خون جاری ہو چکا ہے اس نے کہا اے میرے پروردگار کیوں؟ اللہ نے وضاحت کی اس لئے کہ تیرے ہاتھ پر خون جاری ہوا اس نے کہا اے میرے پروردگار! کیا یہ تیری چاہت میں نہ تھا؟ اللہ نے فرمایا ضرور! جب کہ وہ میرے بندے اور میری بندیاں ہیں اور میں ان پر رحم کرتا ہوں تو یہ بات اس پر دشوار گزری تو اللہ نے اس کی جانب وحی کی آپ غم نہ کریں بلاشبہ میں اس کی تعمیر کو آپ کے بیٹے سلیمان کے ہاتھ پر مکمل کروں گا ‘‘

تحقیق: حدیث باطل موضوع ہے، ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان کی

روایت سے اس نے محمد بن ایوب بن سوید سے اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہم کو ابراہیم بن ابی عبلۃ سے اس نے ابی الزاہریۃ سے اس نے رافع بن عمیر سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ابن جوزی کا قول ہے، میں کہتا ہوں: امام طبرانی نے اس قول کو نکالا ہے جب کہ ابن مردویہ نے تفسیر میں جب کہ صاحب المیزان نے اس پر موافقت کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

ابوزرعہ (رحمہ اللہ) کا قول ہے محمد بن ایوب کو میں نے دیکھا ہے اس نے اپنے والد کی کتب میں بہت سی موضوع چیزوں کو داخل کیا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا جب کہ اس سے داؤد علیہ السلام کا واقعہ موضوع ہے جب کہ سلیمان علیہ السلام کا تین باتوں کا سوال کرنا یہ دوسرے طریق سے وارد ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس کے سوال کو حذف کر دیا ہے اس کی جگہ پر نقطوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے جب کہ مکمل حدیث کو امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۴/۷-۸) میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن ایوب بن سوید راوی احادیث کے وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے۔

(۱۷۳) ((فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً))

ترجمہ: '' ایک ساعت غور وفکر کرنا ساٹھ (60) سال کی عبادت سے بہتر ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی اس حدیث کو الموضوعات میں عثمان بن عبداللہ القرشی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں اسحاق بن نجیح ملطی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عطا خراسانی نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس نے وضاحت کی ہے عثمان اور اس کا شیخ دونوں کذاب ہیں جب کہ امام سیوطی نے اللآلی (۲/۲۲۷) میں اس کا تعاقب اس قول کے ساتھ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء میں اس کے ضعیف قرار دینے پر اقتصار کیا ہے جب کہ اس کا شاہد ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے دیلمی کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ سعید بن میسرۃ تک ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اس نے کہا ایک ساعت رات اور دن کے اختلاف میں غور کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، میں کہتا ہوں: یہ کلام موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے الفاظ کے ساتھ مغایر ہے تو یہ بھی موضوع ہے سعید بن میسرہ کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کا معاملہ اندھیرے والا ہے جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ وہ موضوع احادیث کو روایت کرتا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے انس سے موضوع روایات کو ذکر

کیا ہے جب کہ یحییٰ بن قطان نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں اس جیسا شخص استشہاد کے قابل نہیں ہے اور نہ اس کی عزت کی جائے۔

(۱۷۴) ((إِذَا بَنَى الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ سَبْعَةَ أَوْ تِسْعَةَ أَذْرُعٍ ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ : أَيْنَ تَذْهَبُ يَا أَفْسَقَ الْفَاسِقِينَ !))

ترجمہ: ''جب مسلمان شخص سات یا نو ہاتھ دیوار تعمیر کرتا ہے تو آسمان سے اس کو منادی کرنیوالا منادی کرتا ہے اے وہ شخص جو سب فساق سے زیادہ فاسق ہے تو کہاں جا رہا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے اس حدیث کو الحلیة (۷۵/۳) میں طبرانی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ربیع بن سلیمان الجیزی نے اس نے کہا ہمیں ولید بن موسیٰ دمشقی نے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے حسن سے اس نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ حدیث غریب ہے حسن سے یحییٰ اور اوزاعی کی حدیث سے اس حدیث میں ولید بن موسیٰ القرشی متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے وہ ولید بن موسیٰ دمشقی کی طرح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن موسیٰ یہ القرشی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ امام دار قطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو قوی قرار دیا ہے اور اس کے سوا نے اس کو متروک کہا ہے اور عقیلی اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس لئے حدیث موضوع ہے، میں کہتا ہوں اور شاید وہ اس حدیث کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع ہونے میں ظاہر ہے اس لئے کہ عمارت کو اس قدر بلند کرنا جس کا حدیث میں تذکرہ ہے یہ گناہ کا کام نہیں ہے اس کو چھوڑیں کہ وہ کبیرہ گناہ ہے یہاں تک کہ اس کے کرنے والے پر حکم لگایا جائے کہ وہ سبھی فساق سے زیادہ فاسق ہے پس اللہ تعالیٰ احادیث وضع کرنے والوں کو تباہ و برباد کرے جب کہ ان میں شرم کا فقدان ہے اور وہ دوزخ میں داخل ہونے کیلئے بہت زیادہ دلیری دکھائی دیتے ہیں۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ''جس شخص نے دس ہاتھ سے بلند عمارت کو تعمیر کیا آسمان کی جانب سے اس کو آواز دینے والا آواز دے گا اے اللہ کے دشمن تیرا ارادہ کہاں کا ہے؟''

اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو انس سے روایت کیا ہے جب کہ اس کے شارح مناوی نے کہا ہے مصنف اس سے غافل ہے کہ کس۔ نے اس حدیث کو نکالا ہے اور

اس کی نسبت الدر میں طبرانی (رحمہ اللہ) کی جانب کی ہے کہ اس نے انس سے روایت کیا ہے جبکہ اس کی اسناد میں ربیع بن سلیمان الجیزی ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے ذیل الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ فقیہ متدین شخص تھا اس کا سماع ابن وہب سے پختہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کوتاہی پر جیزی کے بارے میں تعجب کرنا جب کہ اس کے اوپر ایسے رواۃ ہیں جو اس سے بھی زیادہ ضعف والے ہیں انصاف نہیں ہے خبردار! وہ ولید بن موسیٰ القرشی ہے آپ نے انس سے معلوم کر لیا ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ یہ راوی متہم ہے مزید براں حسن بصری جلیل القدر ہونے کے باوجود مدلس ہے اس نے انس سے سننے کی صراحت نہیں کی ہے پس حدیث منقطع ہے۔

مزید براں امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کو (۷۰/۴) پر ذکر کیا ہے جس کی وضاحت یہ ہے، انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں: کہ ”رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصاری شخص کے قبہ کے پاس سے ہوا آپ نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ قبہ ہے اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ہر وہ عمارت جو انسان کے سر سے بلند ہے وہ قیامت کے دن اس کے لئے وبال ہوگی“ (طبرانی الاوسط) اس کے راوی ثقہ ہیں، میں کہتا ہوں امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی سنن (۳۴۷/۳، ۳۴۸) میں اسی طرح بیان کیا ہے اور وہ حدیث ہے جو آگے ذکر ہونے والی حدیث کے بعد ہے۔

(۱۷۵) ((مَنْ بَنٰی بِنَاءً فَوْقَ مَا یَکْفِیْهِ کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِحَمْلِهٖ عَلٰی عَاتِقِهٖ))

ترجمہ: ”جس شخص نے ایسی عمارت تعمیر کی جو اس کی ضرورت سے زائد ہے تو اس کو قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے“

تحقیق: حدیث باطل ہے، طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۷۱/۳) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲-۱/۳۳۳) میں جب کہ ابونعیم نے (۲۵۲/۸) میں میتب بن واضح کے طریق سے اس نے کہا ہمیں یوسف نے اس نے سفیان ثوری سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے ابوعبیدہ سے اس نے عبداللہ بن مسعود سے مرفوع ذکر کیا جب کہ ابونعیم اور ابن عدی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے حدیث ثوری کی حدیث سے غریب ہے اس کی اسناد میں میتب راوی یوسف سے متفرد ہے، مزید براں اس کو ابونعیم نے (۲۵۲/۸) میں محمد یعنی ابن میتب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن خبیق نے بتایا اس نے کہا ہمیں یوسف بن اسباط نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کا سبب یوسف بن اسباط ہے ابو حاتم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتب کو دفن کر دیا تھا جب کہ وہ شخص کثرت کے ساتھ اغلاط کا مرتکب ہوتا ہے جبکہ وہ صالح شخص تھا لیکن وہ شخص اس لائق نہیں کہ اس کو حجت قرار دیا جائے اس کے بیٹے نے اس کا ذکر اس کی حدیث کے ساتھ کیا ہے جو الجرح والتعدیل (۲۱۸/۲/۴) میں ہے جب کہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۴/۷۰) میں بیان کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں مسیّب بن واضح (راوی) کو نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبداللہ بن خُبیق نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے چنانچہ حدیث میں علت ان کے شیخ ابن اسباط ہیں، مزید برآں اس کی ایک اور علت ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ اور اس کے باپ عبداللہ بن مسعود کے درمیان انقطاع ہے جب کہ ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے جبکہ حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء (۴/۲۰۸) میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، مزید براں اس کو طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے مسیّب کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۱۱۵-۱۱۶) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو مسیّب بن واضح نے یوسف بن اسباط سے ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ میرے باپ نے کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس اسناد کے ساتھ اس کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۷۶) ((كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَالَا، إِلَّا مَالَا، يَعْنِي مَالَا بُدَّ مِنْهُ))

ترجمہ: ’’ہر قسم کی عمارت کی تعمیر اس کے تعمیر کرنے والے پر وبال ہے البتہ ایسی عمارت جس کے بغیر چارہ نہیں ہے‘‘

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابو داؤد (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۴۷-۳۴۸) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور طحاوی (رحمہ اللہ) نے مشکل الآثار (۱/۴۱۶) میں اور احمد نے (۳/۲۲۰) میں ابو طلحہ اسدی سے اس نے انس بن مالک سے روایت کیا ’’کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے آپ نے ایک اونچا محل دیکھا آپ نے دریافت کیا یہ کس کا ہے تو آپ کے صحابہ کرام نے آپ کو آگاہ کیا کہ یہ مکان فلاں انصاری شخص کا ہے، راوی نے بیان کیا کہ آپ نے اس جواب پر خاموشی کا اظہار کیا اور اس کو اپنے دل میں رکھا یہاں تک

کہ جب مکان کا مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ لوگوں کو السلام علیکم کہہ رہا تھا لیکن آپ نے اس سے روگردانی کی آپ نے روگردانی کو بار بار دہرایا یہاں تک کہ اس شخص نے بھانپ لیا کہ آپ اس سے ناراض ہیں تو اس نے اپنے رفقاء سے اس کا شکوہ کیا اس نے وضاحت کی اللہ کی قسم! میں اللہ کے رسول ﷺ کو عام کیفیت میں نہیں پا رہا ہوں انہوں نے بتایا: کہ وہ باہر نکلا اس نے اپنے محل کو دیکھا راوی نے بیان کیا کہ وہ شخص اپنے محل کی جانب گیا اس نے محل کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

پس رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر نکلے آپ نے اس محل کو نہ دیکھا آپ نے دریافت کیا اس محل کا کیا بنا؟ صحابہ کرام نے بتایا: اس محل کے مالک نے ہمارے سامنے شکوہ کیا کہ آپ اس سے روگردانی کر رہے ہیں تو ہم نے روگردانی کے سبب سے اس کو آگاہ کیا تو اس نے اس کو گرا دیا اس پر آپ نے فرمایا خبردار! بلاشبہ ہر محل اس کے صاحب کیلئے وبال ہے البتہ وہ محل وبال نہیں جس کی ضرورت ہے''

حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۴/۲۰۲-۲۰۴) میں اس کی اسناد کو مضبوط کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں! جبکہ اس کی اسناد میں ابوطلحہ اسدی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی تالیف التقریب میں ہے کہ یہ راوی متابعت کے ساتھ تو مقبول ہے وگرنہ اس کی حدیث ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اس کی متابعت موجود ہے چنانچہ ابن ابی حاتم کی العلل (۲/۱۰۲) میں ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو بیان کیا جس کو مروان بن معاویہ نے محمد بن ابی زکریا سے روایت کیا ہے اس نے عمار سے اس نے انس سے روایت کیا اس نے بیان کیا: کہ ''رسول اللہ ﷺ کا انصار کے گھروں کی جانب سے گزر ہوا تو آپ نے ایک تعمیر شدہ محل کو دیکھا آپ نے دریافت کیا اے انس! یہ محل کس کا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر عمارت اس کے تعمیر کرنے والے کیلئے باعث وبال ہے مگر وہ عمارت جس میں رہائش پردے والی ہے'' اور اس نے حدیث کا ذکر کیا اس پر میرے باپ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ غلط ہے جب کہ یہ ابو عمار بن میمون ہے اور ابن ابی زکریا راوی مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ایسی متابعت ہے جو ضعف میں اضافہ کر رہی ہے جبکہ زیاد بن میمون احادیث وضع کیا کرتا تھا اس نے خود اس کا اقرار کیا ہے نیز اس حدیث کو ابن ماجہ نے (۲/۵۴۰) میں عیسیٰ بن عبداللہ بن ابی فروہ کے طریق سے اس نے کہا مجھے اسحاق بن ابی طلحہ نے انس سے بیان کیا ہے جیسا کہ اس عیسیٰ راوی کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ معروف راوی نہیں ہے اور شاید اس کا ارادہ ابوطلحہ کہنے کا تھا تو غلطی کرتے ہوئے اسحاق بن ابی طلحہ کہہ دیا۔

نیز امام طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۴۹/۱) میں اس وجہ سے روایت کیا ہے جبکہ اس نے اس کا نام عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی فروہ بتایا ہے اور اس نے وضاحت کی کہ وہ متفرد ہے جبکہ وہ مجہول ہے میں اسکے حالات معلوم نہیں کر پایا ہوں جبکہ طبرانی کے طریق سے الضیاء نے اس کو المختارۃ (۱/۴۸۴) میں اور اس نے مجمع الزوائد (۴/۶۹-۷۰) میں کہا ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں جبکہ ابونعیم نے اس کو اخبار اصبہان (۱/۱۳۹) میں عطاء بن جبلہ کے طریق سے اس نے بتایا کہ اعمش نے ہمیں بتایا وہ زید بن وہب سے اس نے انس سے اس کو بیان کیا ہے جبکہ اس عطاء (راوی) کو ابوزرعہ نے منکر الحدیث کہا ہے۔

(۱۷۷)((مَنْ بَنَى بُنْيَاناًفِيْ غَيْرِظُلْمٍ وَلَا اِعْتِدَاءٍ اَوْغَرَسَ غَرْسًا فِيْ غَيْرِظُلْمٍ وَ لَا اِعْتِدَاءٍ كَانَ اَجْرُهُ جَارِيًا مَاانْتَفَعَ بِهِ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى))

ترجمہ: ”جس نے عمارت تعمیر کی کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی یا اس نے کوئی درخت لگایا کسی پر ظلم اور دست درازی نہیں کی تو اس کا ثواب اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اللہ رحمان کی مخلوق سے ایک شخص بھی اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہے “

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام احمد نے اس حدیث کو (۳/۴۳۸) میں اور طحاوی نے المشکل (۱/ ۴۱۶-۴۱۷) میں زبان بن فائد کے طریق سے اس نے سہل بن معاذ الجہنی سے اس نے اپنے باپ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ حدیث ضعیف ہے زبان راوی حدیث میں ضعیف ہے اگر چہ وہ نیکو کار عبادت گزار تھا جیسا کہ حافظ نے التقریب میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ حدیث مجمع الزوائد (۴/۷۰) میں ہے اس حدیث کو طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں زبان بن فائد راوی کو احمد اور اس کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابوحاتم نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۱۷۸)((مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ))

ترجمہ: ”جس شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو اس کے کسی گناہ پر عار دلائی تو وہ فوت نہیں ہو گا یہاں تک کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کرے گا “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۳/۳۱۸) میں جبکہ ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ ”غیبت کی مذمت“ میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۹۶) میں اور خطیب نے اپنی تاریخ (۲/۳۳۹-۳۴۰) میں محمد بن حسن بن ابی یزید الھمدانی کے طریق سے اس نے ثور بن یزید سے

اس نے خالد بن معدان سے اس نے معاذ بن جبل سے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے جبکہ اس کی اسناد میں اتصال نہیں ہے اور خالد بن معدان نے معاذ بن جبل کو نہیں پایا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث کیسے حسن ہے جبکہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے نیز اسناد میں محمد بن حسن راوی ابن معین اور ابوداؤد (رحمہما اللہ) نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ المیزان میں ہے بعدازاں اس کی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسی لئے الصغانی نے اس کو الموضوعات (ص ٦) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابن جوزی نے اس کو ابن ابی الدنیا کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

بعدازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس میں محمد بن حسن راوی کذاب ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اللآلی (۲/ ۲۹۳) میں کیا ہے، میں کہتا ہوں امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جب کہ اس کا ایک شاہد بھی ہے، میں کہتا ہوں: پھر اس نے شاہد کا ذکر کیا ہے اور وہ حسن کے طریق سے ہے اس نے بیان کیا کہ ''جس نے اپنے بھائی کو اس گناہ کے باعث طعنہ دیا ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو وہ فوت نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ اس کو اس میں مبتلاء کرے گا'' جب کہ یہ حدیث نبی ﷺ تک مرفوع نہیں ہے تو اس کی اسناد میں صالح بن بشیر المری (راوی) ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے پس وہ شاہد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ضعف ہے اور مرفوع بھی نہیں ہے۔

(۱۷۹) ((اَلدُّعَاءُ سَلَاحُ الْمُؤْمِنِ ، وَعِمَادُ الدِّيْنِ ، وَنُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ))

ترجمہ: ''دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/ ۲۹۶) میں اور حاکم نے (۱/ ۴۹۲) میں اور قضاعی نے (۱/۲/۴) میں حسن بن حماد الضبی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبیر ہمدانی نے اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے علی سے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ محمد بن حسن یہی وہ التل ہے جب کہ کوفی لوگ اس کو سچا قرار دیتے ہیں اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی موافقت کی ہے جب کہ یہ اس کی فحش غلطی ہے اس کے دو سبب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود المیزان میں اس کو بیان کیا ہے علی بن حسین (رحمہ اللہ) اور اس کے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع

ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ محمد بن حسن الھمدانی یہ وہ النقل راوی نہیں ہے جو سچا ہے جیسا کہ حاکم نے کہا ہے سوائے اس کے نہیں وہ تو محمد بن حسن بن ابی یزید ہمدانی ہے جو فن حدیث میں مشہور کذاب ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس پر چند اسباب دلالت کرتے ہیں۔

(۱) خود امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے حالات میں ذکر کیا ہے اس کی تکذیب کو ابن معین اور اس کے سوا نے نقل کیا ہے اور اسی طرح ابن عدی نے اس کا اس کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

(۲) امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **مجمع الزوائد** (۱۴۷/۱۰) میں ذکر کیا ہے اور اس نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلی نے ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن الحسن بن ابی یزید راوی متروک ہے۔

(۳) محمد بن حسن النقل نے اپنے شیوخ میں جعفر بن محمد کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ اس کا تذکرہ محمد بن حسن ہمدانی کے اساتذہ میں کیا ہے۔

(۴) النقل راوی کو ھمدان کی جانب منسوب نہیں کیا گیا ہے جبکہ ہمدان کی جانب ابن ابی یزید کو منسوب کیا گیا ہے پس یہ حقیقت واضح ہے کہ لفظ الزبیر مستدرک میں بعض راویوں پر ابو یزید سے تبدیل ہو گیا ہے اور اس بنیاد پر حاکم اس جانب گیا ہے کہ وہ النقل ہے تو اس سے غلطی سرزد ہو گئی ہے، واللہ اعلم

جب کہ حدیث کا پہلا جملہ فضیل بن عیاض کے کلام سے ہے السلفی نے اس کو **الطیوریات** (۱/۶۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی ایک اور حدیث میں ذکر کیا گیا ہے جو ضعیف ہے اور وہ آگے آنے والی حدیث ہے ملاحظہ کریں۔

(۱۸۰) ((أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُنْجِيكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَيَدُرُّ لَكُم أَرْزَاقَكُمْ ؟ تَدْعُونَ اللهَ لَيْلَكُمْ وَنَهَارَكُمْ ،فَإِنَّ الدُّعَاءَ سِلاَحُ الْمُؤْمِنِ))

ترجمہ: ''کیا میں تمہاری رہنمائی اس چیز پر نہ کروں؟ جو تم کو تمہارے دشمن سے نجات عطا کرے اور تمہارے رزق کو زیادہ کرے تم رات دن اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہو اس لئے کہ دعا ایماندار شخص کا ہتھیار ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام ہیثمی نے **مجمع الزوائد** (۱۴۷/۱۰) میں ذکر کیا ہے کہ ابو یعلی نے اس حدیث کو جابر بن عبداللہ کی حدیث سے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں محمد بن ابو حمید راوی ضعیف ہے جب کہ شیخ عجلونی کا قول جو **الکشف** (۴۰۳/۱) میں گذشتہ حدیث کے بعد ہے اور اس ہیثمی کے قول کے بعد ہے، ابن الغرس نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے شاید اس کا ارادہ

بلحاظ جبر کے ہے آپ غور کریں میں کہتا ہوں: آپ کو علم ہے کہ وہ حدیث جو اس سے پہلے ہے وہ موضوع ہے پس اس کا ہرگز کچھ اثر نہیں ہے کہ وہ اس ضعیف حدیث کو قوت عطا کرے جیسا کہ یہ حقیقت اصطلاح حدیث میں ثابت شدہ ہے۔

(۱۸۱) ((إِنَّ الرِّزْقَ لَا تَنْقُصُهُ الْمَعْصِيَةُ وَلَا تَزِيْدُهُ الْحَسَنَةُ وَتَرْكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ))

ترجمہ: ”نافرمانی سے رزق میں کمی نہیں آتی ہے جب کہ نیکی کے کام سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا ہے البتہ دعا کو چھوڑنا نافرمانی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الصغیر (ص ۱۴۷) میں اور ابن عدی نے الکامل (۲/۱۱) میں اسماعیل بن یحیٰی التیمی کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عطیہ سے اس نے ابی سعید سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ اسناد موضوع ہے یہ اسماعیل راوی کذاب ہے جیسا کہ ابوعلی نیشاپوری، دارقطنی اور حاکم (رحمہم اللہ) نے کہا ہے جبکہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اکثر روایات جو وہ بیان کرتا ہے وہ باطل ہیں جب کہ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے اس کی حدیث پہلے گزر چکی ہے جبکہ مناوی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے امام سخاوی نے اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ بھی ناواقف ہیں کہ حدیث میں علت حقیقی کیا ہے وگرنہ قصور کو صرف عطیہ کے سر پر باندھا جاتا جب کہ اسماعیل کذاب کا ذکر ہی نہ ہوتا۔

مزید براں جو چیز اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے“ (اس کو بخاری مسلم اور دیگر نے روایت کیا ہے) پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نیک کام کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ عمر کے زیادہ ہونے کا سبب بھی ہے جب کہ تحقیق کے لحاظ سے اس کے درمیان اور اللہ کے اس قول کے درمیان کچھ تعارض نہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ”کہ جب ان کا وقت آجائے گا تو ایک ساعت تاخیر اور تقدیم ممکن نہیں“

(۱۸۲) ((خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهِ مَالَمْ يَأْثَمْ))

ترجمہ: ”تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنے خاندان سے مدافعت کرتا ہے جبکہ گناہ کا کام نہ ہو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابوداود (رحمہ اللہ) نے (رقم ۵۱۲۰) میں اس کا ذکر کیا ہے ایوب بن سوید کے

طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے سعید بن مسیب سے سنا ہے وہ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی سے روایت کرتا ہے اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اس کا تذکرہ کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے اس کا باعث ایوب بن سوید راوی ہے اس کو احمد، ابوداؤد (رحمہ اللہ) اور ان کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو پختہ راوی قرار نہیں دیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲۳۱/۲) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے بتایا پہلے ہم نے ایوب بن سوید کے بارے میں اسامہ بن زید کی حدیث کا انکار کیا جس کو اس نے سعید بن مسیب سے اس نے سراقہ بن مالک سے اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسامہ نے سعید بن مسیب سے کچھ ذکر کیا ہو۔

جب کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ایک دوسرے مقام (۲۰۹/۲) میں کہا ہے میرے باپ نے کہا کہ میں کچھ وقت سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین سے ذکر کیا گیا کہ اس سے ایوب بن سوید کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں جب کہ سعید بن مسیب سراقہ سے ذکر نہیں کرتا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے اس کا باب واقدی کی حدیث ہے، اس حدیث کو امام منذری نے **مختصر السنن** (۱۸/۸) میں ایوب بن سوید کے باعث معلول قرار دیا ہے، مزید براں سعید بن مسیب اور سراقہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ اللہ) شرح **الجامع الصغیر** میں اس انقطاع سے غافل ہے اس نے حدیث کو صرف ایوب کے باعث معلول قرار دیا ہے۔

جب کہ امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **مجمع الزوائد** (۱۱۰/۸) میں خالد بن عبداللہ بن حرملہ المدلجی کی حدیث سے ذکر کیا ہے بعدازاں طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ایسے رواۃ سے ذکر کیا ہے جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں وہ چیز جس کا تقاضا فن حدیث کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے اگر امام ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو موضوع قرار نہ دیا ہوتا اس لئے کہ وہ تو ایسا امام ہے جو حجت ہے واللہ اعلم۔

(۱۸۳) ((لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ))

ترجمہ: ”مسجد کے پڑوس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ہی ہوتی ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (ص ۱۶۱) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) نے (۲۴۶/۱) میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے (۵۷/۳) میں سلیمان بن داؤد یمامی کے طریق سے اس

نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابی سلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ سلیمان ہے بلاشبہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے ابن معین (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے امام بخاری (رحمہ اللہ) کے قول کا ذکر کیا ہے کہ جس راوی کو میں منکر الحدیث کہوں اس کی حدیث کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، بعدازاں امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو محمد بن سکین شقری المؤذن کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن بکیر غنوی نے اس نے محمد بن سوقۃ سے اس نے محمد بن المنکدر سے اس نے جابر سے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ اس کے ہاں یہ لفظ ہے: کہ ''اس شخص کی نماز نہیں ہے جو اذان سنتا ہے لیکن وہ نماز کے لئے نہیں آتا ہے سوائے کسی معقول علت کے'' اس کی اسناد محمد بن مسکین راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **الجرح والتعدیل** (۳/۲/۲۸۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اس کو مجہول قرار دیتے تھے ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی غیر معروف ہے جبکہ حدیث منکر ہے اس کے علاوہ اس کی حدیث کو پہلے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اس حدیث کو عقیلی نے بھی اس طریق سے **الضعفاء** میں دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ایک دوسرے صالح طریق سے ذکر کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا اشارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی جانب ہے کہ ''جس شخص نے اذان کے کلمات کو سنا پھر وہ نماز ادا کرنے کے لئے نہ آیا اس کی نماز نہیں ہے اگر کوئی عذر نہیں ہے'' اس کو ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے جب کہ ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد صحیح ہے جب کہ امام نووی، عسقلانی اور ان سے پہلے امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے البتہ **التاج الجامع للأصول** (۲۶۸/۱) کے مؤلف کا قول ہے کہ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے پس اس کی کثیر اغلاط اور تخلیطات کو **نقد التاج** (رقم ۱۸۰) میں جمع کیا ہے، اس حدیث کو اس کے پہلے الفاظ کیساتھ امام صغانی نے **الاحادیث الموضوعة** (ص ٦) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جوزی نے اس کو الموضوعات میں صالح کے طریق سے جولیث کا کاتب تھا سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عمر بن راشد نے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے زہری سے اس نے عروہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے بیان کیا: ابن حبان کا قول ہے: کہ عمر راوی کا تذکرہ جب کیا جائے تو اس کے عیب کو ذکر کیا جائے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس کا کہنا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ عجلی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے جب کہ ترمذی، ابن ماجہ (رحمہما اللہ) نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کا ایک طریق جابر، ابو ہریرۃ اور علی رضی اللہ عنہ سے ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے مراد جابر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے البتہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے ابن حبان کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے موقوف ذکر کیا ہے، جب کہ اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے ابو حبان کے والد کا نام سعید بن حبان ہے، ذہبی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ بالکل غیر معروف ہے جب کہ ابن القطان (رحمہ اللہ) نے اس کو مجہول قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حبان اور امام عقیلی (رحمہما اللہ) دونوں نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے گویا کہ ذہبی اور ابن القطان (رحمہما اللہ) نے ان دونوں کی توثیق کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

تنبیہ: عمر بن راشد راوی جس کو ابن حبان (رحمہ اللہ) نے مطعون قرار دیا ہے اور عجلی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے وہ ابو حفص یمامی ہے جب کہ اس کے طبقہ سے ایک اور راوی ہے اس کا نام عمر بن راشد الجاری المصری ہے جب کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ وہ حدیث کا راوی ہے اس کی دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس سے روایت کرنے والا صالح کاتب اللیث مصری ہے۔

جب کہ دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس روایت میں اس کا شیخ اس میں ابن ابی ذئب ہے جب کہ محدثین نے اس کو یمامی کے شیوخ میں ذکر نہیں کیا ہے پس جب یہ صحیح ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور اس کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے، دار قطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ ثقہ رواۃ پر حدیث کے وضع کرنے میں متہم تھا جب کہ کسی حدیث کا ان طرق سے آنا جن کو ہم نے بیان کیا ہے وہ اس حدیث کو موضوع کے دائرہ سے نکال کر ضعیف کے درجہ کی جانب لے جاتی ہے، البتہ امام مناوی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ اس کے شواہد سے بخاری، مسلم کی حدیث ہے: کہ "جس نے اذان کے کلمات کو سنا لیکن نماز کے لئے نہ آیا تو اس کی نماز قبول نہیں جب کہ کوئی عذر نہیں ہے" تو اس میں دو طریق سے نظر ہے۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ وہ باب کی حدیث کی شاہد نہیں ہے اور وہ اس سے اخص ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کیلئے لائق ہے کہ وہ اسی مسجد میں نماز ادا کرے جس کے پڑوس میں وہ مقیم ہے اگر اس کے علاوہ کسی مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز نہیں ہے جبکہ دلیل جو شاہد ہے وہ اس کا فائدہ نہیں دیتی ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جبکہ یہ ضعیف حدیث اور صحیح حدیث کے درمیان جوہری فرق ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس حدیث کو بخاری، مسلم کی جانب منسوب کرنا ظاہر غلطی ہے جیسا کہ ہماری پہلی تخریج اس کا پتہ دے رہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث اپنے پہلے الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے اس میں دلیل نہیں ہے جبکہ دوسرے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے اس کے پہلے شاہد کا خیال رکھا گیا ہے۔

(۱۸۴) ((إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ ، فَإِنَّ ذَٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ))

ترجمہ: ”جب تم بیمار شخص کے ہاں جاؤ تو تم اس کی عمر کے بارے میں رغبت دلاؤ کہ ابھی اور زندگی ہے اس کے کہنے سے کسی چیز کو لوٹایا نہیں جا سکتا البتہ اس کا مزاج مطمئن ہوگا “

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس کو (۱۷۷/۳) میں اور ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے (۴۳۹/۱) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۴۴) میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمی کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو سعید خدری ﷺ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس کو ھذا حدیث غریب کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ موسیٰ راوی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کی احادیث کو اپنی الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جیسا کہ حدیث (نمبر ۱۱۲) میں گزر چکا ہے۔

جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں منکر روایات کو ذکر کیا ہے یہ بھی ان میں سے ہے جب کہ امام مناوی (رحمہ اللہ) نے امام نووی (رحمہ اللہ) سے ذکر کیا ہے کہ اس نے الاذکار میں اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ حافظ (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے اور اسی طرح اس نے بذل الماعون (۲/۲ من الکراس ۱۱) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: جب کہ العلل لابی حاتم (۲۴۱/۲) میں ہے میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کو

منکر قرار دیا گویا کہ موضوع ہے جب کہ موسیٰ (راوی) غایت درجہ ضعیف ہے۔

(۱۸۵) ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرُمَاتِ))

ترجمہ: ”سب قسم کی حمد وثنا اللہ کی ذات کیلئے خاص ہے بیٹیوں کو دفن کرنا باعث عزت وشرف ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۳/۱۴۴/۲) میں اور الاوسط (۱/۷۶/۲) میں اور بزار اور ابوالقاسم المہرانی (رحمہ اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۳/ ۱/۲۶) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی تاریخ (۵/۵۷) میں اور قضاعی (رحمہ اللہ) نے مسند الشهاب (۲/۱۵) میں اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۱/۲۱۶، ۸/۵۰۳/۱، ۱۱/۲۶۲/۱، ۱۵/۱۵۹/۲، ۱۶/۲۵/۲) عراک بن خالد بن یزید کے طریق سے اس نے عثمان بن عطاء سے وہ اپنے باپ سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے اس نے بتایا: ”جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رقیہ کے بارے میں تعزیت کی گئی جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اور پھر اس حدیث کا ذکر کیا جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کا قول ہے یہ حدیث نبی ﷺ سے سوائے اس اسناد کے روایت نہیں کی گئی ہے، اور المہرانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے: کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عثمان بن عطاء متفرد ہے جب کہ یہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) کے قول سے بہتر ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے پس اس کو رد کیا گیا ہے۔

ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو الکامل (۱۳۰۰) میں محمد بن عبد الرحمٰن بن طلحہ قرشی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں عثمان بن عطاء نے اس کے بارے میں بتایا جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عثمان راوی ضعیف ہے جب کہ اس کے باپ کا حافظہ ردی ہے اور عراک قوی نہیں ہے اور محمد بن عبد الرحمٰن ضعیف ہے وہ احادیث کی چوری کیا کرتا تھا اس نے کہا اور میں نے اپنے شیخ عبد الوہاب بن انماطی الحافظ (رحمہ اللہ) سے سنا ہے وہ اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی بات نہیں کی ہے۔

جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۴۳۸) میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے جبکہ اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کیا ہے جس میں ہم نے اس کے اقرار کا ذکر کیا ہے جب کہ امام صغانی نے بھی اس حدیث کو الموضوعات (ص ۸) میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ حدیث ہے۔

(۱۸۶) ((دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرُمَاتِ))

ترجمہ: ''بیٹیوں کو دفن کرنا عظمت کے کاموں سے ہے ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو الکامل (۲/۸۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے (۲۹۱/۷) میں حمید بن حماد کے طریق سے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے عبداللہ بن دینار سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کو ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے حمید بن حماد کے بارے میں ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے منکر احادیث کو بیان کرتا ہے جب کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اسی وجہ سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور اس حدیث کو اس لحاظ سے الموضوعات میں شامل کیا ہے۔

مزید براں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے حمید راوی ثقہ رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی میں اس کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث ہے اس کیساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو بھی الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا بھی تعاقب کیا ہے ایسے کلام کے ساتھ جس کا تذکرہ ابن عدی (رحمہ اللہ) سے پہلے گزر چکا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے اور مؤلف نے مختصر الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(۱۸۷) ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْزِلُ عَلٰى أَهْلِ هٰذَا الْمَسْجِدِ - مَسْجِدِ مَكَّةَ - فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ: سِتِّيْنَ لِلطَّائِفِيْنَ، وَأَرْبَعِيْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ وَعِشْرِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ مکہ کی مسجد کے لوگوں پر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں اتارتا ہے ساٹھ طواف کرنے والوں کیلئے اور چالیس نمازیوں کیلئے اور بیس دیکھنے والوں کیلئے ہیں ''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاوسط (۲/۱۲۳/۱) میں اور ابن عساکر نے (۲/۴۷۶/۹) میں اور الضیاء نے المنتقی من مسموعاته بمرو میں اس نے عبدالرحمٰن بن سفر دمشقی سے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے بتایا اس نے عطاء سے اس نے کہا مجھے عبداللہ بن عباس نے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع الصغیر میں مستدرک حاکم کیلئے الکنی

میں اور ابن عساکر کیلئے منسوب کیا ہے، جبکہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اوزاعی سے صرف ابن السفر نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ ابن سفر تو کذاب ہے وہ حدیث کو وضع کرتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا امام مناوی نے **شرح الجامع** میں اس حدیث کو خطیب کی جانب منسوب کرنے کے بعد اس کو التاریخ میں بھی منسوب کیا ہے اور بیہقی نے **شعب الایمان** میں بیان کیا ہے۔

جب کہ مصنف کا ظاہری انداز یہ ہے کہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے کہ اس نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن سفر کے حالات میں اس کی حدیث سے بتایا ہے جبکہ اس نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے کہ وہ متروک ہے جب کہ ذہبی نے اس کی متابعت کی ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متفرد ہے اور اس کے بارے میں جیسا کہ دارقطنی اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا ہے اور وہ متروک ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ کذب بیانی سے کام لیتا تھا اور ابن حبان کا قول ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا درست نہیں ہے جبکہ یحییٰ نے اس کو **لاشیء** قرار دیا ہے اور اس سے ہیثمی نے اس کے قول کو ذکر کیا ہے اس کے بعد کہ اس نے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس کی اسناد میں یوسف بن السفر راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: اور کہا جاتا ہے کہ اس میں ابن الفیض ہے اور اسی طرح اس کو ابونعیم نے **اخبار اصبہان** (۱۱۶/۱، ۳۰۷) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کو **العلل** (۲۸۷/۱) میں اس کی اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ یوسف راوی حدیث میں ضعیف ہے متروک راوی کے مشابہ ہے جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس نے باطل احادیث کو روایت کیا ہے اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی گنتی میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں۔

امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو **المیزان** میں نقل کیا ہے، بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا ہے اسی طرح بعض نے اس کا نام رکھا ہے جب کہ درست محمد بن سفر نام ہے جو کہ متروک راوی ہے جبکہ امام بخاری نے اس کو ذکر کیا ہے اس نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن سفر نے موضوع حدیث کو بیان کیا ہے

میں کہتا ہوں: اور جیسا کہ اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور اس کو طبرانی نے **معجم الکبیر** (۱/۱۲۳/۳) میں ذکر کیا ہے جبکہ درست بات یہ ہے کہ ابن الاعرابی نے اس کو اپنی **المعجم** (۲/۱۸۵)

میں ذکر کیا ہے بعدازاں اس کو عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث سے موقوف ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کی اسناد میں جعفر بن محمد انطاکی ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو ثقہ نہیں کہا ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ عنقریب ان الفاظ کے ساتھ آئے گی کہ ''معاویہ کو اٹھایا جائے گا اس پر نور کی چادر ہوگی'' جب کہ امام منذری کا قول الترغیب (۱۲۱/۲) میں ہے بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، چنانچہ میرے خیال میں یہ اس کا تساہل یا اس کے اوہام ہیں جب کہ یہ حدیث المعجم الکبیر میں ایک دوسرے طریق سے ہے کہ اس میں ایک دوسرا کذاب راوی ہے اس کے کچھ الفاظ اس کے مغائر ہیں آگے اس کا ذکر ہوگا جب کہ الخطیب (رحمہ اللہ) نے اس کو اس یوسف کے طریق سے الموضح (۲۵۵/۲) میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد میں ابوالفیض یوسف بن السفر راوی اوزاعی سے روایت کرنے میں متفرد ہے جب کہ اس کو اس کے سوا میں دوسرے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۸۸)((إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُنْزِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ رَحْمَةٍ: سِتِّيْنَ مِنْهَا عَلَى الطَّائِفِيْنَ بِالْبَيْتِ وَعِشْرِيْنَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ، وَعِشْرِيْنَ عَلَى سَائِرِ النَّاسِ))

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ روزانہ یک صد رحمتوں کو اتارتا ہے ان میں سے ساٹھ (۶۰) رحمتیں ان لوگوں پر اترتی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں جب کہ بیس (۲۰) رحمتیں مکہ والوں پر اور بیس (۲۰) رحمتیں دیگر لوگوں پر ''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۳۱۴) میں اور الخطیب نے اپنی التاریخ (۲۷/۶) میں محمد بن معاویہ نیشاپوری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن صفوان نے اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ ابن عدی کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام اوزاعی سے روایت ہے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے اس حدیث کو یوسف بن سفر نے روایت کیا ہے جبکہ یوسف بن سفر راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابن معاویہ راوی کے بارے میں امام ابن معین اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے جبکہ دارقطنی نے مزید کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا جبکہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۱۸۹)((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الشَّمْسِ فَإِنَّهَا تُبْلِي الثَّوْبَ وَتُنْتِنُ الرِّيْحَ وَتُظْهِرُ

الدَّاءَ الدَّفِيْنَ))

ترجمہ: ''دھوپ میں بیٹھنے سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ سورج کی دھوپ کپڑوں کو بوسیدہ کرتی ہے فضا کو بدبودار کرتی ہے اور مدفون بیماریوں کو اجاگر کرتی ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک (۴/۴۱۱) میں محمد بن زیان طحان کے طریق سے اس نے کہا ہمیں میمون بن مہران نے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جبکہ امام حاکم نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: اس حدیث کو الطحان نے وضع کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغير میں شامل کیا ہے جبکہ امام مناوی نے اس کا تعاقب امام ذہبی کے اس کلام کے ساتھ کیا ہے کہ مناوی نے کہا ہے کہ مصنف کیلئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اس کو حذف کر دیتا۔

(۱۹۰) ((مَامِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَفِيْ رَأْسِهِ عِرْقٌ مِنَ الْجُذَامِ تَنْعَرُ، فَإِذَا هَاجَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِ الزُّكَامَ فَلَا تَدَاوَوْا لَهُ))

ترجمہ: ''تم میں سے ہر شخص کے سر میں جذام بیماری کی رگ ہے جو جوش مارتی ہے تو جب اس میں تیزی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زکام کو مسلط کر دیتا ہے پس تم اس کا علاج نہ کراؤ''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۴/۴۱۱) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح قاسم سرقسطی نے غريب الحديث (۲/۱۵۴/۱) میں محمد بن یونس قرشی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں بشر بن حجر السلمی نے بتایا اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: گویا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ الکدیمی راوی متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس کی اسناد کے ساتھ کدیمی تک ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے محمد بن یونس کدیمی راوی حدیث وضع کرتا تھا جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۰۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اس نے اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے البتہ اس نے ذکر کیا ہے کہ امام حاکم نے اس کو روایت کیا ہے جبکہ امام ذہبی نے اس کا تعاقب کیا

ہے جو گزر چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۱۹۱) ((اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْفُقَرَاءِ ، وَفِي لَفْظِ اَلْمَسَاكِيْنِ))

ترجمہ: ”جمعة المبارک فقراء کا حج ہے جبکہ ایک لفظ میں ہے کہ مساکین کا حج ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام قضاعی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے پہلے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ ابن زنجویہ اور قضاعی نے بھی دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ الجامع الصغیر میں ہے جب کہ امام مناوی نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے ان سب نے اس حدیث کو عیسیٰ بن ابراہیم الہاشمی کی حدیث سے اس نے مقاتل سے اس نے ضحاک سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے حافظ عراقی نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے جب کہ اس حدیث کو المیزان میں اس عیسیٰ (راوی) کے حالات میں ذکر کیا ہے اور ایک جماعت نے اس سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے متروک ہے جب کہ امام مناوی نے کہا ہے کہ مقاتل راوی ضعیف ہے اور اسی طرح وہ راوی جو اس سے روایت کر رہا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث میں کلام دوسرے لفظ کے بارے میں ہے جب کہ پہلا لفظ وہ سیوطی کی ترتیب میں دوسرا ہے تو اس کے بارے میں امام مناوی نے کچھ کلام نہیں کیا ہے پس شاید اس نے اس پر اکتفا کیا ہے جب کہ اشارہ اس جانب ہے کہ ان دونوں کا راستہ ایک ہے اور وہ الکشف کے انداز سے واضح ہے اور شاید کہ امام مناوی نے اس حدیث میں امام سیوطی کے اصل مقاصد کا اتباع کیا ہے جب کہ اس نے اس کو دو الفاظ کے ساتھ وارد کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی کہ اس کی اسناد میں مقاتل راوی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن مقاتل راوی تو کذاب ہے جیسا کہ اسکے بارے میں وقیع کی جانب سے تذکرہ حدیث (نمبر ۱۶۸) گزر چکا ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا عیسیٰ بن ابراہیم راوی غایت درجہ ضعیف ہے امام بخاری اور امام نسائی (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے پس جب کہ یہ حدیث کذاب راوی کی روایت سے ہے تو امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس سے کتاب کو تحفظ عطا کرتا اسی لئے علامہ صغانی (رحمہ اللہ) نے اس کو الاحادیث الموضوعة (ص ۷) میں ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو برقرار رکھا ہے البتہ الفاظ اور ہیں اور وہ یہ ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱۹۲) ((اَلدَّجَاجُ غَنَمُ فُقَرَاءِ أُمَّتِي وَالْجُمُعَةُ حَجُّ فُقَرَائِهَا))

ترجمہ: ''مرغی میری امت کے فقراء کے لئے بکری ہے جب کہ جمعہ کا دن امت کے فقراء کے لئے حج ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو **الموضوعات** میں ابن حبان کی روایت سے عبداللہ بن زید محمش۔ نیشاپوری کے طریق سے اس نے ہشام بن عبداللہ رازی سے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے نافع سے اس نے ابن عمر سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے کہ امام ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کو باطل قرار دیا ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ ہشام (راوی) استدلال کے قابل نہیں ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ اصل بوجھ اس میں محمش راوی پر ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو **اللآلی** (۲/۲۸) میں برقرار رکھا ہے اس کا ہرگز تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ ابن عراق نے اس کا تعاقب **تنزیہ الشریعۃ** (۲/۲۳۶) میں کیا ہے اس نے کہا ہے، میں کہتا ہوں: حافظ ذہبی (رحمہ اللہ) نے **طبقات الحفاظ** میں اس پر اقتصار کیا ہے کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ افادیت نہیں ہے اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے: کہ حدیث کی وہ علت جو اس کے موضوع ہونے کا تقاضا کر رہی ہے وہ تو ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ روایت اس وضاع کی ہے بالخصوص امام دارقطنی نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ حدیث تو جھوٹ کا پلندہ ہے اور ابن حبان نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے: کہ اس کا اس حدیث کو غیر صحیح قرار دینا وہ اس کے موضوع ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ اکثر و بیشتر یہ لفظ موضوع کلمہ کے مترادف ہے جب کہ وہ اس مقام میں اس معنیٰ میں ہے اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے مزید برآں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے خود اس حدیث اور دوسری حدیث کو اس رازی کے حالات میں ابن حبان کی روایت سے کہ اس نے اس سے ذکر کیا ہے مزید براں امام ذہبی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ وہ دونوں باطل ہیں اور امام مناوی (رحمہ اللہ) نے (۶/۱۶۳) میں اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے **الضعفاء** میں ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں پس معلوم ہوا کہ ذہبی ان لوگوں سے ہے جو حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں جب کہ ابن عراق کے خیال کے مخالف ہے۔

(۱۹۳) ((مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ))

ترجمہ: ''انسان کی سعادت ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۲۸۲/۳) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۵۸) میں جب کہ خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی التاریخ (۲۹۷/۱۴) میں یوسف بن الغرق کے طریق سے اس نے سکین ابن ابی سراج سے اس نے مغیرہ بن سوید سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، بعدازاں خطیب نے ابوصالح بن محمد سے روایت کیا ہے بعض لوگوں کا قول ہے بلاشبہ اس میں تبدیلی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی سعادت اس میں ہے کہ اس کی داڑھی اللہ کے ذکر کے باعث ہلکی ہو، بعدازاں خطیب کا قول ہے کہ سکین (راوی) مجہول، منکر الحدیث ہے اور مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جب کہ یوسف بن الغرق راوی منکر الحدیث ہے اور لحیته کا لفظ صحیح نہیں ہے مزید لحییه بھی صحیح نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۶۴/۵-۱۶۵) میں ذکر کیا ہے نیز اس نے کہا ہے طبرانی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں یوسف بن الغرق (راوی) کے بارے میں ازدی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے، جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس وجہ سے شامل کیا ہے، بعدازاں اس کو جوہری کی روایت سے سوید بن سعید کے طریق سے ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں بقیہ نے الولید سے اس نے ابی الفضل سے اس نے مکحول سے اس نے ابن عباس سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔

مزید براں ابن عدی کی روایت سے ابوداؤد نخعی کے طریق سے اس نے حطان بن خفاف سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز اس کی روایت (۲/۹۷) میں حسین بن مبارک سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ورقاء ابن عمر نے بتایا اس نے ابی الزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے بعدازاں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے المغیرۃ مجہول ہے جب کہ سکین راوی موضوعات کو ان رواۃ سے ذکر کرتا ہے جو ثابت ہیں اور یوسف راوی کذاب ہے اور سوید راوی کو یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے اور بقیہ راوی مدلس ہے اور اس کا استاذ ابوالفضل وہ عمر بن کنیز الثقاء ضعیف ہے اس کا مدلس ہونا کافی ہے جبکہ النخعی احادیث وضع کرتا تھا اور ورقاء راوی تو معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ الحسین بن مبارک کے بارے میں ابن

عدی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ اسانید اور متون بیان کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن عدی (رحمہ اللہ) نے نخعی کے حالات (۲/۱۵۳) میں کہا ہے کہ اس نے اس کو وضع کیا ہے جبکہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے سیوطی (رحمہ اللہ) کا اللآلی ء (۱۲۱/۱) میں تعاقب کیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ اس نے اس کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے بلاشبہ اس نے اس کا تعاقب کیا ہے جو اس نے حدیث کے بعض راویوں پر جرح کی ہے اس نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں: ابن حبان (رحمہ اللہ) نے مغیرہ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے کہ ابن حبان اکیلے کا اس کو ثقہ قرار دینا قابل اعتماد نہیں ہے جب کہ اس میں تساہل ہے بالخصوص مخالفت کے وقت جیسا کہ یہاں معاملہ ہے جب کہ میں نے خطیب کے قول کو اس مغیرہ راوی کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اسی طرح ابو علی نیشاپوری کا قول ہے جس کو امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں نقل کیا ہے مزید براں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا سکین راوی مجہول بھی ہے جیسا کہ خطیب کے کلام میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے جب کہ حافظ عسقلانی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں لسان المیزان سے ذکر کیا ہے کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ وہ موضوعات روایت کیا کرتا تھا مغیرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا مرفوع ہونا مذکور ہے کہ انسان کی سعادت سے ہے کہ اس کی داڑھی ہلکی ہو۔

میں کہتا ہوں: حدیث اس طریق سے موضوع ہے یہاں تک کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) کے نزدیک بھی جس نے مغیرہ کو ثقہ راوی قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کے لحاظ سے یہ سکین راوی متہم ہے چنانچہ اس سے یوسف الغرق روایت کرنے والا اس کی اس پر متابعت عبدالرحمٰن بن قیس نے ابو بکر کلاباذی کے ہاں مفتاح معانی الآثار (۱۶/۱ رقم ۱۸) میں کی ہے، بعدازاں سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ ورقاء یشکری ثقہ راوی ہے سچا ہے عالم ہے چھ ائمہ نے اس سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے درست کہا ہے جب کہ امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے غلطی کی ہے اس کا قول معمولی چیز کے برابر بھی نہیں ہے جب کہ یہ حدیث کو موضوع ہونے سے بچا نہیں سکتا جب تک کہ اسناد میں بقیہ (راوی) ہے اور وہ مشہور مدلس راوی ہے جب کہ اس مقام میں خوشی کا اظہار نہ کیا جائے کہ اس نے صراحتاً حدثنا کے لفظ کہے ہیں اس لئے کہ جو راوی اس سے روایت کرنے والا ہے وہ

حسین بن مبارک ہے اور وہ ثقہ راوی نہیں ہے جیسا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا کلام اس کا پتہ دے رہا ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور وہ الکامل (۲/۹۷) میں ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو تسلیم کیا ہے بلکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم قرار دیا ہے۔

بعدازاں اس کی دو احادیث کو ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے جب کہ اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ وہ راوی کذاب ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اور جس کی جانب میں گیا ہوں وہ اس کی تائید کر رہی ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے جبکہ اس نے اپنے فتاویٰ (۲/۲۰۵) میں ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کو الموضوعات میں شامل کیا ہے اور اس پر کچھ تعاقب نہیں کیا ہے جب کہ اس کے باوجود اس نے اس حدیث کو اپنی کتاب الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے اس نے غلطی کی ہے اور تناقض اختیار کیا ہے اور اس لئے اس کے شارح مناوی نے اس کا تعاقب ان بعض باتوں کے ساتھ کیا ہے جن کو ہم نے ابن جوزی، ذہبی اور عسقلانی (رحمہم اللہ) سے ذکر کیا ہے، مزید براں اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے (۲/۲۶۳) میں بقیہ کے طریق سے اس نے ابی الفضل سے ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے بتایا کہ اس نے اس کے باپ سے دریافت کیا تو اس نے کہا یہ حدیث موضوع باطل ہے جب کہ ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث (ص ۹۰) میں محدثین سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے۔

(۱۹۴) ((عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ زَيْتِ الزَّيْتُونِ فَتَدَاوُوا بِهِ فَإِنَّهُ مُصِحَّةٌ مِنَ الْبَاسُوْرِ))

ترجمہ: ''تم اس مبارک درخت کو لازم پکڑو فائدہ اٹھاؤ زیتون کے تیل کے ساتھ علاج کرو جب کہ زیتون کا تیل بواسیر کے مریض کو صحت عطا کرتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المجمع (۵/۱۰۰) میں عقبہ بن عامر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد میں ابن لہیعۃ راوی ہے اور اس کی حدیث حسن ہے جب کہ سند کے باقی رواۃ صحیح کے ہیں، البتہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عثمان بن صالح کے حالات میں بیان کیا ہے اور اس نے ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کے بیٹے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۲۷۹) میں کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن عثمان نے حدیث بیان کی اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن لہیعہ سے اس نے زید بن ابی حبیب سے اس نے ابی الخیر سے اس نے عقبہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، میرے باپ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس حدیث کو برقرار رکھا ہے اور اس کی علت کی جانب اشارہ کیا ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا، ابوزرعہ نے کہا کہ عثمان بن صالح ان لوگوں سے نہیں تھا جو جھوٹ کہتے ہوں، البتہ وہ خالد بن نجیح کے ساتھ تحریر کیا کرتا تھا پس وہ اس کی وجہ سے آزمائے گئے وہ ان پر ایسی باتوں کا املاء کراتا تھا جن کو انہوں نے شیخ سے سنا نہیں تھا۔

اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے خالد بن نجیح کے حالات میں الجرح والتعدیل (۱/۲/۳۵۵) میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ وہ عثمان بن صالح مصری اور ابوصالح لیث کے کاتب اور ابن ابی مریم کے ساتھ رفاقت اختیار کرتا تھا، مزید براں وہ کذاب انسان تھا احادیث کو وضع کرتا تھا اور انہیں ابی مریم اور ابوصالح کی کتابوں میں شامل کر دیتا تھا اور یہ احادیث وہ ہیں جن کا ابوصالح پر انکار کیا گیا ہے وہم کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث اس کے باعث ہیں، میں کہتا ہوں: ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جس کا نام خالد ہے یہی وہ انسان ہے جس نے اس حدیث کو شیخ ابن لہیعہ سے تحریر کیا ہے اور اس کو یہ قدرت کیسے حاصل ہوئی تو اللہ اس کو زیادہ جانتا ہے جب کہ ابن لہیعہ کا حافظہ ضعیف تھا وہ اس نقص کے ساتھ مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ محدثین نے اس حدیث میں اس پر اس بوجھ کو نہیں رکھا گویا کہ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ راوی بوجہ اپنے ضعیف ہونے کے اس بات کے ساتھ لائق نہیں ہے جب کہ اس حدیث کی علت سیوطی پر پوشیدہ رہی تو اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا۔

(۱۹۵) ((إِذَا جَامَعَ أَحَدُكُمْ زَوْجَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلَى فَرْجِهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يُوَرِّثُ الْعَمٰى))

ترجمہ: ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے یا اپنی لونڈی سے مجامعت کرے تو وہ اس کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے اس لئے کہ اس کا دیکھنا یہ اندھے پن کو جنم دیتا ہے “

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں (۱/۱۴۴) ابن

عدی کی روایت سے ہشام بن خالد سے اس نے بتایا کہ بقیہ نے ہمیں بتایا اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے مزید ابن جوزی نے وضاحت کی ہے کہ ابن حبان کا قول ہے بقیہ راوی کذاب رواۃ سے روایت کرتا ہے اور تدلیس کا مرتکب ہوتا ہے جب کہ اس کے کچھ رفقاء ہیں جو اس کی حدیث سے ضعیف احادیث کو گرا دیتے ہیں اور اس کو پوشیدہ کرتے ہیں، پس مناسب ہے کہ یہ حدیث بعض ضعیف رواۃ سے ہو وہ ابن جریج سے بیان کرتے ہوں بعد ازاں اس سے تدلیس کرتے ہیں جب کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۱۷۰/۲) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اپنے باپ سے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول ہے جب کہ ابن القطان نے کتاب احکام النظر میں ذکر کیا ہے کہ بقی بن مخلد نے اس حدیث کو ہشام بن خالد سے روایت کیا ہے اس نے بقیہ سے اس نے کہا ہمیں ابن جریج نے بتایا پس اس میں بقی بن مخلد نہیں ہے البتہ برابری ہے ابن جریج نے کہا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد مضبوط ہے، جبکہ اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں دو اسالیب سے ذکر کیا ہے کہ جس میں بقیہ راوی نے لفظ عَن کے ساتھ حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس طریق سے جس میں حدثنا کی وضاحت ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اسی طرح ابن عساکر نے اس حدیث کو (۲/۲۹۵/۱۳) میں اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲۹۵/۲) میں اپنے باپ سے اس نے ہشام سے اس نے بقیہ سے ذکر کیا ہے کہ ہمیں جریج نے بتایا ابن ابی حاتم نے اس کو اس اسناد کے ساتھ دو دوسری روایات کے ذکر کو چلایا ہے شاید ہم ان دونوں کو بعد میں ذکر کریں، نیز اس جانب اشارہ کیا ہے کہ اس میں حدثنا کی صراحت بقیہ راوی سے غلط ہے جس سے ہشام روایت کر رہا ہے پس اس نے کہا ہے جب کہ ابی کا قول ہے یہ تینوں احادیث موضوع ہیں ان کا کچھ اصل نہیں ہے۔

جب کہ بقیہ راوی مدلس ہے تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ہر حدیث کا ذکر کرتے ہوئے حدثنا کہتا ہے جب کہ انہوں نے اس حدیث کو گم نہیں پایا ہے جبکہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور اس کو ہشام کے حالات میں اس کا اصل قول قرار دیا ہے کہ وہ دمشق کے ثقہ رواۃ سے روایت کرتا ہے جب کہ روایت اس پر جاری ہو جاتی ہے اور گویا کہ اس وجہ سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے حدیث پر وضع ہونے کا حکم لگانے میں ابن دقیق العید (رحمہ اللہ) کی تابعداری کی ہے جو امام کا ساتھی

ہے جیسا کہ البدر المنیر (۲/۱۱۸) کے خلاصہ میں ہے، جب کہ عبدالحق (رحمہ اللہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۱۴۳) میں ذکر کیا ہے کہ ابن جریج سے حدیث کو معلوم نہیں کیا جاتا ہے۔

جب کہ ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے دوسرے مقام (۱/۱۸۸/۱۸) میں ھشام بن عمار کے طریق سے اس نے بقیہ سے اس نے ابن جریج سے اس کو روایت کیا ہے پس مجھے معلوم نہیں یہ ھشام بن عمار کی متابعت ھشام بن خالد کیلئے ہے یا اس کا عمار کہنا خالد کے لفظ سے بدل گیا ہے جیسا کہ میں ترجیح دیتا ہوں جب کہ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابن الصلاح (رحمہ اللہ) کا قول کہ وہ مضبوط اسناد والا ہے درست نہیں ہے اس کو حدثنا کے ظاہر لفظ کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے جب کہ اس باریک علت کی جانب وہ خبردار نہ ہو سکا جس پر ہمیں امام ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے متنبہ کیا ہے، جزاہ اللہ خیراً۔

جب کہ عجیب وغریب باتوں سے ہے کہ ابن الصلاح (رحمہ اللہ) نے باوجود اس کے کہ اس نے اس حدیث کو تقویت قرار دینے میں غلطی کی ہے پس وہ اس میں اس قاعدہ کے مخالف ہے جس کو اس نے وضع کیا جو اس سے پہلے نہ تھا قاعدہ یہ ہے کہ اس دور میں حدیث کو صحیح قرار دینا درست نہیں ہے پس کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث کو صحیح قرار دے جیسا کہ مقدمہ علوم الحدیث کے (ص ۱۸) پر حافظ عراقی (رحمہ اللہ) کی شرح کے ساتھ ہے، بلکہ اس کے ہاں ضروری ہے کہ ان ائمہ حدیث کی اتباع کی جائے جو پہلے گزر چکے ہیں پس اس کا کیا حال ہے! کہ اس نے یہاں اس اصل کی مخالفت کی ہے تو اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جس کے بارے میں دونوں جلیل القدر حافظ ابو حاتم رازی (رحمہ اللہ) اور ابن حبان (رحمہ اللہ) موضوع کہتے ہیں جب کہ نظر صحیح اس حدیث کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دیکھنے کی حرمت بنسبت جماع کے وسائل کے حرمت کے بارے میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے خاوند کے لئے اجازت دی ہے کہ وہ اپنی بیوی سے مجامعت کرے تو کیا عقل باور کرتی ہے کہ اس کی شرم گاہ کی جانب دیکھنا ممنوع ہے ہرگز نہیں! جب کہ نقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ "میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا آپ پانی کے استعمال میں مجھ سے جلدی کرتے تو میں کہتی: کہ میرے لئے پانی رہنے دیں!" (بخاری، مسلم)

اوران کے سوا نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، چنانچہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

جب کہ اس کی تائید ابن حبان کی روایت کر رہی ہے جو سلیمان بن موسیٰ کے طریق سے ہے کہ اس سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے اس نے کہا: میں نے عطاء سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو اس نے اس حدیث کو اس کے معنٰی کے لحاظ سے ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۲۹۰/۱) میں کہا ہے کہ یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ:

"خاوند بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بیوی خاوند کی شرم گاہ کی جانب دیکھ سکتی ہے"

پس جب اس طرح واضح ہے تو کچھ فرق نہیں خواہ غسل کے وقت دیکھا جائے یا مجامعت کے وقت دیکھا جائے لہٰذا حدیث باطل ہے۔

(۱۹۶) ((إِذَا جَامَعَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَنْظُرُ إِلَى الْفَرْجِ فَإِنَّهُ يُوَرِّثُ الْعَمٰى وَلَا يُكْثِرُ الْكَلَامَ فَإِنَّهُ يُوَرِّثُ الْخَرَسَ))

ترجمہ:" جب تم میں سے کوئی شخص مجامعت کرے تو عورت کی شرم گاہ کی جانب نہ دیکھے بلاشبہ اس سے اندھا پن ظہور میں آتا ہے مزید براں زیادہ باتیں بھی نہ کرے اس سے گونگا پن کا ظہور ہوتا ہے "

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ازدی کی روایت سے ابراہیم بن محمد بن یوسف فریابی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن القشیری ۔نے بیان کیا اس نے مسعر بن کدام سے اس نے سعید المقبری سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے بعد ازاں ازدی نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم راوی گرا ہوا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلیء (۱۷۰/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور المیزان میں کہا ہے کہ ابو حاتم اور اس کے سوا نے اس کو صدوق کہا ہے جب کہ اکیلے ازدی نے کہا ہے کہ ابراہیم (راوی) گرا ہوا ہے تاہم ازدی کے قول کی جانب دھیان نہ کیا جائے جب کہ اس کی زبان میں جرح کے وقت تیزی ہے، جب کہ الخلیل نے اپنی مشیخۃ میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن عبدالرحمٰن القشیری متفرد ہے جب کہ وہ شامی راوی ہے منکر احادیث کو ذکر کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث کی علت ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تہمت زدہ ہے، پختہ راوی نہیں ہے جب کہ اس کے بارے میں ابوالفتح نے کہا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے اس کی حدیث کو چھوڑا جاتا ہے جب کہ لسان المیزان میں دارقطنی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے راوی کو متروک الحدیث قرار دیا ہے کہ اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا ہے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث میں مسعر سے اس نے المقبری سے والی حدیث منکر ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی متابعت ہے جب کہ وہ راوی مجہول ہے بعدازاں امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا ایک شاہد ذکر کیا ہے اور وہ ہے جو آگے آرہا ہے۔

(۱۹۷) ((لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ عِنْدَ مُجَامَعَةِ النِّسَاءِ فَإِنَّ مِنْهُ يَكُونُ الْخَرَسُ وَالْفَأْفَاةُ))

ترجمہ: ''عورتوں کے ساتھ مجامعت کے وقت زیادہ کلام نہ کرو اس سے گونگا پن اور زبان میں لکنت کا ظہور ہوتا ہے ''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام سیوطی نے اس حدیث کو اللآلیء (۲/۱۷۰-۱۷۱) میں ذکر کیا یہ پہلی حدیث کی شاہد ہے ابن عساکر کی روایت سے اسی اسناد کیساتھ ابوالدرداء تک ہاشم بن محمد بن صالح الانصاری سے اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمرو (دوسکی) {جب کہ اصلی میں عامر ذکی ہے اور وہ غلط ہے} نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے خیران بن علاء کیسانی دمشقی نے بیان کیا اس نے زہیر بن محمد سے اس نے ابن شہاب سے اس نے قبیصۃ بن ذویب سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس حدیث کو ذکر کیا، میں کہتا ہوں: سیوطی نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ اس میں چار علتیں ہیں۔

پہلی علت: ارسال ہے اس لئے کہ قبیصۃ تابعی ہے کہا جاتا ہے: کہ اس کو نبی ﷺ کی رؤیت حاصل ہے۔

دوسری علت: زہیر بن محمد یہ تمیمی راوی ہے اس میں اختلاف کیا گیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں ذکر کیا ہے کہ شامیوں کی اس سے روایت درست نہیں ہے چنانچہ اس وجہ سے وہ ضعیف ہے امام بخاری نے احمد سے ذکر کیا ہے کہ زہیر راوی جس سے شامی لوگوں نے روایت کی ہے وہ اور ہے ابوحاتم کا قول ہے، اس نے ملک شام میں اپنے حافظہ سے احادیث بیان کیں تو اغلاط زیادہ ہو گئیں جبکہ میزان الاعتدال میں ہے کہ امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے العلل میں کہا ہے کہ میں نے بخاری سے اس زہیر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا میں اس شیخ سے کنارہ کشی کرتا ہوں گویا کہ اس کی حدیث

موضوع ہے جب کہ یہ راوی میرے نزدیک زہیر بن محمد نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اور یہ حدیث اہل شام کی روایت سے ہے جو وہ اس سے روایت کرتے ہیں چنانچہ یہ بات اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

تیسری علت: خیران بن علاء مشہور راوی نہیں ہے جب کہ ابن حبان کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی جانب اس کے حالات میں اشارہ کیا ہے اور اس کو ثقہ قرار دیا گیا ہے جب کہ اس کے لئے حدیث منکر ہے شاید یہ اس کے شیخ سے ہو مقصود زہیر بن محمد ہے اور شاید اس نے اس حدیث کا ارادہ کیا ہے۔

چوتھی علت: ابوالدرداء ہاشم بن محمد بن صالح انصاری کے حالات کو میں نے نہیں پایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسناد غایت درجہ ضعیف ہے دلیل کے لائق نہیں ہے، مزید برآں حدیث منکر ہے، واللہ اعلم۔

(۱۹۸)((مَنْ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ فِي مَالِهِ أَوْ جَسَدِهِ وَكَتَمَهَا وَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ))

ترجمہ: ''جس شخص کو اس کے مال یا اس کے جسم میں تکالیف سے دوچار کیا گیا جب کہ اس نے ان کو چھپایا اور لوگوں کے سامنے شکوہ شکایت نہ کی تو اللہ پر واجب ہوتا ہے کہ اس کو معاف کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۲۲/۳) میں ہشام بن خالد سے اس نے کہا ہمیں بقیہ نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے مرفوع ذکر کیا ہے ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۳۳۱/۲) میں کہا ہے کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں بقیہ راوی مدلس ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اپنے باپ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا کہ حدیث موضوع ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے جب کہ میں نے ابو حاتم کے مکمل کلام کو حدیث (نمبر ۱۹۵) میں ذکر کیا ہے اس جانب مراجعت کریں جب کہ اس کا تذکرہ بقیہ کے تذکرہ میں میزان الاعتدال سے ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ اس کو ہم نے ایک نسخہ میں اس اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے وہ نسخہ سب کا سب موضوع ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ نے اس کو کسی کمزور انسان سے سنا ہو اس نے ابن

جرتج سے ذکر کیا پس اس نے تدلیس کو اختیار کیا اور اس کے ساتھ ملا رہا، میں کہتا ہوں: گویا کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) (اللہ ہمیں اور اس کو معاف کرے) کو ان دونوں اماموں کے فیصلہ پر اطلاع نہ ہو سکی کہ وہ اس حدیث کو موضوع قرار دیتے تھے وگرنہ وہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل نہ کرتا۔

(۱۹۹) ((حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهُ وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ))

ترجمہ: ''بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ اس کا نام خوبصورت رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو محمد جعفر بن محمد بن حسین سراج القاری نے الفوائد (۱/۳۲/۵ مجموع ۹۸) میں اور محمد بن عبدالرحیم المقدسی (رحمہ اللہ) نے المنتقی من مسموعاته (ج ۴ ورقہ ۱/۲۶ مجموع ۱۰۱) میں محمد بن عیسیٰ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں محمد بن الفضل نے اپنے باپ سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ ملا علی قاری (رحمہ اللہ) نے اس کو غریب قرار دیا ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو محمد بن فضیل کے سوا نے ذکر کیا ہو جب کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کا باپ ثقہ ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ محمد بن فضیل راوی کو ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے جب کہ الفلاس (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا۔ ہے کہ اس کی حدیث جھوٹ کہنے والوں کی حدیث ہے جب کہ محمد بن عیسیٰ المدائنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ دارقطنی اور حاکم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع میں بیہقی کی روایت سے الشعب میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ امام مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب اپنے قول کے ساتھ کیا ہے جب کہ مصنف کے تصرف کا تقاضا ہے کہ اس کا مخرج بیہقی ہے اس نے اس کی تخریج کی ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ اس نے کہا ہے کہ محمد بن فضل بن عطیہ مرۃ کے باعث ضعیف ہے، جب کہ اس میں محمد بن عیسیٰ المدائنی بھی ہے الضعفاء میں دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ اس میں متفرد نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو ابو بکر الجصاص (رحمہ اللہ) نے احکام القرآن (۵۷۴/۳) میں جبارہ کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ اس نے ہمیں محمد بن فضل سے اس کی خبر

دی ہے جب کہ یہ جبارہ ابن المغلس ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابن نمیر نے کہا ہے کہ اس کے لئے حدیث کو وضع کیا جاتا ہے وہ اس کو روایت کرتا تھا کچھ جانتا نہ تھا۔

(۲۰۰) ((اَلْحَجُّ جِهَادٌ ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ))

ترجمہ: ''حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۲۳۲) میں اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۱/۲۸۶) میں حسن بن یحیٰ الخشنی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن قیس نے خبر دی اس نے کہا مجھے طلحہ بن یحیٰ نے اپنے چچا اسحاق بن طلحہ سے اس نے طلحہ بن عبید اللہ سے مرفوع ذکر کیا ہے سندھی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس نے الزوائد میں کہا ہے کہ ابن قیس جو مندل کے ساتھ معروف ہے اس کو امام احمد، ابن معین (رحمہ اللہ) اور ان کے سوا نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ حسن (راوی) بھی ضعیف ہے بلکہ وہ دونوں متروک ہیں جب کہ پہلے کے بارے میں امام احمد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی احادیث باطل ہیں جب کہ حسن (راوی) کے بارے میں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور دار قطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے حافظ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے غایت درجہ منکر الحدیث کہا ہے وہ ثقہ رواۃ سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں۔

بعد ازاں اس نے اس کی ایک حدیث کو ذکر کیا اس کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ میں اس کے بعد اس کا ذکر کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ جب کہ اس حدیث کے بارے میں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے باپ سے دریافت کیا اس نے کہا یہ حدیث باطل ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق اور ہے جس کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۴/۳۴۸) میں سعید بن سالم کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ سفیان نے اس کو خبر دی معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابو صالح الحنفی سے مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بوجہ اس کے مرسل ہونے کے ضعیف ہے جب کہ سعید بن سالم اس میں ضعیف ہے جب کہ بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی سے ذکر کیا ہے اس نے اس کو منقطع کہا ہے یعنی مرسل ہے، بعد ازاں بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ شعبہ کی حدیث معاویہ بن اسحاق سے اس نے ابو صالح سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے موصول ذکر کیا ہے جب کہ اس میں اسناد شعبہ تک ضعیف ہے نیز اس کو محمد بن الفضل بن

عطیہ نے سالم افطس سے اس نے ابن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ محمد (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ کذاب ہے ابن معین، فلاس اور ان دونوں کے علاوہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۲۶ میں گزر چکا ہے جب کہ اس حدیث کو اس کے طریق سے طبرانی نے المعجم الکبیر (۱/۱۵۴/۳) میں ذکر کیا ہے

(۲۰۱) «مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمُوتُ فَيُقِيمُ فِي قَبْرِهِ إِلَّا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا حَتَّى تُرَدَّ إِلَيْهِ رُوحُهُ وَمَرَرْتُ بِمُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي وَهُوَ قَائِمٌ فِي قَبْرِهِ بَيْنَ عَائِلَةَ وَعُوَيْلَةَ»

ترجمہ: جو بھی پیغمبر فوت ہوتا ہے وہ اپنی قبر ہی میں چالیس روز گزارتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے اور جس رات مجھے اسراء کرایا گیا میرا گزر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے ہوا تو موسیٰ (علیہ السلام) عائلہ اور عویلہ جگہ کے درمیان اپنی قبر میں کھڑے تھے۔

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن نعیم (رحمہ اللہ) نے الحلیہ (۸/۳۳۳) میں اپنے شیخ سلیمان بن احمد طبرانی (رحمہ اللہ) (جنہوں نے تین معاجم کو تصنیف کیا ہے) کے طریق سے، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۹۷/۱۷) میں حسن بن یحییٰ سے اس نے کہا: ہمیں سعید بن عبدالعزیز نے حدیث سنائی اس نے زید بن ابی مالک سے اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعا بیان کیا، بعدازاں ابونعیم اور ابن عساکر نے اس حدیث کو یزید سے غریب قرار دیا ہے ہم نے اس حدیث کو صرف خشنی سے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: خشنی (راوی) متروک ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے ذکر کیا ہے بعدازاں ابن حبان نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اور خشنی راوی شدید منکر الحدیث ہے وہ ثقہ راویوں سے ایسی حدیثیں روایت کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن حبان سے باطل موضوع کہا ہے اور تھذیب التھذیب (۲/۳۲۷) میں اس کو ثابت کیا ہے اسی طرح ابن حجر سے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المیزان میں (خشنی) کے حالات میں ذکر کیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ وہ اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس کو برقرار بھی رکھا ہے، لیکن امام سیوطی نے تمام کی مخالفت کی ہے اس نے اللآلی (۱/۲۸۵) میں ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابونعیم نے الحلیۃ میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حَسَن تک پہنچ جاتی ہے خشنی (راوی) ابن ماجہ کے

رواۃ سے ہے اکثر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی نسبت وضع اور کذب کی جانب نہیں ہے اور دحیم نے کہا کہ خشنی راوی میں کچھ حرج نہیں، ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ صدوق ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی بیان کردہ روایات محتمل ہیں اور جس شخص کا یہ حال ہے اس کی بیان کردہ حدیث کو موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

میں کہتا ہوں: قارئین کو اس بحث سے جس کو ہم نے حدیث نمبر ۱۹۸ میں جرح و تعدیل کے ائمہ سے نقل کیا ہے معلوم ہو گیا ہو گا کہ حسن بن یحیٰ خشنی (راوی) متروک اور منکر الحدیث ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا شمار ان رواۃ سے ہو جو عمداً جھوٹ بولتے ہیں البتہ اس سے کذب کا وقوع ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں کثرت کیساتھ غفلت اور سوء الحفظ شدید درجہ کا ہے۔

اس بحث میں سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول کچھ مؤثر نہیں کہ خشنی راوی کو وضع اور کذب کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہاں! اگر وضع اور کذب سے مراد مطلقاً وضع اور کذب ہو، وگرنہ ابن حبان کی وہ عبارت جو پہلے گزر چکی ہے (اس کا مفہوم یہ ہے) کہ خشنی (راوی) ثقہ راویوں سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے اس عبارت میں بظاہر اس کو کذب کی طرف منسوب کیا گیا ہے، خصوصیت کیساتھ جب اس نے اس حدیث کے بارے میں فیصلہ دیا ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں کہ وہ موضوع ہے لیکن اسکی یہ عبارت اس راوی کو متہم نہیں کرتی کہ وہ ارادتاً وضع کرتا ہے۔ (فتامّل)

البتہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) سے جو وضاحت نقل کی ہے اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس راوی کی تمام روایات محتمل ہیں ابن عدی کا یہ مقصود نہیں ہے اس لئے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ابن عدی (رحمہ اللہ) کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا قول: ابن عدی نے خشنی راوی کی متعدد منکر روایات کو بیان کیا ہے بعد ازاں ذکر کیا ہے کہ اس سے مروی یہ روایت سب سے زیادہ منکر ہے اس کا ذکر کامل ابن عدی (۱/۹۰) میں ہے، اللہ پاک حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب انہوں نے ابن عدی کے مقصود سے ہمیں آگاہ کیا ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن عدی (رحمہ اللہ) کا شمار ان ائمہ سے ہوتا ہے جو خشنی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں، لہٰذا ابن عدی کا شمار ان ائمہ سے کرنا (جو اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں) جائز نہیں ہے جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے (اللہ پاک ہم کو اور سیوطی کو معاف فرمائے) امام سیوطی کی اس نوعیت کی غلطی کا ذکر آئندہ ذکر ہونے والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

توجہ فرمائیں اگر ہم تسلیم کریں کہ خشنی (راوی) کو دحیم جیسے عالم نے ثقہ قرار دیا ہے تو ہم اس کی توثیق کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتے جب ہمارے سامنے اصول حدیث کا یہ قاعدہ موجود ہے کہ ((جرح مفسر کو تعدیل پر مقدم رکھا جاتا ہے))

بعد ازاں مجھے مزید انکشاف ہوا کہ میرے خیال کی تائید ابن حبان (رحمہ اللہ) کی اس عبارت سے ہو رہی ہے کہ بعض اوقات انسان (راوی) غیر ارادی طور پر کذب بیانی سے کام لیتا ہے صراحتاً مکمل طور پر یہ عبارت تهذیب التهذیب میں ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) نے خشنی (راوی) کو غایت درجہ منکر الحدیث کہا ہے نیز یہ راوی ثقہ رواۃ سے وہ چیز روایت کرتا ہے جس کا کوئی اصل نہیں اور پختہ کار رواۃ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کی متابعت نہیں ہو پاتی، یہ راوی صالح ہے اپنے حافظہ سے روایات بیان کرتا ہے اور مرویات میں کثرت کے ساتھ وہم کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر احادیث زیادہ ہیں اور دل کا میلان اس طرف ہوتا ہے کہ یہ راوی ارادتاً منکر روایات بیان کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو متروک قرار دیا گیا ہے۔

ابن حبان (رحمہ اللہ) کی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ راوی عمداً کذب بیانی سے کام نہیں لیتا ہے، وہم کے پیش نظر اس سے کِذب صادر ہوتا ہے، بہر حال یہ راوی قابل اعتبار نہیں ہے اور غایت درجہ ضعیف ہے، لہٰذا اس کی مروی حدیث پر معمولی شبہ کی بناء پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے معارض ہے کہ: ''جب کوئی شخص مجھ پر سلام کا ہدیہ بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ میں میری روح لوٹا دیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں'' (یہ حدیث ابوداؤد ۳۱۹/۱، بیہقی ۲۴۵/۵، احمد ۵۲۷/۲ میں ہے، اس حدیث کی سند حسن ہے اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

تعارض کی وضاحت: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی روح آپ کے جسد مبارک میں ہر وقت نہیں رہتی آپ کے جسد مبارک میں روح اس لئے داخل کی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں کے سلام کا جواب دیں جنہوں نے آپ پر سلام کا ہدیہ بھیجا ہے، جب کہ زیر بحث موضوع حدیث وضاحت کے ساتھ ثابت کرتی ہے کہ ہر پیغمبر کی روح اس کی وفات کے چالیس روز بعد اس میں واپس کر دی جاتی ہے اگر اس موضوع حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کیسے آپ ﷺ کے جسم مبارک میں روح واپس کی جاتی ہے

تا کہ آپ سلام کا ہدیہ بھیجنے والوں کا جواب دیں، یہ بات نا قابل فہم ہے بلکہ بظاہر تناقض ہے۔

پس ان دونوں میں سے ایک حدیث کا رد ضروری ہے لیکن اس منکر حدیث کو ہی مردود قرار دیا جائے گا تا کہ وہ حدیث جو قوی ہے مخالف حدیث سے محفوظ رہے، قارئین غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ذکر کردہ وضاحت الہامی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے یہ وضاحت کہیں نہیں دیکھی اگر یہ وضاحت صحیح ہے تو من جانب اللہ ہے وگرنہ میرے نفس کی سوچ ہے۔

نیز اس حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ باطل ہونے پر یہ بات دلالت کر رہی ہے کہ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ کرنا کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں یہ تو صحیح ہے لیکن بَیْنَ عَائِلَةَ وَعُوَیْلَةَ یعنی "قبر عائلہ اور عویلہ کے درمیان ہے" ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم (۱۰۲/۷) میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس رات مجھے اسراء کرایا گیا اس رات میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا سرخ ٹیلے کے قریب آپ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے" صحیح مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث میں مذکورہ الفاظ کی زیادتی صحیح نہیں جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث متن میں ذکر کردہ حدیث کے پہلے حصے کو باطل قرار دے رہی ہے۔

مزید برآں سیوطی (رحمہ اللہ) کے کلام میں یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث درجہ حسن تک پہنچ رہی ہے لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس میں غور وفکر کریں تا کہ ان لوگوں کے سامنے اصل حقیقت کو آشکارا کیا جائے جو اصل حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث کے شواہد نہیں ہیں اس حدیث کے صرف دو شاہد ہیں جن کا ذکر خود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے کیا ہے دو سے زائد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ان دونوں میں سے ایک طریق ابو المقدام ثابت بن ہرمز کوفی سے مروی ہے اس نے سعید بن مسیب سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ "کوئی پیغمبر زمین پر اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں رہتا"

ایک روایت میں اضافہ ہے: کہ "پھر اسے زمین سے اٹھا لیا جاتا ہے" اس حدیث کی سند قوی ہے جبکہ حدیث موقوف ہے لہذا استدلال کے قابل نہیں ممکن ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہو۔

مزید برآں اس زیادتی کو یہ حدیث بھی باطل قرار دے رہی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھائے" یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث

کو امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صحیح ابن حبان میں، امام حاکم (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔

فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کی حدیث (۲۲، ۲۳) کے ضمن میں میری تحقیق ملاحظہ فرمائیں اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی خصوصیات سے ہے کہ زمین ان کے اجسام کو نہیں کھاتی اور اگر ہم ثابت کریں کہ ان کے اجسام ان کی قبروں سے اٹھا لئے جاتے ہیں تو ان کی ذکر کردہ خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے معلوم ہوا حدیث میں زائد الفاظ باطل ہیں اور اگر زائد الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کی ایک دوسری خصوصیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ آسمان میں اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں! کہ ضعیف حدیثوں کے مفاسد اور اثرات کیا گل کھلاتے ہیں!

مزید برآں اگر یہ زیادتی صحیح ثابت ہو جائے تو صحیح حدیث کے متناقض ہے اس لئے کہ اس میں وضاحت موجود ہے کہ ''روح میت کے جسم میں واپس جاتی ہے جب کہ وہ اپنی قبر میں ہے'' اس زیادتی سے معلوم ہوا کہ ان کا جسم اٹھایا گیا تو کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک نقیض کو اس کی نقیض کا شاہد قرار دیا جائے البتہ دوسرے شاہد کا ذکر ہم الگ کر رہے ہیں اور اس پر نقیض بھی وارد کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

(۲۰۲) ((إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُونَ فِي قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّونَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّورِ))

ترجمہ: ''بلاشبہ انبیاء چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے البتہ وہ صور میں پھونکنے تک اللہ کے آگے نوافل ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کو ''كتاب حياة الأنبياء'' (ص ۴) میں ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے بتایا، اس نے کہا ہمیں احمد بن علی حسوی نے املاء کراتے ہوئے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابوعبداللہ بن محمد عباسی حمصی نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابو الربیع زہرانی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن طلحہ بن یزید نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا، اس نے ثابت سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا۔

امام بیہقی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: ''اگر یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ چالیس راتیں تو نمازیں ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازوں میں

مشغول رہتے ہیں"۔ (واللہ اعلم)

میں کہتا ہوں: اس کی سند موضوع ہے حسنوی (راوی) متھم ہے اور امام حاکم (رحمہ اللہ) کا استاذ ہے خود امام حاکم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے بیان کیا ہے: کہ یہ راوی فی الجملۃ حدیث کے بیان کرنے میں قابل حجت نہیں ہے، خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے، نیز اس نے بیان کیا اس کی سند میں محمد بن یوسف جرجانی کَثِیْ کذاب ہے، اسی طرح کا قول ابوالعباس اصم سے مروی ہے لیکن اس محمد بن عباس کو میں نہیں جانتا اس کو معلوم کرنے کے لئے ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی تاریخ دمشق کی طرف مراجعت کی جائے، اور اسی طرح اس کا استاذ اسماعیل بن طلحہ بن یزید کا ترجمہ بھی مجھے معلوم نہیں ہو سکا، اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف سیء الحفظ ہے وہ ان اوصاف کے ساتھ معروف ہے، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۲۸۵/۱) میں اس سے قبل والی حدیث کا شاہد بنا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن دو وجہ سے اس کا شاہد ہونا درست نہیں۔

پہلی وجہ: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے اور سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر کے مناسب کام نہیں کیا ہے! کاش وہ کم از کم بیہقی (رحمہ اللہ) کے کلام کو ہی نقل کر دیتا جو اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسری وجہ: یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے میں پہلے گزر چکا ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے جس کا شاہد بنا کر اس کو ذکر کیا ہے اس لئے اس میں وضاحت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں ہوتے، یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں جب کہ سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول ہے: کہ "روح قبر میں واپس آ جاتی ہے" تو ان دونوں میں موافقت نہیں ہے مزید برآں یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہے اس سے بھی اس کا موضوع ہونا معلوم ہوتا ہے نیز یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے ثابت سے غایت درجہ ضعیف مختصراً ان الفاظ سے مروی ہے: "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں" اس پر مزید کلام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ

(۲۰۳) «مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِياً وُكِّلَ بِهَا مَلَكٌ يُبَلِّغُنِيْ وَكُفِيَ بِهَا أَمْرُ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيداً أَوْ شَفِيعاً»

ترجمہ: ”جس شخص نے میری قبر کے قریب مجھ پر درود بھیجا میں اس کے درود کو سنتا ہوں اور جس شخص نے مجھ پر دور سے درود بھیجا تو مجھ تک اس درود کے پہنچانے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور درود بھیجنے کی وجہ سے اس کی دنیا اور آخرت کے معاملات درست رہتے ہیں اور میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی سفارش کروں گا“

تحقیق: ان ذکر کردہ مکمل الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے، ابن شمعون (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ”الأمالی“ (۲/۱۹۳/۲) میں، اور خطیب (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب التاریخ (۲۹۲،۲۹۱/۳) میں، اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۲/۷۰/۱۶) نے محمد بن مروان کے طریق سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔

اور اس کے پہلے حصے کو ابو بکر بن خلاد نے اپنی حدیث کی کتاب (۲/۱۱۵) کے جزء ثانی میں اور ابو ہاشم سیلقی نے ان احادیث جن کا اس نے ابن بشرویہ (۱/۶) میں انتخاب کیا، اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۳۹۸) میں ذکر کیا، اور واضح کیا کہ اعمش سے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اور نہ ہی یہ حدیث محفوظ ہے، اور اعمش کی متابعت ایسے رواۃ نے کی ہے جو اس سے کم تر درجہ کے ہیں جیسے ابن مروان ہے بعد ازاں خطیب (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن قتیبہ سے روایت کیا ہے، اس نے بیان کیا: میں نے اس حدیث کے بارے میں ابن نمیر سے دریافت کیا اس نے جواباً کہا! اس حدیث کو چھوڑ یئے! محمد بن مروان کچھ حیثیت والا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے الموضوعات میں عقیلی کی روایت سے ذکر کے بعد کہا کہ ”حدیث صحیح نہیں ہے“ محمد بن مروان سدی صغیر کذاب ہے، امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس حدیث کا کچھ اصل نہیں سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلیء (۲۸۳/۱) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے نیز اس کے شواہد کو بھی بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: سیوطی (رحمہ اللہ) نے ان کا ذکر کیا ہے جب کہ بعض شواہد صحیح ہیں، مثال کے طور پر رسول اکرم ﷺ کا ارشاد: کہ

”اللہ پاک کے حکم سے روئے زمین پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین کی سیاحت کرتے رہتے ہیں مجھ تک میری امت کے سلام کو پہنچاتے ہیں“

نیز رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ ”جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح

کو مجھ میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں"

جس کا ذکر پہلے قریب ہی گزر چکا ہے یہ سب حدیثیں **فی الجملة** اس حدیث کی شاہد ہیں جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے، البتہ یہ وضاحت کہ جو شخص آپ کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اس کے درود کے الفاظ سنتے ہیں، تو ان احادیث میں سے حدیث اس کا شاہد نہیں ہے، البتہ حدیث کے دوسرے نصف حصے کو سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس کی کسی شاہد حدیث کا ذکر کیا ہے تاہم سیوطی نے کہا ہے۔

امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا قول: مجھے محمد بن مروان کی متابعت سے آگاہی حاصل ہوئی ہے وہ اعمش سے ذکر کرتے ہیں ابوالشیخ نے اس حدیث کو کتاب "الثواب" میں (اسی سند کے ساتھ) ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا مجھے عبدالرحمان بن احمد اعرج نے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ مجھے حسن بن صباح نے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ مجھے ابو معاویہ نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ اعرج راوی ثقہ نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کو **ابو الشیخ** نے **طبقات الاصبهانيين** (ص ۳۱۳) میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے: کہ قاضی عبدالرحمٰن بن احمد طبری راوی سے اس نے دو حدیثیں بیان کی ہیں جب کہ اس راوی کے بارے میں کسی جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے، پس راوی مجہول ہے، لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا فتح الباری (۳۷۹/۶) میں اس کی سند کو جید قرار دینا درست نہیں، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کی سند کو غریب کہا ہے، جیسا کہ سخاوی نے اس سے **القول البديع في الصلوٰة على الحبيب الشفيع** (ص ۱۱۶) میں نیز ابن عبدالہادی نے **الصارم المنكي في الرد على السبكي** (ص ۱۹۰) میں ذکر کیا: کہ بعض رواۃ نے اس حدیث کو ابو معاویہ کی روایت سے اعمش سے بیان کیا، جبکہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے، جب کہ (راوی) محمد بن مروان منفرد ہے اور وہ **متروک الحديث متهم بالكذب** ہے۔

مزید برآں یہ **متابعت** بھی ناقص ہے اس لئے کہ اس روایت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جو محمد بن مروان کی روایت میں ہیں مثال کے طور پر ((**وكفىٰ بها دنياه**)) کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح حافظ ابن حجر اور سخاوی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو اس طریق سے لیکن سیوطی (رحمہ اللہ) کے خلاف ذکر کیا ہے، جب کہ اس نے اس حدیث کو اعمش سے ذکر کیا ہے، یعنی سدی کی مذکورہ

روایت میں جو اس کی سند اور الفاظ ہیں، یہ تفصیل ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے جو اس علم شریف کے ساتھ مشغولیت رکھتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) الرد علی الاخنائی [1] (ص ۲۱۰-۲۱۱) میں رقمطراز ہیں اس حدیث کے معانی اگرچہ صحیح ہیں لیکن اس کی سند قابل حجت نہیں ہے، جب کہ معنوی لحاظ سے دیگر حدیثیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں، یہ حدیث صرف محمد بن مروان سدی صغیر سے منقول ہے وہ اعمش سے روایت کرتا ہے جب کہ علم حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں سدی راوی اعمش سے موضوع روایت کررہا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث کا پہلا جملہ موضوع ہونے سے محفوظ ہے اس لئے کہ اس کی متابعت موجود ہے امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اور اس جیسے ائمہ فن کی آنکھوں سے بھی متابعت مخفی رہی، البتہ حدیث کا دوسرا جملہ موضوع ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شاہد نہیں ہے۔

فائدہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے متقدم کلام کے بعد رقمطراز ہیں کہ ''اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ جو شخص دور دراز سے آپ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود آپ تک پہنچتا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ آپ درود کے کلمات سنتے ہیں جب کہ قاضی اخنائی سے منقول ہے کہ آپ سنتے ہیں، حالانکہ کوئی بھی اہل علم اس بات کا قائل نہیں ہے، اور نہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے البتہ بعض جاہل قسم کے متاخرین نام نہاد اہل علم کہتے ہیں: کہ جمعۃ المبارک کی رات اور دن کے اوقات میں رسول اکرم ﷺ ان لوگوں کے درود کے کلمات اپنے کانوں سے سنتے ہیں جو آپ پر درود بھیجتے ہیں بالکل غلط ہے، جب کہ احادیث معروفہ میں وارد ہے کہ درود کے الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں آپ پر پیش کئے جاتے ہیں، اسی طرح فرشتے آپ ﷺ تک سلام پہنچاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان جاہلوں کے قول کے بطلان کی تائید اس حدیث کے الفاظ سے ہو رہی ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کا ذکر (ص ۵) میں ہو چکا ہے اس حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز آپ تک درود پہنچتا ہے جب کہ درود بھیجنے والوں کے کلمات آپ نہیں سنتے ہیں۔

[1] الرد علی الاخنائی کا اردو ترجمہ راقم نے روضۂ اقدس کی زیارت کے نام سے تقریباً بیس سال قبل کیا تھا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، والحمد للہ علی ذلک

(۲۰۴) «مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَ زَارَ قَبْرِيْ وَ غَزَا غَزْوَةً وَصَلّٰى عَلَيَّ فِي الْمُقَدَّسِ لَمْ يَسْأَلْهُ اللّٰهُ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ»

ترجمہ: ''جس شخص نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور ایک بار جہاد کیا اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجا اللہ اس سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا جن کو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سخاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو القول البدیع (ص ۱۰۲) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مجد لغوی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت ابوالفتح ازدی کی جانب اس کے بیان کردہ فوائد میں سے آٹھویں فائدہ کی طرف کی ہے اور اس کا ثبوت محل نظر میں ہے۔

میں کہتا ہوں: سخاوی (اللہ اس پر رحم فرمائے) نے سہل انگاری سے کام لیا ہے، اس لئے کہ حدیث موضوع ہے اور اس کا باطل ہونا واضح ہے، اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اس حدیث کے بارے میں اسی طرح کا تبصرہ کرتا جس طرح کا تبصرہ اس سے قبل ذکر کردہ حدیث کے بارے میں کیا ہے جب کہ اس کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے: ''کہ اس حدیث کے بارے میں موضوع ہونے کی علامات واضح ہیں، اور میں جائز نہیں سمجھتا کہ اس حدیث کو اس کی حالت بیان کئے بغیر ذکر کیا جائے''

اس لئے کہ اس حدیث کا مفہوم خبر دے رہا ہے کہ اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے قبر نبوی کی زیارت کرنے اور جہاد کرنے سے اس کو یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ اس نے دیگر فرائض کی ادائیگی میں جو کمزوری دکھائی ہے اس سے ان کے بارے میں مواخذہ نہیں ہوگا جب کہ یہ نظریہ سراسر گمراہی کا پیش خیمہ ہے رسول اللہ ﷺ سے بھلا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات سرزد ہوں جن سے اس کا وہم بھی نمودار ہوتا ہو، چہ جائیکہ آپ کی زبان مبارک سے صراحت کے ساتھ اس قسم کے کلمات نکلنے کی نسبت کی جائے۔

مزید برآں اس حدیث کو ابن عبدالہادی (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (ص ۱۵۵) میں مجد لغوی کی سند کے ساتھ ابوالفتح ازدی محمد بن حسین بن احمد ازدی حافظ کی جانب کی ہے، اس نے بیان کیا کہ ہمیں نعمان بن ہارون بن ابی الدلہات نے، اس نے کہا ہمیں ابوسہل بدر بن عبداللہ مصیصی نے، اس نے کہا ہمیں حسن بن عثمان زیادی نے، اس نے کہا ہمیں عمار بن محمد نے، اس نے کہا مجھے میرے ماموں سفیان نے منصور سے، اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے، اس نے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا، ابن عبدالھادی نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد واضح کیا ہے: ''کہ یہ حدیث بلا شک وشبہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے حدیث کی معرفت رکھنے والوں پر تو اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

مزید برآں فن حدیث کا معمولی درک رکھنے والا طالب علم بھی اس بات کا علم رکھتا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے سفیان ثوری (رحمہ اللہ) پر غلط الزام لگایا گیا ہے، جب کہ انہوں نے اس سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں سنے ہیں، نیز اس حدیث کی سند میں بدر بن عبداللہ مصیصی ثقاہت کے ساتھ معروف ہے نہ عدالت وامانت کے ساتھ، اسی طرح ابوالفتح ازدی بھی متھم بالوضع ہے اگر چہ اس کا شمار حفاظ رواۃ سے ہوتا ہے ابن عبدالہادی نے اس حدیث کے بارے میں دیگر علماء کے اقوال ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ''کہ اس بات کے کہنے میں کچھ خفا نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے ایسے لوگوں کی طرف سے بنائی گئی ہے جو علم حدیث سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں''۔

میں کہتا ہوں: ازدی (راوی) کے حالات کا ذکر ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کیا ہے اور بعض محدثین کے اقوال سے اس کے ضعیف ہونے کا ذکر کیا ہے، البتہ اس کے متھم بالوضع ہونے کا ذکر کسی طرح سے نہیں کیا، اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں ذکر کیا ہے اور المیزان کے تبصرہ سے کچھ زائد تبصرہ نہیں کیا ہے بلکہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۱۶۶/۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس (راوی) کو محدثین کی ایک جماعت نے بلا سند ضعیف کہا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں اور جماعت نے اس کو کمزور قرار دیا ہے جب کہ کوئی مفید دلیل نہیں ہے۔

معلوم ہوا اس حدیث کی سند میں ازدی (راوی) بری الذمہ ہے، البتہ مصیصی (راوی) متھم ہے ذہبی نے (رحمہ اللہ) المیزان میں اس کے حالات ذکر کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ بدر بن عبداللہ ابوسہل مصیصی (راوی) حسن بن عثمان زیادی راوی سے باطل حدیثیں روایت کرتا ہے اور اس سے نعمان بن ہارون روایت کرتا ہے، حالانکہ حافظ ابن (رحمہ اللہ) حجر نے اللسان میں ذکر کیا ہے کہ حدیث مذکورہ جس کو ابوالفتح ازدی نے بیان کیا ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (رقم ۱۷۵) میں ذکر کیا ہے، نیز اس نے بیان کیا کہ المیزان (ص ۱۲۲) میں اس حدیث کو باطل کہا گیا ہے، اصل خرابی بدر (راوی) کو قرار دیا گیا ہے۔

(۲۰۵) «مَامِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فِيْ شَرْقٍ وَ لَاغَرْبٍ اِلَّا اَنَا وَمَلَائِكَةُ رَبِّي نَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: يَارَسُولَ اللّٰهِ فَمَابَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ؟ فَقَالَ لَهُ وَمَا يَقَالُ لِكَرِيْمٍ فِيْ جِيْرَتِهِ وَجِيْرَانِهِ مِمَّا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ مِنْ حِفْظِ الْجِوَارِ وَحِفْظِ الْجِيْرَانِ؟»

ترجمہ: جو بھی مسلمان مجھ پر مشرق مغرب سے سلام کہتا ہے تو میں اور میرے رب کے فرشتے اس پر سلام کا جواب دیتے ہیں (اس پر) آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! اہل مدینہ کا حال کیسا ہے آپ نے فرمایا کسی کریم انسان کے پڑوسیوں کے بارے میں جو اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے پڑوس کا خیال رکھا جائے اور اس کے پڑوسیوں کو محفوظ رکھا جائے (وہی میرے پڑوس میں رہنے والوں کا ہے)

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابونعیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الحلیۃ (۳۴۹/۶) میں ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہے ہمیں سلیمان بن احمد طبرانی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبیداللہ بن محمد عمری نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں ابومصعب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں مالک نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، ابونعیم نے اس حدیث کو غریب قرار دیا کہ اس حدیث کی سند میں ابومصعب راوی متفرد ہے، میں کہتا ہوں: ابومصعب کا نام احمد بن ابوبکر قاسم بن حارث زہری مدنی ہے مؤطا کے رواۃ سے ہے اور یہ (راوی) ثقہ اور فقیہ ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا عبیداللہ بن محمد عمری قاضی (راوی) کے بارے میں المیزان میں مذکور ہے کہ امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طریق سے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غرائب مالک میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں عمری (راوی) متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، جیسا کہ لسان المیزان میں ہے اور سخاوی نے القول البدیع (ص ۱۱۷) میں ذکر کیا کہ اس کی سند میں عبیداللہ بن محمد العمری (راوی) ہے ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم بالوضع قرار دیا ہے اور ابن عبدالہادی (رحمہ اللہ) نے الصارم المنکی (ص ۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس کے وضع میں متہم راوی شیخ عمری مدنی ہے اور اس کی ذلت و رسوائی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ اس نے اس حدیث کو ایسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو سورج کی طرح روشن ہے اور یہ بات

درست معلوم ہوتی ہے کہ اس حدیث کو وضع کر کے اس کے سامنے پیش کی گئی ہو تو اس نے اس حدیث کو بیان کر دیا ہو، نعوذ باللہ من الخذلان.

(۲۰۶) «مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ جُلِدَ»

ترجمہ: ''جس نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو گالیاں دیں اسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں اس کو کوڑے لگائے جائیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو معجم الصغیر (ص ۱۳۷) میں ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عبیداللہ بن محمد العمری القاضی نے طبریہ شہر میں سن ۲۷۷ھ میں ذکر کیا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے روایت کیا، اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن جعفر بن محمد نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا علی بن حسین سے اس نے حسین بن علی سے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ عمری راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں بیان کیا ہے کہ وہ متهم بالكذب والوضع ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے حافظ ابن حجر نے بیان کیا اس کی منکر حدیثوں سے یہ حدیث بھی ہے نیز ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۲۶۰/۶) میں بیان کیا اور واضح کیا کہ اس حدیث کو طبرانی (رحمہ اللہ) نے الصغیر اور الاوسط میں اپنے شیخ عبیداللہ بن محمد عمری سے ذکر کیا امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذب کے ساتھ متهم کیا ہے۔

(۲۰۷) «أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِ جُمُعَةٍ»

ترجمہ: ''تمام دنوں سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جب کہ وہ جمعہ کا دن ہو اس کا حج جمعہ کے علاوہ دوسرے دن کے حج سے ستر بار حج کرنے سے بہتر ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے زیلعی (رحمہ اللہ) کا یہ قول ابن عابدین (۳۴۸/۲) کے حاشیہ کی بنیاد پر کہ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے، خیال فرمائیں کہ رزین (رحمہ اللہ) کی اس کتاب میں چھ اصول حدیث کی کتابوں کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے یعنی بخاری، مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی بالکل اسی انداز پر جس طرح

ابن اثیر (رحمہ اللہ) کی جامع الاصول من احادیث الرسول میں احادیث ہیں، لیکن کتاب التجرید میں ایسی حدیثیں کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کا اصول کی کتابوں میں کچھ ذکر نہیں اس سے وہ علماء بخوبی واقف ہیں جو اس سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) الترغیب میں رزین سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے اس حدیث کا ان کتابوں میں کچھ اصل نہیں بلکہ حدیث کی دیگر کتب معروفہ میں بھی اس کا ذکر نہیں۔

مزید برآں علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۷) میں صراحت کی کہ یہ حدیث باطل ہے دراصل امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے جمعہ کے روز عرفات میں وقوف کرنے کے دس فضائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے: کہ جمعہ کے روز وقوف سے اس حج کا ثواب بہتر (۷۲) حج کے برابر ہے یہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں رسول اللہ ﷺ سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ تابعین عظام (رحمہم اللہ) سے کچھ منقول ہے اور مناوی (رحمہ اللہ) نے فیض القدیر (۲/۲۸) میں اور ابن عابدین (رحمہ اللہ) نے حاشیہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔

(۲۰۸) «مَاقُبِلَ حَجُّ امْرِئٍ اِلَّا رُفِعَ حَصَاهُ يَعْنِى حَصَى الْجِمَارِ»

ترجمہ: ''جس انسان کا حج قبول ہوتا ہے تو اس کے کنکر جو اس نے جمروں کو مارے ہوتے ہیں وہ اٹھا لئے جاتے ہیں (یعنی غائب ہو جاتے ہیں)''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهره علی الالسنة کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: مؤلف کا اس حدیث کو دیلمی کی جانب نسبت کہنے پر اقتصار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدیث میں ضعف ہے، نیز امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

چنانچہ بیہقی نے اس حدیث کو السنن الکبریٰ (۵/۱۲۸) میں اور دارقطنی نے (ص ۲۸۹) اور حاکم نے (رحمہ اللہ) (۱/۴۷۶) میں یزید بن سنان کے طریق سے اس نے یزید بن ابی انیسہ سے، اسی طرح طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۲۱/۱) میں عمرو بن مرہ سے اس نے عبدالرحمن بن ابی سعید خدری سے اس نے اپنے والد سے اس نے کہا'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کنکر جو ہر سال پھینکے جاتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کنکر کم ہو جاتے ہیں آپ نے فرمایا جن کنکروں کو شرف قبولیت حاصل ہو جاتی ہے وہ اٹھا لئے جاتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کنکر پہاڑ نظر آتے''

اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے ضعیف کہا ہے کہ یزید بن سنان (راوی) حدیث میں قوی نہیں ہے نیز یہ حدیث ایک دوسرے ضعیف طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: بیہقی (رحمہ اللہ) کے شیخ حاکم (رحمہ اللہ) نے بیہقی کی مخالفت کی ہے اور حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، یزید بن سنان متروک نہیں ہے، جب کہ بیہقی کا قول درست ہے، اس لئے کہ بیہقی فن جرح وتعدیل کا علم اپنے شیخ سے زیادہ رکھتے تھے، خیال رہے کہ حاکم کے قول سے لازم آتا ہے کہ یزید (راوی) متروک نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی حدیث صحیح ہے اس لئے کہ کبھی راوی غیر متروک ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور یزید (راوی) اسی قبیل سے ہے، علاوہ ازیں امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک کہا ہے اسی لئے ذہبی (رحمہ اللہ) نے **تلخیص المستدرک** میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یزید کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے نیز اس حدیث کو **ھیثمی** نے (۲۶۰/۳) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو **الاوسط** میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں یزید بن سنان تمیمی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موقوف بھی وارد ہے، ازرقی نے **تاریخ مکۃ** (ص ۴۰۳) میں اس حدیث کو بیان کیا ہے اور دولابی نے **الکنٰی** (۵۶/۲) میں ابن ابی نعیم کے طریق سے اس نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس نے ذکر کیا ہے جو کنکر قبولیت حاصل کرتے ہیں وہ اٹھا لئے جاتے ہیں جب کہ اس کی سند صحیح ہے اور ابن ابی **النعم** کا نام عبدالرحمٰن ہے، ازرقی اور بیہقی (رحمہما اللہ) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی موقوف صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے پس درست یہ ہے کہ حدیث موقوف ہے لیکن قابل غور اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ کیا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے؟ مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(۲۰۹) «حَلَّتْ شَفَاعَتِي لِأُمَّتِي إِلَّا صَاحِبَ بِدْعَةٍ»

ترجمہ: ''میری امت کے حق میں میری شفاعت درست ہے البتہ بدعت کرنے والے کے لئے نہیں ہے''

تحقیق: حدیث منکر ہے ابن وضاح قرطبی نے اس حدیث کو اپنی عمدہ کتاب **البدع والنھی عنھا** (ص ۳۶) میں ابی عبدالسلام کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا میں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا آگے اس حدیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث مرسل ہے بکر (راوی) تابعی ہے اس نے نبی ﷺ کو نہیں پایا اور مرسل ہونے

کے ساتھ ساتھ اس راوی تک سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابوعبدالسلام جس کا نام صالح بن رستم ہاشمی ہے جو مجہول راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تقریب میں ذکر کیا ہے، اور حدیث کی سند کے ضعف کیساتھ ساتھ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے کہ میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوئے اور یہ حدیث صحیح ہے اور ایسے لوگوں کے مخالف ہے جو اپنے نظریات پر قائم ہیں اور اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں اور حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

(۲۱۰) ((مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ اَنْ تُحْرِمَ مِنْ دُوَيْرَةِ أهْلِكَ))

ترجمہ: ''حج اتمام پذیر ہوگا جب آپ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھیں گے''

تحقیق: حدیث منکر ہے، بیہقی (رحمہ اللہ) (۳۱/۵) نے اس حدیث کو جابر بن نوح کے طریق سے اس نے محمد بن عمرو سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں: ''کہ حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو'' حدیث کا ذکر کیا، اس حدیث کی سند ضعیف ہے بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث میں نظر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا سبب دراصل یہ ہے کہ جابر (راوی) کی تضعیف پر اتفاق ہے ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۵۰) نے اس سے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صرف اسی سند کے ساتھ معروف ہے اور میں نے اس کی اس سے زیادہ کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی ہے لیکن امام شوکانی (رحمہ اللہ) پر یہ بات پوشیدہ رہی اس نے نیل الاوطار (۲۵۴/۴) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ثابت ہے، اس کو ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے عبداللہ بن سلمہ مرادی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے علی رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر مرادی (راوی) کا حافظہ خراب ہو گیا تھا جب کہ ہر حالت پر یہ حدیث مرفوع سے زیادہ صحیح ہے مزید برآں بیہقی نے بیان کیا کہ میقات سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے احرام باندھنے کے مکروہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ بات مواقیت کی مشروعیت کی حکمت کے عین موافق ہے۔

اس سلسلہ میں امام شاطبی (رحمہ اللہ) کا قول کتنا عمدہ ہے جس کا انہوں نے الاعتصام (۱/ ۱۶۷) میں ذکر کیا ہے اور ان سے قبل امام ہروی (رحمہ اللہ) نے ذم الکلام (۱/۵۴/۳) میں زبیر بن بکار سے روایت کیا اس نے ذکر کیا: مجھ سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا اس نے کہا میں نے مالک بن

انس (رحمہ اللہ) سے سنا اس کے پاس ایک شخص آیا اس نے دریافت کیا اے ابو عبداللہ! میں کہاں سے احرام باندھوں؟ اس نے جواب دیا ذو الحلیفۃ سے! جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا، اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مسجد نبوی قبر مبارک سے احرام باندھوں! اس نے کہا: ایسا ہرگز نہ کرنا! مجھے فتنہ کا خدشہ ہے اس نے کہا اس میں فتنہ کیسا؟ بس چند میلوں کا اضافہ کر رہا ہوں۔

اس نے جواب دیا! اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوگا کہ تو ایسا فضیلت والا کام کرے جس کو رسول اللہ ﷺ نے سرانجام نہیں دیا، جب کہ اللہ پاک کا فرمان ہے ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو فتنہ نہ پہنچ جائے یا وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ضعیف حدیثوں کا صحیح حدیثوں اور شریعت اسلامیہ کی مخالفت میں کیا مقام ہے؟ میں نے بعض افغان مشائخ کو یہاں دمشق میں احرام کی حالت میں دیکھا تو میں نے یہی سمجھا کہ یہ لوگ اپنے ملک سے احرام باندھ کر آئے ہیں جب میں نے ان کے اس عمل کو شریعت اسلامیہ کے خلاف قرار دیا تو انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جب کہ ان مسکین لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے قابل حجت نہیں ہے نہ اس پر عمل کرنا درست ہے اس لئے کہ یہ حدیث معروف مسنون مواقیت والی احادیث کے خلاف ہے اور اس طرح کی اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۱)((مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ))

ترجمہ: جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لئے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس کے پہلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) (۱/۲۷۵) ابن ماجہ (۲/۲۳۴-۲۳۵) الدارقطنی (ص۲۸۲) البیہقی (۵/۳۰) اور احمد (۶/۲۹۹) نے حکیمہ (راویہ) سے اس نے ام سلمہ سے مرفوع روایت کیا، ابن قیم نے تہذیب السنن (۲/۲۸۴) میں ذکر کیا ہے: کہ متعدد حفاظ نے اس حدیث کی سند کو غیر قوی قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے قوی نہ ہونے کا سبب میرے نزدیک حکیمہ (راویہ) ہے نہ تو یہ مشہور ہے اور ابن حبان (رحمہ اللہ) (۱/۳۴) کے علاوہ کسی نے اس کو ثقہ قرار نہیں دیا ہے اور ہم نے متعدد بار متنبہ کیا ہے کہ اس کو ثقہ قرار دینے میں سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن حجر (رحمہ اللہ)

نے اس کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا اور اس کو ثقہ نہیں کہا البتہ التقریب میں اس کو مقبولۃ کہا ہے جب کہ اس کا کوئی متابع ہو، لیکن اس حدیث میں تو اس کا کوئی متابع نہیں ہے، لہٰذا اس کی روایت کردہ حدیث ضعیف اور غیر مقبول ہے۔

میرے نزدیک اس کے ضعف کی یہ وجہ ہے جبکہ امام منذری نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، چنانچہ اس نے مختصر السنن (۲/۲۸۵) میں ذکر کیا ہے کہ رواۃ نے اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں زبردست اختلاف کیا ہے اسی طرح حافظ ابن کثیر نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے جیسا کہ نیل الاوطار (۴/۲۵۳) میں ہے، بعدازاں معلوم ہوتا ہے کہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں جو ذکر کیا تھا منذری اس کو بھول گیا اور اس نے الترغیب والترھیب (۲/۱۱۹-۱۲۰) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے صحیح اسناد کیساتھ ذکر کیا ہے اس حدیث کو کیسے صحیح کہا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس حدیث میں اس نے اور دیگر محدثین نے اضطراب کا اقرار کیا ہے اور ہمارے نزدیک حکیمہ (راویہ) مجہول ہے علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی بنیاد پر ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ احرام کو میقات سے پہلے زیب تن کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث کی دلالت تو اس سے زیادہ خاص ہے مقصود یہ ہے کہ بیت المقدس سے خاص طور پر احرام باندھنا مواقیت سے احرام باندھنے سے زیادہ افضل ہے البتہ دیگر علاقوں میں اصل یہی ہے کہ ان مواقیت سے احرام باندھا جائے جو معروف ہیں اور یہی افضل ہے جیسا کہ صنعانی نے سبل السلام (۲/۱۸ - ۲۶۹) میں اس کو ثابت کیا ہے، لیکن یہ بات تو تب درست ہے اگر حدیث کو صحیح فرض کر لیا جائے، لیکن خیال رہے کہ حدیث تو صحیح نہیں ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس حکم میں بیت المقدس کا حکم بھی دیگر شہروں کی طرح ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اس سے قبل والی حدیث میں بالخصوص موجود ہے اور بالعموم اس پر آگے ذکر ہونے والی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

(۲۱۲) ((لِيَسْتَمِعْ اَحَدُكُمْ بِحِلِّهِ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ مَا يَعْرِضُ فِيْ اِحْرَامِهِ))

ترجمہ: ''حلال ہونے کی صورت میں تم جس قدر استطاعت رکھتے ہو فائدہ اٹھاؤ اس لئے کہ کچھ علم نہیں احرام کی حالت میں کیا کچھ پیش آنے والا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ھیثم بن کلیب نے اس حدیث کو اپنی مسند (۱/۱۳۲) میں، امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن (۵/۳۰-۳۱) میں، واصل بن سائب رقاشی کے طریق سے اس نے ابوسورۃ

سے اس نے اپنے چچا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا اور ذکر کیا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، واصل بن سائب منکر الحدیث ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کی وضاحت کی ہے، نیز اس حدیث کو بیہقی (رحمہ اللہ) نے شافعی (رحمہ اللہ) کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں مسلم نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے عطاء سے پہلی حدیث کے مثل موفوع روایت کیا البتہ اس کو مرسل قرار دے کر معلول بنا دیا ہے، میں کہتا ہوں: مسلم جو شافعی کا استاذ ہے وہ خالد زنگی فقیہ کا بیٹا ہے اگر چہ وہ صدوق ہے لیکن کثیر الاوھام ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور ابن جریج مدلس ہے اور اس نے لفظ عن کے ساتھ حدیث بیان کی ہے۔

(۲۱۳) «اِنِّی لَاَعْلَمُ اَرْضًا یُقَالُ لَهَا عُمَّانُ یَنْضَحُ بِجَانِبِهَا الْبَحْرُ الْحَجَّةُ مِنْهَا اَفْضَلُ مِنْ حَجَّتَیْنِ مِنْ غَیْرِهَا»

ترجمہ: ''میں ایک مقام کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے اس کے کنارے سمندر بہتا ہے اس مقام سے ایک حج کرنا بنسبت دوسرے مقامات سے دو حج کرنے سے افضل ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے المسند (رقم ۴۸۵۳) میں اور ثقفی نے اپنی مشیخۃ البساوزیین (۱۸۴-۱۸۵) میں، بیہقی (رحمہ اللہ) نے السنن (۳۳۵/۴) میں حسن بن ہادیہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اس نے مجھ سے دریافت کیا آپ کس علاقہ سے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میرا تعلق عُمان سے ہے اس نے پھر استفسار کیا عُمان والوں سے ہے! میں نے اثبات میں جواب دیا: اس نے بیان کیا کہ میں آپ کو وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ میں نے کہا آپ ضرور بیان کریں اس پر اس نے بیان کیا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ اور معروف ہیں البتہ ابن ھادیہ (راوی) کا ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے الجرح والتعدیل (۴۰/۲/۱) میں ذکر کیا ہے لیکن اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کا لسان المیزان میں یہ کہنا کہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں مجھے خدشہ ہے کہ اس کی نظر میں اس کے عقب میں کسی دوسرے راوی کے حالات پر پڑی ہے (اس لئے اس نے یہ الفاظ کہے ہیں) واللہ اعلم۔

جب کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الثقات (۱۴/۱) میں کیا ہے در اصل ابن حبان

کی یہ عادت ہے کہ وہ مجھول رواۃ کی توثیق کرتا ہے اس پر متعدد بار ہم متنبہ کر چکے ہیں، خیال رہے ابن حبان کی توثیق کو ھیثمی قابل اعتماد گردانتا ہے اس لئے کہ اس نے مجمع الزوائد (۲۱۷/۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور الشیخ الفاضل احمد محمد شاکر کی دلیل کہ اس نے المسند کی تعلیق میں اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ اس کی سند صحیح نہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، شیخ احمد محمد شاکر (رحمہ اللہ) کی تعلیق جو مسند احمد پر ہے اور اس کی دیگر تعلیقات میں اس انداز کی تصحیح پائی جاتی ہے جس کی بنیاد ان توثیقات پر ہے جو قابل اعتماد نہیں ہیں اس لئے کہ اس کا استناد درست نہیں ہے۔

(۲۱۴) «مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلاَ دِيْنَ لَهُ»

ترجمہ: ''جس شخص نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ اس حدیث کو محمد بن حمدان مروزی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن حبیق نے بیان کیا اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن اسباط نے سفیان ثوری سے اس نے ایک آدمی سے اس نے زر سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ابن قیم نے اس حدیث کو اپنی تالیف جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام (ص ۲۵-۲۶) میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ضعف ظاہر ہے میں اچھا سمجھتا ہوں کہ حقیقت سے نقاب کشائی کروں، خیال رہے کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت: یوسف بن اسباط ہے، ابو حاتم نے ذکر کیا ہے کہ یہ شخص عبادت گزار تھا اس نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا کثرت کیساتھ غلطیاں کرتا تھا البتہ آدمی نیک تھا لیکن اسکی حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

دوسری علت: اس کا وہ راوی ہے جو زر سے روایت کرتا ہے اس کا نام معلوم نہیں اس بنیاد پر سخاوی (رحمہ اللہ) نے القول البدیع (ص ۱۱۴) میں اس کو معلول قرار دینے پر اقتصار کیا ہے لیکن یہ کوتاہی ہے۔

مزید برآں میں نے اس حدیث کا طبرانی کی المعجم الکبیر (۱/۱۹/۳) میں ملاحظہ کیا اس نے عاصم کے طریق سے اس نے زر سے اس نے عبداللہ سے بیان کیا اس نے کہا جس شخص نے درود نہیں بھیجا اس کا کچھ دین نہیں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے اس حدیث میں ((عَلَيَّ)) کا لفظ نہیں ہے لیکن یہ حدیث موقوف ہے اور موقوف ہونا ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۱۵) «مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِیْنَ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَ ثَمَانِیْنَ عَامًا فَقِیْلَ لَهٗ وَكَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَتَعْقِدُ وَاحِدًا»

ترجمہ: ''جس شخص نے مجھ پر جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے آپ نے فرمایا آپ اس طرح درود بھیجیں «اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ» ''اے اللہ محمد پر رحمتیں فرما جو تیرا بندہ اور تیرا نبی اور تیرا رسول ہے اور وہ اُمِّـــی ہے (یعنی پڑھا ہوا نہیں ہے) اور ایک (گنتی کی) گرہ دیں

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب (رحمہ اللہ) (۴۸۹/۱۳) نے اس حدیث کو وہب بن داؤد بن سلیمان ضریر کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے اس نے انس سے مرفوع روایت کی الضریر کے حالات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے سخاوی (رحمہ اللہ) نے القول البدیع (ص۱۴۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الاحادیث الواهیة میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی کی دوسری کتاب الاحادیث الموضوعات کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس حدیث میں وضع کے علامات ظاہر ہیں اور نبی ﷺ پر درود کی فضیلت کے بارے میں جب حدیثیں موجود ہیں تو اس قسم کی احادیث سے بے پرواہی کی جائے ان احادیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کرتا ہے مسلم اور دیگر کتب میں یہ حدیث مذکور ہے، مزید برآں سخاوی نے (رحمہ اللہ) (ص۱۴۷) میں اس حدیث کو ایک دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے، اس میں دارقطنی (رحمہ اللہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع لائے ہیں بعد ازاں بیان کیا کہ عراقی نے اور ان سے قبل ابو عبداللہ بن نعمان نے اس کو حسن قرار دیا ہے لیکن یہ بات غور و فکر کی متقاضی ہے اس کی مثل حدیث اس سے قریب ہی ذکر کی گئی ہے۔

میں کہتا ہوں: دارقطنی (رحمہ اللہ) میں یہ حدیث ابن المسیب سے ہے اس نے بیان کیا کہ میں اس کو

ابو ہریرہ ﷛ سے خیال کرتا ہوں جیسا کہ الکشف (۱/۱۶۷) میں ہے، خیال رہے ابھی مکتب اسلامی نے فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کے عنوان پر شیخ اسماعیل بن اسحاق قاضی (رحمہ اللہ) کی تالیف ہماری تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اس مسئلہ میں وارد ہونے والی احادیث صحیحہ کے عظیم مجموعہ پر اطلاع پانا چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

(۲۱۶) «إِنَّا لَنُكَثِّرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ، وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ»

ترجمہ: ''بلاشبہ ہم کچھ لوگوں کی لوگوں کے سامنے مبالغہ کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں''۔

تحقیق: اس حدیث کے مرفوع ہونے کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ علامہ عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۰۶) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس کو (۱۰/۴۴۴) میں مُعَلَّق موقوف نقل کیا ہے امام بخاری نے واضح کیا ہے کہ ابوالدرداء سے نقل کیا گیا ہے اس نے بتایا ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے مبالغہ آرائی کے ساتھ ان کی تعریف کرتے ہیں جب کہ ایک جماعت نے اس کو موصول ذکر کیا ہے ان میں ابونعیم نے الحلیۃ (۱/۲۲۲) میں خلف بن حوشب کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے ابوالدرداء سے روایت کیا جب کہ ابوالدرداء نے اس کو موقوف بیان کیا ہے لیکن وہ روایت مُنْقَطِع ہے جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

مزید برآں ابوبکر بن المقری نے اپنی الفوائد میں ابوصالح کے طریق سے اس نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کو بھی منقطع کہا ہے جب کہ امام ابن ابی الدنیا (رحمہ اللہ) نے اور ابراہیم الحربی نے اس کو غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے اور علامہ دینوری (رحمہ اللہ) نے المجالسۃ میں ابی الزاھریۃ کے طریق سے جبیر بن نفیر سے اس نے ابوالدرداء سے ذکر کیا ہے، جب کہ دینوری نے اس کی اسناد میں جبیر بن نفیر کا ذکر نہیں کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس لحاظ سے یہ حدیث منقطع بھی ہے شاید ان طرق کے باعث اس کو تقویت حاصل ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یعنی مرفوع نہیں ہے البتہ موقوف ثابت ہے۔

(۲۱۷) «الزُّرْقَةُ فِي الْعَيْنِ يُمْنٌ وَكَانَ دَاوُدُ أَزْرَقَ»

ترجمہ: ''نیلا پن آنکھ میں ہونا برکت ہے داود ﷺ کی آنکھیں نیلی مائل تھیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو التاریخ میں حسین بن علوان کے

طریق سے اس نے اوزاعی سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اللآلی (۱/۱۴۲) میں بطور شاہد ذکر کیا ہے لیکن غلط کیا ہے، اس لئے کہ ابن علوان (راوی) کذاب اور وضاع ہے، امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے پہلے جملہ کو الموضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے محمد بن یونس سے اس نے عباد بن صہیب سے اس نے ہشام بن عروۃ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عباد (راوی) متروک ہے اور اس سے روایت کرنے والا کدیمی (راوی) اصل مصیبت وہ ہے، اور اس طریق سے یوسف بن عبدالہادی نے اس حدیث کو جزء احادیث منتقاۃ (۱/۳۳۷) میں بیان کیا ہے۔

نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل المؤدب نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن ارقم نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا، البتہ الفاظ یہ ہیں: «اَلزُّرْقَةُ يُمْنٌ» "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے" اور بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے سلیمان (راوی) متروک ہے اور اسماعیل (راوی) قابل حجت نہیں ہے، لیکن سیوطی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے عباس بن عبدالعظیم نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عراق کے باشندوں میں سے ایک شخص نے بتایا اس نے معمر سے اس نے زہری سے مرفوع روایت کیا کہ "آنکھ کا نیلگوں مائل ہونا باعث برکت ہے"۔

میں کہتا ہوں: یہ روایت مرسل ہے اس کی سند میں عراقی راوی ہے جس کا نام معلوم نہیں پس وہ متہم ہے نیز سیوطی نے اس کا ایک شاہد حاکم کے طریق سے ذکر کیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ موضوع ہے، شیخ عجلونی نے الکشف (۱/۴۳۹) میں اور ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۱۸) «مَنْ سَافَرَ مِنْ دَارِ اِقَامَتِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اَنْ لَا يُصْحَبَ فِيْ سَفَرِهِ»

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن اپنے گھر سے سفر پر نکلتا ہے فرشتے اس کے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اس کے سفر میں اللہ اس کا ساتھی نہ بنے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو الافراد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے

مرفوع روایت کیا ہے ابن قیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۱/۱۴۵) میں بیان کیا: ''یہ حدیث ابن لھیعۃ سے ہے'' میں کہتا ہوں: یہ راوی حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہے اور بجیرمی کا اس حدیث کو الاقناع (۲/۱۷۷) میں صحیح قرار دینا اس کا کچھ سبب نظر نہیں آتا اور ابن ابی شیبہ (۱/۲۰۶/۱) نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ حسان بن عطیہ (راوی) سے ذکر کیا اس نے بیان کیا جب کوئی شخص جمعہ کے دن سفر کرتا ہے اس کے حق میں بددعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سفر میں اس کا صاحب اور معاون نہ ہو، یہ حدیث مقطوع ہے شاید اس حدیث کا اصل یہ ہے، لیکن ابن لھیعۃ نے اس حدیث کو موصول مرفوع بیان کیا ہے جس کا حافظہ درست نہیں اور حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے لیکن وہ موضوع ہے اس سے بعد والی حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۹) «مَنْ سَافَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَعَا عَلَيْهِ مَلَكَاهُ اَنْ لَا يَصْحَبَ فِي سَفَرِهِ وَلَا تُقْضٰى لَهُ حَاجَةٌ»

ترجمہ: ''جس شخص نے جمعہ کے روز سفر کیا اس کے ساتھ (مقرر) اس کے دونوں فرشتے اس کے حق میں بددعا کرتے ہیں کہ اللہ اس کے سفر کا رفیق نہ بنے اور نہ اسکی ضرورت پوری ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، خطیب نے اس کو کتاب اسماء الرواۃ عن مالک میں حسین بن علوان کی روایت سے اس نے مالک سے اس نے زہری سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا، نیز خطیب نے بیان کیا حسین بن علوان (راوی) سے اس کا غیر زیادہ پختہ ہے عراقی نے بیان کیا کہ خطیب نے اس راوی کے بارے میں نرم انداز اختیار کیا ہے حالانکہ یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا ہے، ابن حبان نے اس کو وضع کی جانب منسوب کیا ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس سے مروی یہ حدیث ذکر کی ہے اور بیان کیا کہ اس نے اس حدیث میں مالک پر کذب بیانی سے کام لیا ہے، نیل الاوطار (۳/۱۹۴-۱۹۵) میں اسی طرح ہے۔

خیال رہے سنت میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو جمعہ کے دن سفر کرنے سے مطلقاً روکتی ہو بلکہ نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے جمعہ کے دن شروع دن میں سفر فرمایا البتہ حدیث بوجہ مرسل ہونے کے ضعیف ہے اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) (۳/۱۸۷) نے اسود بن قیس سے روایت کیا اس نے اپنے والد سے اس نے بیان کیا ''کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اس پر سفر کے علامات نمایاں تھے آپ نے اس سے سنا وہ کہہ رہا تھا اگر جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں ضرور سفر کرتا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سفر پر نکلیں جمعہ

سفر کرنے سے روکتا نہیں ہے" ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) (۲/۲۰۵/۲) نے اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اسود کے والد قیس کو نسائی اور ابن حبان (رحمہما اللہ) نے ثقہ کہا، پس یہ اثر اور اس سے قبل کی حدیث بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہی ہے اگر حدیث صحیح ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ پر مخفی نہ رہتی۔

(۲۲۰) ((اِنَّ لَهُ (يَعْنِي اِبْرَاهِيمَ بْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ) مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا وَلَوْ عَاشَ لَعُتِقَتْ اَخْوَالُهُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَ قِبْطِيٌّ قَطُّ))

ترجمہ: "بلاشبہ محمد ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو جنت میں دودھ پلانے والی میسر ہے اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا اور اگر زندہ رہتا تو اس کے ماموں قبطی آزاد کر دیئے جاتے اور کوئی قبطی کبھی غلام نہ بنایا جاتا"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن ماجہ (۱/۴۵۹، ۴۶۰) نے اس حدیث کو ابراہیم بن عثمان کے طریق سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ ہمیں حکم بن عتیبہ نے حدیث بیان کی اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اس نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا، اس حدیث کو ذکر کیا اس حدیث کی سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے لیکن حدیث کا پہلا جملہ براء کی حدیث سے اس میں داخل ہو گیا ہے، براء کی حدیث کو احمد (رحمہ اللہ) (۴/۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۴) نے اور دیگر محدثین نے ایسی اسانید کے ساتھ بیان کیا جن میں کچھ اسانید صحیح ہیں، جب کہ دوسرا جملہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے اس سے دریافت کیا گیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا تھا اس نے کہا کہ وہ تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا اور محمد ﷺ کے بعد اگر کسی پیغمبر کے آنے کا فیصلہ ہوا ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنی صحیح (۱۰/۴۷۶) میں ابن ماجہ (۱/۴۵۹) اور احمد (۴/۳۵۳) نے روایت کیا، حدیث کے الفاظ ہیں اگر نبی ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے آنا ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت نہ ہوتا، اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے بیان کیا ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اگر وہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتا، اس کو احمد (۳/۱۳۳ و ۲۸۰-۲۸۱) نے صحیح سند کے ساتھ مسلم کی شرط پر ذکر کیا، نیز ابن مندہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور یہ الفاظ زائد کئے "لیکن اس نے زندہ

نہیں رہنا تھا اس لئے کہ تمہارا پیغمبر آخری پیغمبر ہے'' جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی فتح الباری (۱۰/۴۷۶) میں ہے اور اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

خیال رہے کہ یہ روایات اگرچہ موقوف ہیں لیکن انہیں مرفوع کا حکم حاصل ہے اس لئے کہ اس روایت کا تعلق غیبی امور سے ہے جن میں کسی کی رائے کو کچھ دخل نہیں جب یہ بات آپ کے سامنے آشکارا ہوگئی ہے تو اس جملہ کے ساتھ قادیانیوں کا استدلال سراسر گمراہی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا دراصل قادیانی اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد بھی نبوت جاری اور ساری ہے اس لئے کہ آپ سے یہ جملہ اس طرح ثابت نہیں ہے اگرچہ یہ لوگ ان آثار کے ساتھ اس کی تقویت کرتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے لیکن ان آثار سے سوائے محروی کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کی دلیل ان کے خلاف فیصلہ کرتی ہے جب کہ اس میں وضاحت ہے کہ ابراہیم اس لئے صغرسنی میں فوت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے نہیں آنا ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ حسب عادت اس مسئلہ میں مجادلہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور پوراز ور صرف کرتے ہیں کہ ان آثار کے ساتھ استدلال کو ضعیف ثابت کریں نیز ان احادیث کو مرفوع حدیث کا حکم نہ دیں لیکن وہ ایسا کرنے کی استطاعت نہیں کر سکتے اور ہم نے ان کے دلائل کو جس انداز کے ساتھ ثابت کیا ہے اس نے انہیں خاموش کرا دیا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً اس جملہ کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔

(۲۲۱) «اَلْحَجُّ قَبْلَ التَّزَوُّجِ» ترجمہ: ''نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو جامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے مسند الفردوس میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور مناوی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور میسرہ بن عَبْدِ رَبِّہٖ کے بارے میں ذہبی نے کہا ہے وہ مشہور کَذَّاب ہے۔

میں کہتا ہوں: پہلا راوی بھی کذاب معروف ہے ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا کہ وہ کذاب خبیث ہے ابوداؤد نے کذاب کہا ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کا ضعیف ہونا واضح ہے اور اس سے مروی تمام حدیثیں موضوع حدیثوں کی مانند ہیں اور یہ وہی راوی ہے جس کے بارے میں ابوخیثمہ نے بیان کیا کہ اس نے خلیفہ مہدی کو حدیث بیان کی کہ مقابلہ تیروں میں یا اونٹوں اور گھوڑوں میں درست ہے اس نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ پرندوں میں بھی مقابلہ درست ہے اس پر مہدی نے اس جملہ کو حدیث میں

شامل کر دیا اور جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری گدی جھوٹے انسان کی گدی ہے، مجھے تعجب ہے کہ امام سیوطی کس طرح اپنی جامع میں ان کذاب رواۃ کی احادیث لاتا ہے البتہ یہ حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۲)«مَنْ تَزَوَّجَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ فَقَدْ بَدَأَ بِالْمَعْصِيَةِ»

ترجمہ: ”جس شخص نے حج ادا کرنے سے قبل نکاح کیا اس نے معصیت کا آغاز کیا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۲۰) نے اس کو احمد بن جمہور قرقسانی سے روایت کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن ایوب نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اس نے رجاء بن روح سے اس نے کہا مجھے وہب بن منبہ کی بیٹی نے حدیث بیان کی اس نے اپنے والد سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی، ابن عدی نے کہا ایوب بن سوید (راوی) کی بعض روایات کی کوئی راوی متابعت نہیں کرتا، نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ابن عدی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ محمد بن ایوب راوی موضوع روایات لاتا ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۱۲۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے نیز اضافہ کیا ہے کہ احمد بن جمہور (راوی) کذب کے ساتھ متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: رجاء بن روح (راوی) اور اللآلی میں ابن نوح ہے مجھے اسکے حالات نہیں مل سکے ہیں

(۲۲۳)«اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يُصَافِحُ بِهَا عِبَادَهُ»

ترجمہ: ”حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کیساتھ اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابو بکر بن خلاد نے اس کو الفوائد (۱/۲۲۴/۲) میں اور ابن عدی (۲/۱۷) نے اور ابن بشران نے الامالی (۲/۳/۱) میں اور خطیب (۶/۳۲۸) نے اسحاق بن بشر الکاہلی کے طریق سے اس نے بیان کیا! ہمیں ابو معشر مدائینی نے محمد بن منکدر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی خطیب نے اس کا تذکرہ اس کاہلی کے حالات میں کیا ہے نیز بیان کیا وہ مالک اور دیگر رواۃ سے مرفوع منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ساتھ ہی ابو بکر بن ابی شیبہ سے اس کی تکذیب کا ذکر کیا، نیز اس کو موسیٰ بن ہارون اور ابو زرعہ نے کذاب کہا ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے بعد بیان کیا کہ اس راوی کا شمار ان رواۃ میں سے ہے جو حدیثیں وضع

کرتے ہیں، اور اسی طرح دار قطنی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے، مناوی نے سیوطی پر تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں خطیب اور ابن عساکر کی روایت سے ذکر کی ہے کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن العربی (رحمہ اللہ) نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی جانب التفات نہ کیا جائے۔

بعدازاں مجھے کاہلی (راوی) کا متابع راوی معلوم ہوا اور وہ احمد بن یونس کوفی ہے اور ثقہ ہے ابن عساکر (۲/۹۰/۱۵) نے اس حدیث کو ابوعلی اہوازی کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن عبیداللہ کلاعی حمصی نے اپنی سند کیساتھ اس سے اس حدیث کو روایت کیا اس حدیث کو اس نے کلاعی راوی کے حالات میں ذکر کیا لیکن اس راوی پر کسی قسم کی جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا البتہ ابوعلی اہوازی (راوی) متہم ہے پس یہ حدیث ہر لحاظ سے باطل ہے۔

بعدازاں مجھے معلوم ہوا کہ ابن قتیبہ (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب الحدیث (۱/۱۰۷/۳) میں ابراہیم بن یزید سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباس سے موقوف روایت کیا جبکہ اس کا موقوف ہونا ہی مناسب ہے اگرچہ اس کی سند میں ضعیف ترین راوی ہے اس لئے کہ ابراہیم خوزی (راوی) متروک ہے جیسا کہ امام احمد اور امام نسائی (رحمہما اللہ) نے ذکر کیا، اس حدیث کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد حافظ ابن رجب پر تعجب ہے کہ اس نے اس حدیث کا ذکر ذیل الطبقات (۱/۱۷۴/۱۷۵) میں کیا ہے اور خاموشی اختیار کی ہے اور ابن الفارس حنبلی سے مروی روایت کی تاویل کرتے ہوئے ذکر کرتا ہے کہ ''حجر اسود حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے''

اس سے مقصود یہ ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لیا جائے اور ہاتھ پھیرا جائے اور یہاں کوئی مجازی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ حقیقی معنیٰ ہی مقصود ہے اور اس سے مقصود ہرگز اللہ پاک کی ذاتی صفت کا وہم نہیں ہے لیکن اس تفسیر اور تشریح کی ہرگز ضرورت نہیں جب کہ حدیث کے ضعف پر اطلاع حاصل ہو چکی ہے اس لئے کہ تفسیر تو تصحیح کی فرع ہے اگر حدیث صحیح ہے تو اس کی تشریح کی جائے وگرنہ کیا ضرورت ہے۔

(۲۲۴)((حَمَلَةُ الْقُرْآنِ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ وَالاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ))

ترجمہ: ''قرآن پاک کے حاملین اللہ کے اولیاء ہیں جس شخص نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس شخص نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی''

تحقیق: حدیث موضوع ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو جامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے جو مسند الفردوس میں ہے اور ابن النجار نے ابن عمر سے روایت کی ہے مناوی نے سیوطی پر تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں داؤد بن محبر (راوی) ہے جس کے بارے میں ذہبی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء میں بیان کیا، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ یہ راوی ثقہ رواۃ پر حدیثیں وضع کرتا تھا، نیز ابونعیم نے اس سے اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو صراحت کیساتھ بیان کیا ہے لیکن اگر وہ اس کی جانب ہی اس کو منسوب کر دیتا تو مناسب تھا۔

میں کہتا ہوں: بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ اس حدیث کو بالکل ذکر نہ کرتا جب کہ خود سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعہ (رقم ۱۵۵، ص ۳۲) میں ابونعیم کے طریق سے تاریخ اصبہان میں ذکر کیا ہے اور امام سیوطی نے بیان کیا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں بیان کیا یہ حدیث منکر ہے ابونعیم نے اس حدیث کو حسن بن ادریس کے حالات کے ضمن میں بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کی خرابی داؤد بن محبر راوی ہے اور ابن عراق تنزیہ الشریعۃ (۱/۱۳۵) میں اس کے پیچھے چلا ہے لیکن حدیث تاریخ اصبہان (۱/۲۶۴) میں ہے حلیۃ الاولیاء میں نہیں ہے جیسا کہ مناوی (رحمہ اللہ) کا خیال ہے۔

(۲۲۵) «لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ»

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے نیز ان پر جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں"

تحقیق: اس مکمل سیاق کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے سنن کی چار کتابوں میں سوائے ابن ماجہ کے یہ حدیث مذکور ہے ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے المصنف (۴/۱۴۰) میں اور بغوی نے «علی بن جعد» (۱/۷۰/۷) کی حدیث میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) (۳/۱۷۴/۲) اور عبداللہ بن قطان نے اپنی حدیث (۱/۵۴) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) (۱/۳۷۴) نے اور بیہقی (۴/۷۸) نے اور اسی طرح طیالسی (۱/۱۷۱) نے اور احمد (۲۰۳۰) نے محمد بن جحادہ کے طریق سے اس نے بیان کیا میں نے ابوصالح سے سنا (قطان نے اضافہ کیا جب وہ بوڑھا ہو گیا) اور یہ روایت ابن ابی شیبہ (۲/۸۴/۱) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اس نے بیان کیا، حاکم اور ذہبی بھی اس کے پیچھے چلا ہے دونوں نے ابوصالح باذان (راوی) کو قابل

حجت نہیں گردانا ہے البتہ ترمذی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا حدیث حسن ہے اور ابو صالح (راوی) ام ھانی ء بنت ابو طالب کا غلام ہے اور اس کا نام باذان ہے اور باذام بھی کہا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی تمام ناقدین کے ہاں ضعیف ہیں اور عجلی کے علاوہ اس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تھذیب میں اس کو بیان کیا بلکہ اسماعیل بن ابی خالد اور ازدی نے اس کو کذاب کہا اور بعض ناقدین نے اس کو تدلیس کی وجہ سے عیب ناک کہا، ابن حجر نے التقریب میں اس کو ضعیف مدلس کہا ہے، میں کہتا ہوں: شاید اسی سبب سے ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصہ البدر المنیر (۱/۵۹) میں ترمذی کی تحسین نقل کرنے کے بعد کہا ہے اس حدیث میں اس نکتہ سے واقف ہونا ضروری ہے جس کا ذکر میں نے اصل البدر المنیر میں کیا ہے، مجھے یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی تاکہ میں اس نکتہ سے آگاہی حاصل کرتا جس کا اس نے اشارہ کیا ہے اگرچہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نکتہ سے مقصود ابو صالح کا ضعیف ہونا ہے نیز عبدالحق اشبیلی (رحمہ اللہ) نے الاحکام الکبریٰ (۱/۸۰) میں اس راوی کی وجہ سے اس کو معلول قرار دیا ہے اور وضاحت کی کہ یہ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ترین ہے، میں کہتا ہوں: جس شخص کا یہ حال ہے اس کی حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں جیسا کہ امام ترمذی نے کیا ہے تو اس کو صحیح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے جیسا کہ شیخ احمد شاکر (رحمہ اللہ) نے مسند احمد کے حاشیہ میں اور سنن ترمذی (۱۳۶/۲-۱۳۸) کے حاشیہ میں صحیح کہا ہے۔

خیال رہے کہ اس حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینے کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ قبروں پر چراغاں کرنے کی حرمت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے اس سبب سے میں نے خود کو آمادہ کیا کہ اس حدیث کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور اس کی سند سے واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کی جانب ہرگز ایسی بات منسوب نہ کی جائے جو آپ نے نہیں فرمائی ہے البتہ حدیث کا یہ جملہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے اس کو ابن ماجہ (۴۷۸/۱) نے حاکم بیہقی نے اور مسند احمد (۴۴۲/۳) میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور ترمذی ابن ماجہ، بیہقی، طیالسی اور احمد (۳۳۷/۲) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔

اور قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت کرنا صحیحین میں آپ سے متواتر ہے اور ان دونوں کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابو ہریرۃ، زید بن ثابت ابو عبیدہ بن جراح اور اسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہے میں نے ان سب احادیث کی تخریج

التعلیقات الجیاد علی زادالمعاد میں اس کے بعد تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد میں (بحمداللہ مترجم نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں) جب کہ عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی یہود ونصاری پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کیں، احمد کی روایت میں زیادہ الفاظ ہیں کہ آپ نے اس فعل کو امت مسلمہ کیلئے حرام قرار دیا ہے۔

نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے وہ لوگ بدترین ہیں جن کی زندگی میں ان پر قیامت واقع ہوگی اور وہ لوگ بھی بدترین ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرتے ہیں ان احادیث کی موجودگی میں جو کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والے لعنت خداوندی کے مستحق ہیں پھر بھی ایسے مسلمان کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرکے اور ان میں نمازیں ادا کرکے اللہ کا تقرب تلاش کرتے ہیں جب کہ یہ فعل اللہ اور اس کے رسول کی عین مخالفت ہے۔

اس مسئلہ میں فقیہ احمد بن حجر الھیثمی (رحمہ اللہ) کی الزواجر فی النھی عن اقتراف الکبائر (۱/۱۲۱) کا مطالعہ کریں اور بعض احناف اور دیگر علماء سے وضاحت ثابت ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے جب کہ بعض محققین نے اس پر علماء کے اتفاق کو نقل کیا ہے اس مسئلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کے فتاوی (۱/۱۰۷، ۲/۱۹۲) اور علامہ عینی حنفی (رحمہ اللہ) کی عمدۃ القاری (۴/۱۴۹) شرح صحیح البخاری اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) کی فتح الباری (۳/۱۰۶) کا مطالعہ کریں۔

البتہ ان لوگوں پر لعنت بھیجنا جو قبروں پر چراغ روشن کرتے ہیں اس کے بارے میں ہمیں کوئی خاص حدیث نہیں مل سکی ہے یہاں جو حدیث ذکر ہوئی ہے وہ تو ضعیف ہے اگر چہ ہمارے سلفی بھائی زور شور کے ساتھ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن میں انہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس حدیث کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنے سے باز رہیں اس لئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ قبروں پر چراغ روشن کرنے سے روکنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے عمومی دلائل سے استدلال کریں جیسے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے نیز نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے نیز کفار کے ساتھ مشابہت سے بھی روکا گیا ہے اس طرح کے اور دلائل بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔

(۲۲۶) «تَخَتَّمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ»

ترجمہ: ''عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لئے کہ اس میں برکت ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے محاملی نے اس حدیث کو الامالی (ج ۲ رقم ۴۱ میر انسخہ) میں اور خطیب نے تاریخ (۲۵۱/۱۱) میں اور اسی طرح عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۴۶۶) میں یعقوب بن ولید مدنی کے طریق سے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۱/۳۵۶) نے یعقوب بن ابراہیم زہری کے طریق سے ان دونوں نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو عقیلی کے طریق سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے بیان کیا یعقوب کذاب ہے احادیث وضع کرتا ہے عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا اس بارے میں نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے یعقوب کے حالات میں امام احمد (رحمہ اللہ) کا قول ذکر کیا ہے کہ یعقوب بہت بڑے کذابین سے شمار ہوتا ہے اور احادیث وضع کرتا تھا بعد ازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا اور ابن عدی نے بیان کیا یعقوب بن ابراہیم معروف راوی نہیں ہے یعقوب بن ولید نے یعقوب بن ابراہیم سے اس حدیث کو چوری کیا ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۸۲/۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا حسب عادت تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا دوسرا طریق ہشام سے مروی ہے جس کو خطیب نے اور ابن عساکر (۲/۲۸۳/۴) نے ابوسعید شعیب بن محمد بن ابراہیم شعبی سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابوعبداللہ محمد بن وصیف القامی نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن سہل بن فضل بن عسکر ابوالفضل نے بتایا اس نے کہا ہمیں خلاد بن یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے اس حدیث کو بیان کیا

میں کہتا ہوں: یہ سند اندھیرے والی ہے اس لئے کہ خلاد (راوی) سے جتنے نیچے راوی ہے وہ معروف نہیں ہیں البتہ شعیب بن محمد بن ابراہیم شعبی (راوی) شاید اس سے مراد وہ راوی ہے جو الجرح و التعدیل (۳۵۲/۱/۲) میں ہے کہ شعیب بن محمد بن شعیب العبدی سے مراد بغدادی ہے جس نے بشر بن حارث اور عبدالرحمٰن بن عفان سے روایت کی ہے اور میرے والد نے اس سے دوسرے سفر میں نقل کیا ہے اس طرح خطیب (رحمہ اللہ) کی تاریخ (۲۴۴/۹) میں ہے وہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں اور محمد بن وصیف القامی (راوی) مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس نے اس کا ذکر کیا ہے البتہ ممکن

ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جس کا خطیب نے التاریخ (۳/۳۳۶) میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن وصیف سے مراد ابوجعفر سامری ہے، بعدازاں اس سے مروی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کسی جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کی کنیت ابوجعفر ہے اور جس کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ فاللہ اعلم

محمد بن سہل بن فضل (راوی) میں احتمال ہے کہ اس سے مراد محمد بن سہل عطار ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کے بارے میں تَرَدُّد کیا ہے، جب کہ عطار (راوی) حدیث وضع کرنے میں معروف ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) اور دیگر محدثین نے اس کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے پس اس سند کی آفت یہ راوی ہے یا وہ راوی جو اس کے نیچے ہے۔ واللہ اعلم

نیز یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی دیگر طرق سے مروی ہے اور وہ تمام طرق باطل ہیں جبکہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد میں اس کا ذکر کیا ہے اور ملا علی قاری (رحمہ اللہ) کا الموضوعات (ص ۳۷) میں یہ قول کہ اس حدیث کو دیلمی نے انس، عمر، علی، عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیث سے متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا کچھ اصل ہے لیکن حافظ سخاوی کے قول سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں اور وہ قاعدہ جس میں محدثین کا اتفاق ہے کہ طرق کا متعدد ہونا حدیث کو قوی بنا دیتا ہے جب کہ حدیث میں ضعف کا سبب راوی کا قلۃ الحفظ والضبط ہونا ہو جب کہ اس حدیث میں یہ معاملہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے اکثر رواۃ متھم بالکذب کے وصف سے خالی نہیں ہیں۔

مزید براں الفاظ میں شدید اضطراب ہے بعض میں لفظ مبارک کا ہے جیسا کہ عائشہ کی حدیث میں ہے اور بعض میں ہے عقیق کی انگوٹھی پہننا فقیری کو دور کر دیتا ہے ان کے علاوہ دیگر الفاظ بھی ہیں جن کو شریعت نہ عقل صحیح باور کرتی ہے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲۷) «تَخَتَّمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ يَنْفِي الْفَقْرَ»

ترجمہ: ”عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لئے کہ وہ فقر و فاقہ کو ختم کر دیتی ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے حسین بن ابراہیم ھانی سے اس نے بیان کیا ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا ابن عدی نے بیان کیا حدیث باطل ہے اور حسین

راوی مجہول ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ حدیث موضوع ہے نیز حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے اسی طرح امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کا اقرار کیا ہے سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی میں ذکر کرنے کے بعد مزید کہا کہ المیزان میں ہے حسین راوی معلوم نہیں کون ہے شاید یہ وہی راوی ہے جس نے حدیث کو وضع کیا ہے اس کے باوجود کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے پھر بھی اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن عدی کی روایت سے ذکر کیا ہے اور ابن عساکر (رحمہ اللہ) (۱/۱۴/۱۴) نے بھی اسی حدیث کو اسی طریق سے ذکر کیا ہے۔

(۲۲۸) «تَخَتَّمُوا بِالْعَقِيقِ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْأَمْرِ، وَالْيُمْنَى أَحَقُّ بِالزِّينَةِ»

ترجمہ: ''عقیق کی انگوٹھی پہنو وہ کامیابی عطا کرتی ہے، اور دایاں ہاتھ زیادہ لائق ہے کہ اس کو زینت عطا کی جائے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن عساکر (۴/۲۹۱/۱-۲) نے اس حدیث کو حسن بن محمد بن احمد بن ہشام سلمہ کے حالات کے ضمن میں سند کے ساتھ ابو جعفر محمد بن عبداللہ البغدادی تک پہنچایا اس نے کہا مجھے محمد بن حسن نے باپ اور ابواب کی خبر دی اس نے کہا حمید بن طویل نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان (۲/۲۶۹) میں بیان کیا حدیث بلاشبہ مرفوع ہے البتہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے وضع کیا ہے نیز سیوطی نے اللآلی (۲/۲۷۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۲۹) «تَخَتَّمُوا بِالْخَوَاتِمِ الْعَقِيقِ فَإِنَّهُ لَا يُصِيبُ أَحَدَكُمْ غَمٌّ مَادَامَ عَلَيْهِ»

ترجمہ: ''عقیق کی انگوٹھی پہنو تم میں سے کسی کو کوئی غم لاحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے علی بن مہرویہ قزوینی نے اس حدیث کو ذکر کیا اس کی سند میں داؤد بن سلیمان غازی الجرجانی (راوی) کو ابن معین (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور ذہبی (رحمہ اللہ) نے شیخ کذاب کہا اس کا ایک نسخہ موضوعہ علی بن موسیٰ الرضی سے مروی ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسی مذکورہ نسخہ سے ہے جو شخص المقاصد الحسنہ اور کشف الخفاء کا مطالعہ کرے گا اس کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

(۲۳۰) «مَنْ تَخَتَّمَ بِالْعَقِيْقِ لَمْ يَزَلْ يَرٰى خَيْرًا»

ترجمہ: ''جس شخص نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ ہمیشہ خیر و برکت کا ملاحظہ کرتا رہے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں ابن حبان (رحمہ اللہ) کے طریق سے (یعنی الضعفاء میں) زہیر بن عباد سے اس نے کہا ہمیں ابو بکر بن شعیب نے مالک سے زہری سے عمرو بن الشرید سے فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیٹی سے مرفوع روایت کیا اور ذکر کیا کہ ابو بکر (راوی) مالک سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی حدیثیں نہیں ہیں، نیز اللآلی (۲/۲۷۱) میں اس کا اثبات ہے اور امام ذہبی نے ابو بکر مذکور (راوی) کے حالات میں ذکر کیا جبکہ اس سے (مروی) اس حدیث کا ذکر کیا کہ یہ کذاب ہے اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی موافقت کی ہے، نیز طبرانی نے اس حدیث کو الاوسط میں اس طریق سے ذکر کیا ہے [1] اور بیان کیا کہ اس حدیث کو مالک سے صرف ابو بکر نے روایت کیا جب کہ زہیر اس کے بیان میں مُتَفَرِّد ہے۔

اور اس سے ہیثمی کے قول کی کے غیر صحیح ہونے کا پتہ لگتا ہے جب اس نے حدیث (۵/۱۵۴۔ ۱۵۵) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور عمرو بن شرید نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا اور زہیر بن عباس رواسی کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے اور اس کے بعد دیگر رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں لیکن یہ غلطی واضح ہے اس لئے کہ ابو بکر صحیح کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ سنن اور مسانید کے رواۃ سے بھی نہیں ہے، نیز وہ متھم ہے جب کہ اس کی جانب ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا سابق کلام جو اس کے بارے میں ہے اشارہ کر رہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے کے بارے میں تمام حدیثیں باطل ہیں جیسا کہ یہ بات حافظ سخاوی سے پہلے گزر چکی ہے

(۲۳۱) «كُلُوْا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ إِذَا رَآهُ غَضِبَ وَقَالَ عَاشَ ابْنُ آدَمَ حَتّٰى أَكَلَ الْجَدِيْدَ بِالْخَلَقِ»

ترجمہ: ''تم کچی اور پختہ کھجور ملا کر کھاؤ اس لئے کہ شیطان جب یہ دیکھتا ہے ناراض ہوتا

---

[1] جیسا کہ اس جزء میں ہے جس کو طبرانی الاوسط اور کبیر اور مسند المقلین لدعلج جو حافظ ذہبی کے ساتھ ہے اور جس کو اس نے حافظ مزی (ورقہ اوجہ ۲) سے نقل کیا ہے سے منتخب کیا گیا ہے اسی طرح یہ حدیث طبرانی کی حدیث سے اس جزء میں ہے جو ابو نعیم کی روایت (۱/۳۶) سے ہے نیز اس جزء میں ہے جس کو ابن مردویہ نے طبرانی کی حدیث (۱/۱۱۳) سے منتخب کیا ہے

ہے اور کہتا ہے ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ اس نے نئے پھل کو پرانے پھل کے ساتھ ملا کر کھایا ہے“

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس حدیث کو ابن ماجہ (رحمہ اللہ) (۳۱۷/۱) نے اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (۴۶۷) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) (۲/۳۶۴) نے اور ابونعیم نے أخبار اصبھان (۱۳۴/۱) میں اور حاکم (رحمہ اللہ) نے مستدرک (۲۱/۴) میں اور معرفة علوم الحدیث (ص ۱۰۰۔ ۱۰۱) میں اور ابوالحسن الحمامی نے الفوائد المنتقاة (۲/۲۰۷/۹) میں اور خطیب نے تاریخ (۳۵۳/۵) میں اور هبة الله الطبری نے الفوائد (۲/۱۳۴/۱) میں روایت کیا اور اس کو ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن قیس سے غریب گردانا، اس نے کہا ہمیں ہشام بن عروۃ نے اپنے والد سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا، ابن عدی اور حاکم (رحمہما اللہ) نے المعرفة میں اور حمامی اور خطیب نے روایت کیا ابوزکیر اس میں متفرد ہے اور حاکم تساہل میں معروف ہے اس نے مستدرک میں اس کو صحیح نہیں کہا ہے اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اسی طرح تلخیص المستدرک میں ہے اور مزید بیان کیا ہے کہ مؤلف نے اس کو صحیح نہیں کہا ہے۔

سندھی نے الزوائد میں بیان کیا کہ اس کی سند میں ابوزکیر (اصل میں زکریا ہے اور زکیر تصحیف ہے) یحییٰ بن محمد راوی کو ابن معین اور دیگر محدثین نے ضعیف کہا ہے، اور ابن عدی نے بیان کیا کہ چار حدیثوں کے علاوہ اس کی دیگر حدیثیں درست ہیں، میں کہتا ہوں: جب کہ اس حدیث کو بھی ان تمام احادیث سے شمار کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے اور امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس نے بیان کیا کہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا کہ ابوزکیر (راوی) متفرد ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے عقیلی نے بیان کیا اس پر اس کی متابعت نہیں ہے اور وہ اسی کے ساتھ معروف ہے، ابن حبان (رحمہ اللہ) کا قول ہے وہ اسانید کو بلا قصد وارادہ تبدیل کرتا ہے اور مرسل روایات کو مرفوع بناتا ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے اس نے اس حدیث کو بیان کیا جبکہ اس کا کچھ اصل نہیں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ابن حبان نے ابوزکیر پر قدح (جرح) کی ہے، جب کہ امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے شاید غلطی محمد بن شداد مسمعی (راوی) کی جانب سے ہے جو ابوزکیر سے روایت کرتا ہے دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا اس کی احادیث تحریر نہ کی

جائیں اور نعیم بن حماد نے (ابوزکیر سے روایت کرنے میں) محمد شداد کی متابعت کی ہے اور نعیم (راوی) ثقہ نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۴۳/۲) میں اس کے موضوع ہونے کو ثابت کیا ہے البتہ اس کا تعاقب کیا ہے جب اس نے ابوزکیر کو حدیث کی ذمہ داری سے بری قرار دینا چاہا ہے، چنانچہ اس نے حدیث کے دیگر طرق کا ابوزکیر سے ذکر کیا ہے جو حدیث کی تفتیش کرنے والے کو آمادہ کرتی ہے کہ تہمت کو صرف ابوزکیر میں بند کر دیا جائے اور یہی صحیح ہے، اور اسی وجہ سے ائمہ نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔

علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے باوجود اس بات کے کہ اس نے حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے پھر بھی اس کو الجامع الصغیر میں نسائی، ابن ماجہ، حاکم کی روایت سے عائشہ سے درج کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو زاد المعاد (۲۱۱/۳) میں نسائی کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ یہ حدیث بظاہر سنن کبریٰ میں ہے بعد ازاں امام ابن قیم نے اس حدیث کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے شائد اس کی علت اس کے ذہن میں مستحضر نہیں ہے اس کا یہ انداز ان مقتضیات سے ہے جو اس کے بارے میں لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(۲۳۲) «كُلُوا التَّمرَ عَلَى الرِّيْقِ فَإِنَّهُ يَقْتُلُ الدُّوْدَ»

ترجمہ: ''نہار منہ کھجور کھاؤ اس لئے کہ کھجور کھانا کیڑوں کو مار دیتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابوبکر شافعی نے اس حدیث کو الفوائد (۱/۱۰۶/۹) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۵۸) میں عصمۃ بن محمد (راوی) سے اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی اس نے کریب سے اس نے ابن عباس ﷜ سے مرفوع روایت کی ابن عدی نے بیان کیا عصمۃ بن محمد سے مروی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی کے طریق سے اس نے عصمۃ سے روایت کیا، بعد ازاں اس نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے عصمۃ راوی کذاب ہے اور سیوطی نے اس کو اللآلی (۲۴۳/۲) میں اس کو ثابت رکھا ہے۔

بعد ازاں ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۳۳۰) میں اور ان دونوں سے پہلے ابن قیم نے المنار میں ذکر کیا اور کہا کہ حدیث کا مفہوم دراصل اطباء کی وضاحت ہے یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے اس کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابوبکر اور شافعی اور دیلمی کی روایت ابن عباس سے کی ہے، غور کیجئے یہ کس قدر تناقض ہے۔

(۲۳۳) ((اَكْثَرُ خُرُزِ الْجَنَّةِ الْعَقِيْقُ))

ترجمہ: ''جنت میں زیادہ خرزمہرے (منکے یا جواہر) عقیق کے ہوں گے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابونعیم نے اس حدیث کو الحلیة (۲۸۱/۸) میں سلم کے حالات کے ضمن میں جب کہ الحلیة میں سالم ہے جو میمون خواص کا لڑکا ہے اس نے ابو محمد سلم الزاہد کے طریق سے اس نے کہا ہمیں قاسم بن معن نے خبر دی اپنی بہن امینة بنت معن سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا اور کہا ہے کہ حدیث غریب ہے قاسم سے ہی ہم نے حدیث کو نقل کیا ہے اور امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا اور بیان کیا کہ سلم بن سالم کذاب ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلی (۳۷۳/۲) میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے، ابن عدی کے علاوہ دیگر تمام جارحین نے اس کو ضعیف قرار دینے میں اتفاق کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے میں امید رکھتا ہوں کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے اور عجلی نے کہا اس راوی میں کوئی حرج نہیں اور یہی وہ راوی ہے جس نے (مسور کی دال کی) حدیث بیان کی ہے، نیز سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا میں نے الحلیة کی جانب مراجعت کی تو مجھے معلوم ہوا کہ اس نے اس حدیث کو سلم بن میمون خواص مشہور زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اس شخص کا شمار صوفیاء اور عبادت گزار لوگوں سے ہوتا ہے البتہ اس سے مروی حدیثیں منکر ہیں ابن حبان نے بیان کیا اس پر نیکی کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے وہ فن حدیث کے حفظ و اتقان کی جانب توجہ نہ کر سکا۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ راوی اس لائق نہیں کہ اس کو قابل حجت سمجھا جائے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۱۶۷/۱/۲) نے اپنے والد سے بیان کیا میں نے اس راوی سے حدیث تحریر نہیں کی ہے اس نے ابو خالد الاحمر سے منکر موضوع مشابہ حدیث بیان کی ہے اور سیوطی کا میلان اس طرف ہے کہ سلم بن میمون سے مروی حدیث کی تائید اس سے ہو رہی ہے کہ ابونعیم نے اس کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ اس بات کا مجھے علم نہیں کہ جس نے اس کے حالات ذکر کیے ہیں اس نے اس کی کسی کنیت کا مطلقاً ذکر کیا ہو جب کہ سلم بن سالم کی کنیت کے بارے میں ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۲۶۶/۱/۲) اور ابن سعد نے جیسا کہ خطیب کی تاریخ بغداد میں ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے جب کہ اس کے حالات کے آغاز میں ذکر کیا ہے سلم بن سالم ابو محمد ہے اور کہا گیا ہے ابو عبدالرحمان بن بلخی ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے وہ سلم

بن میمون کی طرح زاہد کے وصف کے ساتھ بھی موصوف ہے اس وجہ سے اشتباہ ہو گیا۔

راجح مذہب امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا ہے کہ اس راوی سے مراد سلم بن سالم ہے اور وہ متھم ہے اور خطیب نے احمد بن سیار سے نقل کیا اس نے بیان کیا سلم بن سالم ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جن کی کچھ عظمت تو کجا حقیقت ہی نہیں ہے وہ موضوع کے متشابہ ہوتی ہیں، اور ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے میں نے اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راہویہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں۔

ابن مبارک سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جو مسور کی دال کے تناول کے بارے میں بیان کی جاتی ہے کہ ستر (۷۰) انبیاء کرام کی زبان سے اس دال کی تعریف ثابت ہے اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ایک پیغمبر کی زبان سے بھی اس کی تعریف منقول نہیں اس لئے کہ مسور کی دال صحت کو برباد کرتی ہے اور نفخ (ہوا) پیدا کرتی ہے تمہیں کس شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا سلم بن سالم نے اس نے دریافت کیا اس نے کس سے بیان کی ہے انہوں نے جواب دیا اس نے تجھ سے حدیث بیان کی ہے اس نے ازراہ تعجب کہا مجھ سے بھی بیان کی ہے؟

نیز خطیب نے احمد نسائی اور دیگر محدثین سے اس کی تضعیف کا ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) (۲۶۷/۱/۱) نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ اس کی حدیث کو تحریر میں نہ لایا جائے وہ مرجئۃ تھا اور اپنے منہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زبان سے سچ بات نہیں نکلتی تھی۔

اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) کا ابن عدی (رحمہ اللہ) کو ان محدثین سے مستثنیٰ کرنا جو اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے بارے میں ابن عدی کا قول ہے میں پر امید ہوں کہ اس کی ذکر کردہ حدیث محتمل ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اس سے مروی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں کہا ہے میرے مشاہدہ میں جو احادیث آئیں ہیں یہ حدیثیں ان سب سے زیادہ منکر ہیں اور اس سے مروی حدیثیں افراد بھی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے بیان کردہ حدیث محتمل ہے لسان المیزان میں اسی طرح ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عدی نے اس کو اس وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہے اور اس امید کا اظہار بھی کیا ہے کہ اس سے مروی قلیل احادیث ایسی ہیں جو محتمل ہیں ظاہر ہے اس کی جانب منکر احادیث کی نسبت کرنے کے بعد اس کو ثقہ قرار نہیں دے رہا

ہے یہ بات واضح ہے اس شخص پر یہ بات مخفی نہیں جو اس عمدہ فن کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اس سے قبل سیوطی سے بھی اس قسم کی غلطی سرزد ہوئی حدیث نمبر ۶۸ ملاحظہ فرمائیں

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث موضوع ہے خواہ اس کا راوی سلم بن سالم ہے یا سلم بن میمون ہے اس لئے کہ فن حدیث میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے زیادہ شر والا ہے جیسا کہ ان علماء کے اقوال سے یہ بات واضح ہے جو ان دونوں کے بارے میں منقول ہیں اور سخاوی سے حدیث نمبر ۲۲۲ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے کی حدیث کے تمام طرق باطل ہیں نیز امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو سلم بن عبداللہ زاہد کے حالات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ہمیں ابن قتیبہ اور حاتم بن نصر نے بناسترو شنة مقام میں حدیث بیان کی ان دونوں نے بیان کیا ہمیں عبید بن الغار عسقلانی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں سلم بن عبداللہ زاہد نے اس نے قاسم بن معن سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس نے حدیث کی سند اور اس کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کی نسبت ابونعیم کی طرف کی ہے اور بیان کیا ابونعیم کی روایت میں اور نہ ابن حبان کی روایت میں سلم کے والد کا نام ہے، والعلم عنداللہ۔

(۲۳۴) ((اَطْعِمُوا نِسَاءَ كُمْ فِي نِفَاسِهِنَّ التَّمْرَ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَ طَعَامُهَا فِي نِفَاسِهَا التَّمْرَ خَرَجَ وَلَدُهَا ذٰلِكَ حَلِيْمًا ،فَإِنَّهُ كَانَ طَعَامُ مَرْيَمَ حِيْنَ وَلَدَتْ عِيْسٰى وَلَو عَلِمَ اللّٰهُ طَعَامًا هُوَ خَيْرٌ لَّهَا مِنَ التَّمْرِ اَطْعَمَهَا اِيَّاهُ))

ترجمہ: ”عورتوں کو نفاس میں کھجوریں کھلائیں اس لئے کہ جس عورت نے نفاس میں کھجوریں کھائیں اس کا لڑکا صاحب حلم ہوتا ہے (خیال رہے) مریم علیہا السلام نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو جنا تو اس کی خوراک کھجوریں تھیں اور اگر اللہ کے علم میں کسی خوراک کے بارے میں کھجور سے زیادہ بہتری ہوتی تو مریم کو وہ خوراک عطا کرتا“

تحقیق: حدیث موضوع ہے خطیب (۳۶۶/۸) نے اس حدیث کو داؤد بن سلیمان جرجانی کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن عمرو نے سعد بن طارق سے سلمہ بن قیس سے مرفوع روایت کیا اس حدیث کا ذکر جرجانی کے حالات میں کیا اور ابن معین سے نقل کیا اس نے کہا یہ راوی کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے مروی ایک موضوع حدیث نمبر ۲۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں اس کا

استاذ سلیمان بن عمرو بن نخعی بھی کذاب ہے نیز اس حدیث کو اس طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ سلیمان نخعی اور داؤد دونوں کذاب ہیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲/۲۴۴) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ داؤد (راوی) کی متابعت کی گئی ہے بعد ازاں اس نے حدیث کو ابن مندہ کی روایت سے حامد بن مسعود کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حسن بن قطبہ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر سلیمان بن عمرو النخعی نے دی نیز ابونعیم نے اس حدیث کو الطب میں حامد بن مسور کے طریق سے روایت کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ متابعت کچھ مفید نہیں ہے اس لئے کہ متابعت بھی تو سلیمان نخعی کذاب پر گھوم رہی ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کے کذاب ہونے کا اعتراف کیا ہے گویا کہ سیوطی اس کے موضوع ہونے کا اقرار کرتا ہے البتہ یہ حدیث دوسری ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے اور اس کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں حدیث نمبر ۲۶۱ کا ملاحظہ فرمائیں اور امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے المنار (ص ۲۵) میں اس کے موضوع ہونے کا اعتراف کیا ہے اور بیان کیا کھجور کھانے کے فوائد اطباء نے جو بیان کئے ہیں وہ زیادہ مناسب ہیں۔

(۲۳۵)«تَرْكُ الدُّنْيَا اَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ وَاَشَدُّ مِنْ حَطْمِ السُّيُوفِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَتْرُكُهَا اَحَدٌ اِلَّا اَعْطَاهُ مِثْلَ مَا يُعْطِي الشُّهَدَاءَ وَتَرْكُهَا قِلَّةُ الْاَكْلِ وَالشَّبْعِ وَبُغْضُ الثَّنَاءِ مِنَ النَّاسِ فَاِنَّهُ مَنْ اَحَبَّ الثَّنَاءَ مِنَ النَّاسِ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَنَعِيْمَهَا وَمَنْ سَرَّهُ النَّعِيْمُ فَلْيَدَعِ الثَّنَاءَ مِنَ النَّاسِ»

ترجمہ: دنیا کو چھوڑنا مُصَبِّر سے زیادہ کڑوا اور اللہ کی راہ میں تلواروں کو توڑ دینے سے زیادہ سخت ہے اور جو شخص دنیا کو چھوڑتا ہے تو اللہ اس کو وہ عطیہ عطا کرتا ہے جو شہداء کو دیتا ہے اور دنیا کے ترک سے مقصود کم کھانا اور کم سیراب ہونا ہے اور لوگوں کی تعریف کو برا جانتا ہے اس لئے کہ جس شخص نے لوگوں کی تعریف کو اچھا جانا اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں کو محبوب سمجھا اور جس شخص کو دنیا کی نعمتیں پسند ہیں تو وہ کم از کم لوگوں کی تعریف کرنے کا خیال دل سے نکال دے۔"

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة

(ص۱۹۱) میں دیلمی کی روایت سے بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے والد نے بتایا اس نے کہا ہمیں احمد بن عمر البزار نے بتایا اس نے عبداللہ بن عبدالرحمان جزری سے اس نے سفیان سے اس نے حماد سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے ابن مسعود سے مرفوع بیان کیا اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ میزان الاعتدال میں ہے عبداللہ بن عبدالرحمان جزری (راوی) ثوری اور اوزاعی سے منکر اور عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے ابن حبان نے اس کو وضع کے ساتھ متہم کیا ہے اور لسان المیزان میں ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ یہ راوی سفیان ثوری سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو نا معلوم ہوتی ہیں و راس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ وہ اس کی خود ساختہ حدیثیں ہوتی ہیں نیز ابن عراق نے (۱/۳۵۸) میں اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے حدیث کے پہلے حصے کو الجامع الصغیر میں دیلمی کی اس روایت سے ذکر کیا ہے لیکن دو وجہ سے غلط کہا ہے اولاً: اس نے حدیث کو اس میں درج کیا ہے حالانکہ یہ روایت متہم بالوضع راوی سے ہے۔

ثانیاً: اس کا اقتصار کیا ہے یعنی پہلا حصہ بیان کیا ہے اس سے وہم ہوتا ہے شائد یہ حدیث دیلمی میں اس طرح ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور شارح مناوی نے اس کا قابل ذکر تعاقب نہیں کیا ہے اس نے بیان کیا کہ بزار نے بھی اس سے حدیث کو بیان کیا اور دیلمی نے اس کے طریق سے اس کو وارد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی نسبت بزار کی طرف کرنا کہ اس نے اس حدیث کو مسند میں بیان کیا ہے جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے درست نہیں میرے خیال میں بزار نے اس حدیث کو مسند میں بیان نہیں کیا وگرنہ ہیثمی ضرور اس کو مجمع الزوائد میں بیان کرتا لیکن میں نے اس میں اس حدیث کو نہیں دیکھا ہے۔

(۲۳۶) «مَا تَزَيَّنَ الْأَبْرَارُ فِي الدُّنْيَا بِمِثْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا»

ترجمہ: ''دنیا میں نیک لوگ دنیا سے زہد جیسی چیز کے ساتھ مزین نہیں ہوتے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۲۸۶/۱۰) میں عمار بن یاسر کی حدیث سے ذکر کیا ہے نیز بیان کیا اس حدیث میں سلیمان شاذکونی (راوی) متروک ہے،

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ کذاب ہے اس کی متعدد حدیثیں پہلے بیان ہو چکی ہیں زیادہ قریب حدیث ۲۳۴ نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۷) «مَا اَسَرَّ عَبْدٌ سَرِيْرَةً اِلَّا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَائَهَا اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ»

ترجمہ: ''جو شخص در پردہ جو کام کرتا ہے تو اللہ اس کو اس جیسی چادر زیب تن کر دیتا ہے اگر کام اچھا ہے تو اچھی شہرت کی چادر اور اگر کام برا ہے تو بری شہرت کی چادر پہنا دیتا ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ترین ہے طبرانی (رحمہ اللہ) (۱/۱۸۰/۱) نے اس کو حامد بن آدم مروزی سے اس نے بیان کیا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی اس نے محمد بن عبید اللہ عرزمی سے اس نے سلمہ بن کہیل سے اس نے جندب بن سفیان سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے اس حدیث میں دو علت ہیں، اولاً: محمد عرزمی راوی متروک ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔

ثانیاً: حامد بن آدم مروزی (راوی) کو جوزجانی اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے کذاب کہا ہے اور احمد بن علی سلمانی نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حدیث کے وضع کرنے میں مشہور ہیں اسی لئے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۲۲۵/۱۰) میں اس حدیث کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں حامد بن آدم (راوی) کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: لیکن اس اکیلے کا جرم بلحاظ قوت کے کوتاہ ہے جب کہ اس سے اوپر راوی متروک ہے بالخصوص جب حامد (راوی) منفرد نہیں ہے اس لئے کہ ابوبکر ذکوانی نے اس حدیث کو اِثْنَا عَشَرَ مَجْلِسًا (۲/۷) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن سلم جعابی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں عمر بن ایوب سقطی نے بیان کی اس نے کہا ہمیں محمد بن عمر بن ابی رزمہ نے بیان کی اس نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر فضل بن موسیٰ نے دی، خیال رہے ابن ابی رزمہ سے بظاہر محمد بن عبدالعزیز ابورزمہ مراد ہے اس کا ذکر انہوں نے ان رواۃ سے کیا ہے جو فضل بن موسیٰ اس کے شیخ سے اس سند میں بیان کرتے ہیں پس جب وہ یہ ہے تو یہ راوی ثقہ اور بخاری کے رواۃ سے ہے اور اس کے باپ عبدالعزیز کا نام بعض ناقلین کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے اس کی جگہ عمر تحریر ہو گیا ہے اور اس سے روایت کرنے والا عمر بن ایوب سقطی بظاہر وہ موصلی ہے اور ثقہ مسلم کے رواۃ سے ہے البتہ اس سے روایت کرنے والا جعابی ضعیف ہے بے شک اگرچہ وہ حافظہ کے لحاظ سے مشہور ہے لیکن فاسق دین کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

جیسا کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اور دارقطنی نے ذکر کیا کہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا اور جب کہ جعابی نے سند کو محفوظ کر رکھا ہے تو پھر حامد بن آدم کی یہ متابعت قوی ہے اور یہ متابعت سیوطی کے علم سے مزید علم کا فائدہ دے رہی ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہے جس میں یہ کذاب راوی ہے اور اس قسم کی محفوظ سند سے اعراض کیا ہے اور مناوی سیوطی کے پیچھے چلا ہے البتہ ہیثمی کے کلام کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ہے جس کا ذکر حامد راوی کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے لیکن اس محفوظ طریق سے وہ بھی غافل رہا اسی پر مشہور مثال صادق آتی ہے "کہ متقدمین نے متاخرین کیلئے بہت کچھ چھوڑا ہے"۔

(۲۳۸) ((اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُومُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيَعْذِرْ فَاِنَّ الرَّجُلَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ))

ترجمہ: "جب دستر خوان بچھایا جائے تو جب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے کوئی شخص اٹھنے نہ پائے اور کوئی شخص کھانے سے اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اگر چہ وہ سیر بھی ہو چکا ہے جب تک کہ تمام رفقاء کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں انہیں چاہئے کہ انہیں معذور سمجھے ظاہر ہے کہ جب ایک شخص اپنے ہاتھ کو کھینچ لے گا (یعنی کھانا کھانے سے رک جائے گا) تو اس سے اپنے رفیق کو شرمندہ کرے گا وہ بھی (شرمندگی کی وجہ سے) کھانا کھانے سے ہاتھ روک لے گا جب کہ ممکن ہے کہ اسے ابھی کھانا کھانے کی ضرورت محسوس ہو"

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو عبدالاعلیٰ کے طریق سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے عروہ بن زبیر سے اس نے ابن عمر سے مرفوع بیان کیا علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا الزوائد میں ہے اس کی سند میں عبدالاعلیٰ بن اعین (راوی) ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ غایت درجہ ضعیف ہے ابو نعیم نے بیان کیا اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے منکر احادیث روایت کی ہیں یہ روایت بھی انہیں میں سے ہے اور دارقطنی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا یہ راوی ثقہ نہیں ہے اور ابن حبان نے بیان کیا اس راوی کے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے نیز حدیث کا پہلا جملہ ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے وہ بھی غایت درجہ ضعیف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۹) «نَهٰى اَنْ يُّقَامَ عَنِ الطَّعَامِ حَتّٰى يُرْفَعَ»

ترجمہ: ''آپ نے کھانے سے اٹھنے سے منع فرمایا جب تک کہ کھانا اٹھایا نہ جائے''

تحقیق: حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابن ماجہ (۳۰۹/۲) نے اس حدیث کو ولید بن مسلم کے طریق سے اس نے منیر بن زبیر سے اس نے مکحول سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت کیا، علامہ سندھی (رحمہ اللہ) نے زوائد میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے اور اسی طرح مکحول دمشقی مدلس ہے اور منیر بن زبیر راوی کے بارے میں دحیم نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابن حبان نے بیان کیا کہ وہ ثقہ رواۃ سے غیر ثابت شدہ باتیں ذکر کرتا ہے لہٰذا اس سے روایت کرنا صرف اس وقت جائز ہے جب روایت قابل اعتبار ہو اور میزان الاعتدال میں اس راوی کے بارے میں ابن حبان کا قول اور اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے کہ حدیث منقطع بھی ہے یعنی مکحول (راوی) اور عائشہ کے درمیان انقطاع ہے مناوی نے جامع الصغیر کی شرح میں تحریر کیا کہ مؤلف کا اس حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۲۴۰) «نَهٰى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ»

ترجمہ: ''آپ نے جنوں سے تحفظ کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے سے منع فرمایا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں ابن حبان کی روایت سے اس نے عبداللہ بن اذنیہ سے اس نے ثور بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے حمید بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابو ہریرہ ﷜ سے مرفوع روایت کیا اور ابن حبان نے بیان کیا کہ عبداللہ (راوی) ثور سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو اس نے بیان نہیں کی ہوتیں اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۲۶/۲) میں اس کا تعاقب کیا اور کہا کہ ابوعبید نے اس حدیث کو غریب الحدیث میں اور بیہقی نے اس کے طریق سے روایت کیا اس نے ہمیں عمر بن ہارون سے اس نے یونس سے اس نے زہری سے حدیث کو مرفوع نقل کیا۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہے اس لئے کہ عمر بن ہارون کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے بلکہ یحیٰی بن معین اور صالح جزرۃ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کذاب ہے لہٰذا اس سے مروی حدیث ساقط الاعتبار ہے۔

یہ حدیث سنن بیہقی (ج ۹/ ۳۱۴) میں اسی طریق سے ہے جس طریق سے سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے لیکن اس میں حدیث ذکر کرنے کے بعد مرقوم ہے اس نے بیان کیا شائد اس سے مقصود زہری ہے جنوں سے تحفظ کے لئے ذبائح سے روکنے سے مقصود یہ ہے کہ کسی مکان کو خرید کرنے کے بعد اس سے جنوں کے اثرات وغیرہ کے ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی جانور ذبح کیا جائے تا کہ بدشگونی کا اثر ختم ہو جائے اور ابوعبید نے بیان کیا حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگ بدشگونی سے بچتے ہوئے جانور ذبح کرتے تھے کہ اگر ہم نے جانور ذبح نہ کیا تو ممکن ہے اس مکان میں رہائش پذیر ہوتے ہوئے انہیں جنوں کی طرف سے کسی قسم کی گزند نہ پہنچ جائے رسول اللہ ﷺ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا۔

میں کہتا ہوں: آپ کے علم میں ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے البتہ ان جانوروں کے ذبح کرنے سے روکنے کے لئے احادیث صحیحہ موجود ہیں جو بدشگونی پکڑنے سے منع کرتی ہیں، واللہ اعلم۔

(۲۴۱) «إِنَّ مِنَ السَّرْفِ اَنْ تَاْكُلَ مَا اشْتَهَيْتَ»

ترجمہ: ''بلاشبہ یہ اسراف ہے کہ آپ جو چاہیں تناول کریں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابن ماجة (۲/ ۳۲۲) نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع (۱/۸) میں، ابونعیم نے الحلیة (۱۰/ ۲۱۳) میں متعدد طرق سے بقیہ بن ولید (راوی) سے اس نے بیان کیا ہمیں یوسف بن ابی کثیر نے بتایا اس نے نوح بن ذکوان سے اس نے حسن سے اس نے انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا، ابوالحسن سندھی (رحمہ اللہ) نے ابن ماجة کے حاشیہ پر تحریر کیا، زوائد میں اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ نوح بن ذکوان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، دمیری نے بیان کیا کہ اس حدیث کا اس پر انکار کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة میں دارقطنی کی روایت سے اس نے یحییٰ بن عثمان سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے اور تبصرہ کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں یحییٰ اور نوح دونوں (راوی) منکر الحدیث ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے الآلی (۲/ ۲۳۶) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ یحییٰ راوی بریٔ الذمہ ہے بعد ازاں اس نے ابن ماجہ کی روایت کو ان طرق سے جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور خرائطی کی روایت کو اعتلال القلوب میں ایک دوسرے طریق سے اس نے بقیہ سے بیان کیا اس لحاظ سے اس حدیث کے بارے میں بقول سیوطی تہمت صرف نوح بن

ذکوان میں ہے یہ بھی اس بات کو متضمن ہے کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) حدیث کے موضوع ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور یہ بات ظاہر باہر ہے اس کے باوجود اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابن ماجہ کی روایت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

البتہ مناوی (رحمہ اللہ) کا الجامع الصغیر کی شرح میں کہنا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے البتہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے شواہد موجود ہیں میرا خیال ہے کہ یہ اس کا وہم ہے مجھے اس کا ایک شاہد بھی دستیاب نہیں ہوا اگر اس کا شاہد معلوم ہوتا تو امام سیوطی (رحمہ اللہ) بلا تاخیر اس کا شاہد ذکر کر دیتے اور ابن جوزی پر تعاقب کرتے جیسا کہ ان کی عادت ہے اسی طرح علامہ منذری (رحمہ اللہ) نے اس کا کوئی بھی شاہد الترغیب (۱۲۴/۳) میں نہیں نہ ہی عجلونی (رحمہ اللہ) نے الکشف (۲۵۵/۱) میں بیان کیا واللہ اعلم۔

نیز اس حدیث میں ایک اور علت ہے جو ابن جوزی اور سیوطی (رحمہما اللہ) دونوں کی نظر سے مخفی رہی حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تھذیب میں ذکر کیا ہے کہ یوسف بن کثیر (راوی) جو بقیہ کے ان اساتذہ میں سے ہیں جو غیر معروف ہیں امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی المیزان میں بھی اسی طرح ہے نیز اس مقام میں ایک تیسری علت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حسن بصری (راوی) لفظ عن کے ساتھ روایت کرتا ہے جب کہ وہ مدلس ہے لہٰذا منذری نے بیہقی سے جو نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے دھوکے میں نہ واقع ہوا جائے۔

اس لئے کہ یہ علماء کی لغزشوں سے ہے جن کے پیچھے نہیں چلنا چاہئے بعد ازاں میں نے مزید کہا ہے کہ شاید مناوی آگے ذکر ہونے والی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مثل کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ۲۵۸ نمبر میں ذکر ہوگی لیکن یہ حدیث تو مخرج لفظ معنیٰ کے لحاظ سے اور حدیث ہے مزید برآں اس کی سند ضعیف ہے جیسا کہ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۲۴۲) «اَحْیُوا قُلُوبَکُمْ بِقِلَّةِ الضِّحْکِ وَقِلَّةِ الشِّبْعِ، وَطَهِّرُوهَا بِالْجُوعِ تَصْفُوْ وَتَرِقُّ»

ترجمہ: ''تھوڑا ہنستے ہوئے اور تھوڑی خوراک کھا کر اپنے دلوں میں زندگی کو اجاگر کرو اور بھوکے رہ کر ان کو پاکیزہ کرو تمہارے دل اس طرح (برائی کی جانب توجہ کرنے سے) خود کو روکیں گے اور ان میں رقت پیدا ہوگی''

تحقیق: حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے تخریج الاحیاء (۷۳/۳) میں عراقی کے کلام سے اور الطبقات الکبریٰ (۱۶۳/۴) میں التاج السبکی کی وضاحت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۲۴۳) «اَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ قَلَّ طَمْعُهُ وَضِحْكُهُ وَيَرْضٰى بِمَا يَسْتُرُ بِهِ عَوْرَتَهُ»

ترجمہ: ''لوگوں میں وہ شخص زیادہ فضیلت والا ہے جس میں طمع نہیں ہے اور جو کم ہنستا ہے اور اتنے لباس میں خوش رہتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ سکے''

تحقیق: اس حدیث کا بھی کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی نے تخریج الاحیاء (۶۹/۳) میں اور التاج السبکی نے الطبقات الکبریٰ میں وضاحت کی ہے کہ ہمیں اس کا اصل نہیں مل سکا ہے۔

(۲۴۴) «اَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُكُمْ جُوعًا وَتَفْكِيْرًا فِي اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَاَبْغَضُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُلُّ نَؤُومٍ اَكُولٍ شَرُوبٍ»

ترجمہ: ''قیامت کے دن تم میں وہ لوگ اللہ کے ہاں بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے جو لمبا عرصہ بھوکے رہتے ہیں اور اللہ سبحانہ کی ذات کی سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں اور قیامت کے دن وہ لوگ اللہ کے ہاں مبغوض ترین ہوں گے جو زیادہ نیند میں مستغرق رہتے ہیں بسیار خور ہیں اور مشروبات کا استعمال مبالغہ سے کرتے ہیں''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اگرچہ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الاحیاء (۹۶/۳) میں حسن بصری (رحمہ اللہ) سے مرسل مرفوع کیا ہے چنانچہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں اور التاج السبکی نے الطبقات (۱۶۲/۴) میں واضح کیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں۔

(۲۴۵) «اِلْبَسُوا وَاشْرَبُوا فِي اَنْصَافِ الْبُطُونِ فَاِنَّهُ جُزْءٌ مِنَ النُّبُوَّةِ»

ترجمہ: ''لباس اور کھانے پینے میں ضرورت سے نصف حاصل کرو اس طرح کرنا نبوت کا ایک حصہ ہوگا''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۶۹/۳) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الکبریٰ (۱۶۲/۴) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۶) «اِنَّ الْاَکْلَ عَلَی الشِّبَعِ یُوْرِثُ الْبَرَصَ»

ترجمہ: ”کھانے پر کھانا برص کی بیماری پیدا کرتا ہے“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے یہ حدیث بھی باطل احادیث سے ہے جن کو کثرت کے ساتھ امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اپنی تالیفات میں مندرج کیا ہے بالخصوص الاحیاء میں اس قسم کی احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے (۳/۷۰) میں اس حدیث کے بارے میں تخریج الاحیاء میں بیان کیا کہ مجھے اس حدیث کا اصل نہیں مل سکا ہے، نیز عبدالوہاب السبکی نے الطبقات الکبریٰ (۴/۱۶۳) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۷) «جَاهِدُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ فَاِنَّ الْاَجْرَ فِیْ ذٰلِكَ كَاَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جُوْعٍ وَعَطَشٍ»

ترجمہ: ”اپنی جانوں کو بھوکے پیاسے رکھ کر جہاد کرو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور بلاشبہ کوئی عمل بھوکے اور پیاسے رہنے سے زیادہ اللہ کے ہاں محبوب نہیں ہے“

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں امام غزالی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء (۳/۶۹) میں اس کو بیان کیا ہے اور جزم کے ساتھ اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس حدیث کے سلسلہ میں موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں نیز حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے بھی تخریج میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے نیز امام سبکی (رحمہ اللہ) نے بھی الطبقات الکبریٰ (۴/۶۲) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۸) «سَیِّدُ الْاَعْمَالِ الْجُوْعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوْفِ»

ترجمہ: ”بھوکا رہنا تمام اعمال سے بہتر ہے اور اونی لباس پہننے سے نفس کو انکساری ملتی ہے“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۳/۹) میں اور امام سبکی (رحمہ اللہ) نے الطبقات الکبریٰ (۴/۱۶۲) میں اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۴۹) «اَلْفِكْرُ نِصْفُ الْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ الطَّعَامِ هِيَ الْعِبَادَةُ»

ترجمہ: ’’تفکر نصف عبادت ہے اور کم خوراک کھانا ہی عبادت ہے‘‘

تحقیق: حدیث باطل ہے عراقی نے تخریج الاحیاء (۶۹/۳) میں اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۲۵۰) «كَانَ اِذَا تَغَدّٰى لَمْ يَتَعَشَّ وَاِذَا تَعَشّٰى لَمْ يَتَغَدَّ»

ترجمہ: ’’جب آپ صبح کھانا کھا لیتے تو رات کو نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھاتے تو صبح کا کھانا نہیں کھاتے تھے‘‘

تحقیق: حدیث ضعیف ہے ابن بشران نے اس حدیث کو الامالی (۱/۷۳) میں اور ابن عساکر نے اخبار لحفظ القرآن (ق ۲/۸) کے (آخری جز) میں نیز التاریخ (۱/۶۵/۱۱) میں سلیمان بن عبد الرحمٰن سے اس نے بیان کیا ہمیں ایوب بن حسان الجرشی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں وضین بن عطاء نے اس نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا اس نے کہا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کی دعوت دی گئی اس نے دیکھا کہ کھانا زرد رنگ اور سبز رنگ پر مشتمل ہے اس نے کہا کہ تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (حدیث بیان کی) میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ وضین بن عطاء راوی سیء الحفظ ہے اس لئے ضعیف ہے، مزید برآں بظاہر حدیث مرسل ہے اس لئے کہ عطاء نے عن ابی سعید کہا ہے گویا کہ اس سے ملا نہیں ہے۔

تنبیہ: اس حدیث کی تخریج حافظ عراقی نیز التاج السبکی پر مخفی ہے جب کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا شمار ان احادیث سے ہوتا ہے جن کا امام غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے اور ان کا کچھ اصل نہیں ہے اور امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کی نسبت الجامع الصغیر میں حلیۃ الاولیاء تالیف ابو نعیم کی طرف کی ہے لیکن مجھے یہ حدیث حلیۃ الاولیاء کی فہرست البغیۃ میں نہیں مل سکی ہے۔

(۲۵۱) «مَنْ اَجَاعَ بَطْنَهٗ عَظُمَتْ فِكْرَتُهٗ وَفَطِنَ قَلْبُهٗ»

ترجمہ: ’’جس شخص نے اپنے پیٹ کو بھوکا رکھا اس کی سوچ میں عظمت نمودار ہوتی ہے اور اس کے دل میں فطانت جلوہ گر ہوتی ہے‘‘

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ الاحیاء (۷۳/۳) کی تخریج میں حافظ عراقی کا کلام بھی اسی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ مزید برآں علامہ سبکی نے الطبقات (۱۶۳/۴) میں ذکر کیا ہے۔

(۲۵۲) «اَلْبِطْنَةُ اَصْلُ الدَّاءِ، وَالْحِمْيَةُ اَصْلُ الدَّوَاءِ، وَعَوِّدُوْ كُلَّ جِسْمٍ مَا اعْتَادَ»

ترجمہ: ''پیٹ کا بڑھا ہونا پیٹ میں خوراک ڈالنے کا لالچ اصل بیماری ہے اور بیماری سے خود کو بچا کر رکھنا پرہیز کرنا اصل علاج معالجہ ہے اور تم ہر جسم کو اس کی عادت کے مطابق خوراک کے عمل کو جاری رکھو''

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے امام غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو احیاء العلوم میں مرفوع نبی ﷺ کا قول بتایا ہے مزید عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے اصل کو نہیں پایا ہے جب کہ حافظ سخاوی (رحمہ اللہ) نے المقاصد الحسنة (۱۰۳۵) میں اس کا اقرار کیا ہے، مزید برآں محقق امام ابن القیم (رحمہ اللہ) نے زاد المعاد (۹۷/۳) میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ وہ حدیث جو اکثر لوگوں کی زبانوں سے سنی جاتی ہے کہ غذائیت میں پرہیز بنیادی علاج ہے جب کہ معدہ بیماری کا مرکز ہے، مزید برآں تم اپنے جسم میں ہر اس چیز کو داخل کرو جس کا وہ عادی ہو چکا ہے، دراصل یہ حدیث حارث بن کندہ کا قول ہے جو عرب میں علم و حکمت کے بارے میں شہرت رکھتا تھا، اس کو مرفوع حدیث قرار دینا ہرگز مناسب نہیں اکثر ائمہ حدیث کا یہی قول ہے۔

البتہ علامہ سخاوی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ خلال (راوی) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا ذکر کیا ہے کھانے سے خود کو روکے رکھنا یعنی بھوک برداشت کرنا علاج ہے جب کہ معدہ بیماری ہے اور جسم کو اس چیز کا عادی بناؤ جس کا وہ عادی ہے جب کہ بظاہر یہ حدیث مرفوع دکھائی دیتی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کی وضاحت الدرر کتاب میں کی ہے جیسا کہ کشف الخفاء (۱۷۸۸/۷۴/۲) میں ہے، نیز اس نے اس کو الجامع الکبیر (۲/۳۲۰/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ انہوں نے اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا ہے تاکہ سند کے بارے میں غور کیا جاتا بلکہ اغلب خیال یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ علامہ ابن قیم (رحمہ اللہ) نے اس کو زاد المعاد (۱۰۲/۳) میں ذکر کیا ہے حارث بن کلدہ کا اس لفظ کے ساتھ کلام بھی ذکر کیا ہے جبکہ یہی مناسب ہے، بعد ازاں امام ابن قیم (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے، الأزم سے مقصود خود کو کھانے سے روکنا بھوکے رہنا ہے، جب کہ یہ کیفیت ان لوگوں کیلئے اکسیر علاج ہے جن کی بیماری کا سبب پیٹ کا غذائیت سے ہر لمحہ پر رہنا ہے اس لئے سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ معدے کو غذائیت سے اِسْتِفْرَاغ کی صورت اختیار کی جائے۔

جب کہ اس مناسبت کے لحاظ سے میں کہتا ہوں: کہ میں نے خود کو ۱۳۷۹ھ کے اواخر میں مسلسل چالیس (۴۰) دن معدے کو غذائیت سے خالی رکھا اس دوران میں نے کھانے کو زبان پر نہ رکھا البتہ اس دوران میرے پیٹ میں پانی داخل ہوتا رہا جب کہ اس پرہیز سے مقصود بعض بیماریوں سے شفا یاب ہونا مقصود تھا تو کچھ بیماریوں سے مجھے شفا حاصل ہوئی جب کہ کچھ بیماریاں بدستور موجود رہیں جب کہ میں نے اس سے پہلے تقریباً دس سال تک بعض اَطِبَّاء کی نگرانی میں علاج کروایا لیکن بظاہر کچھ فائدہ نہ ہوا البتہ اس فاقہ کشی کے نتیجہ میں ہی دو فائدوں سے ہم کنار ہوا جن کا مجھے احساس ہے۔

پہلا فائدہ: انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ لمبی مدت تک بھوک کو برداشت کر سکتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسرا فائدہ: پیٹ کو ہمیشہ غذائیت سے بھرپور رکھنے والے لوگ جب بیمار ہو جائیں تو بھوک انہیں بیماری سے شفا عنایت کرتی ہے۔

اس طرح امام ابن القیم (رحمہ اللہ) نے بھی وضاحت کی ہے جب کہ دیگر لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے البتہ مختلف قسم کی بیماریوں میں فائدہ نہیں ہوتا ہے البتہ ایک کتاب جس کا نام التطبیب بالصوم ہے کہ روزوں کے ساتھ بھی علاج معالجہ کرنا درست ہے جو کہ ایک یورپین دانشور کی تصنیف ہے اس لحاظ سے تسلیم کر لینے میں کچھ قباحت نہیں کہ علم کو محصور نہیں کیا جا سکتا اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ صاحب علم سے بڑھ کر علم کے متوالے معاشرہ میں موجود دکھائی دیتے ہیں۔

(۲۵۳) «صُومُوا تَصِحُّوا»

ترجمہ: ''روزے رکھو تم صحت و تندرستی سے ہمکنار رہو گے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے حافظ عراقی نے احیاء العلوم میں اس کی تخریج (۷۵/۳) کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابو نعیم نے الطب النبوی میں اس حدیث کو ابو ہریرہ سے ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: الترغیب (۶۰/۲) میں علامہ منذری اور مجمع الزوائد (۱۷۹/۳) میں علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ اسناد میں ثقہ راویوں کی موجودگی میں ممکن ہے کوئی ایسی علت موجود ہو جو اس کے ضعیف بنانے پر متقاضی ہو جیسا کہ اس حقیقت

سے وہ شخص نا آشنا نہیں ہے جس کو اس کے علم کے قواعد کی معرفت حاصل ہو اور عین ممکن ہے کہ علامہ صغانی نے مبالغہ کیا ہو جب اس نے (ص ۷) پر اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

مزید برآں حدیث کے الفاظ ان دونوں کے نزدیک یہ ہیں کہ ((اُغْزُو تَغْنَمُوا وَصُومُوا تَصِحُّوا وَسَافِرُوا تَسْتَغْنُوا)) "جہاد کرو تم غنیمت سے بہرہ ور ہو گے اور روزے رکھو تم تندرست رہو گے اور سفر کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے" جب کہ اس حدیث کو روزے کے الفاظ کے بغیر ذکر کیا گیا ہے آگے ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵۴) ((سَافِرُوا تَصِحُّوا، وَاُغْزُوا تَسْتَغْنُوا))

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مندر ہو گے اور جہاد کیا کرو تم مالدار ہو جاؤ گے"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام احمد (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند (۲/۳۸۰) میں ابن لہیعہ سے ذکر کیا ہے اس نے دراج سے اس نے ابن حجیرہ سے اس نے ابو ہریرہ ﷺ سے مرفوع روایت کیا، میں کہتا ہوں: اس کی سند ضعیف ہے ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے اس کے حافظہ میں ضعف تھا جب کہ دراج راوی منکر روایات بیان کرتا ہے نیز ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے (۲/۳۰۶) میں اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ حدیث منکر ہے مزید برآں اس حدیث کی ایک شاہد حدیث ہے وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہے اس کا آگے ذکر ہو رہا ہے۔

(۲۵۵) ((سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا))

ترجمہ: "سفر کیا کرو صحت مندر ہو گے اور فوائد حاصل کرو گے"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۹۹) میں اور طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط (۱/۱۱۲/۱) میں ذکر کیا ہے ابن بشران (رحمہ اللہ) نے الامالی (۱/۶۶/۳) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے التاریخ (۱۰/۳۸۷) میں اور القضاعی نے (۲/۵۲) میں اور اسی طرح تمام الرازی (رحمہ اللہ) نے الفوائد میں محمد بن عبد الرحمٰن بن رداد سے اس نے عبد اللہ بن دینار سے اس نے عبد اللہ بن عمر سے مرفوع روایت کیا ہے نیز ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے مجھے علم نہیں کہ اس حدیث کو رواد کے سوا نے ذکر کیا ہو جب کہ اس کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں جب کہ ابو حاتم نے اس کے بارے میں اس سے پہلے (۳/۲/۱۱۵) میں بتایا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے حدیث اس کے ذہن سے نکل جاتی تھی

جب کہ ابوزرعہ (رحمہ اللہ) نے اس کو کمزور کہا ہے، اور میزان الاعتدال میں اس کو اس کی منکرات احادیث میں شامل کیا ہے جب کہ اس سے پہلے ابوحاتم (رحمہ اللہ) کے بیٹے نے اس کے بارے العلل (۳۰۶/۲) میں وضاحت کی ہے کہ میرے والد نے اس کو منکر حدیث کہا ہے جبکہ ابن الرواد (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ حدیث کی علت یہی ہے۔

جب کہ علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) سے (۲۰۱/۳) میں یہ حقیقت اوجھل رہی کہ اس کو ایک دوسرے راوی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے جو صرف طبرانی کی سند میں ہے پھر اس کو ابن عدی نے (۲/۱۸۹) میں سوار بن مصعب سے اس نے عطیہ سے اس نے ابوسعید سے مرفوع بیان کیا ہے نیز اس نے واضح کیا ہے کہ اس سوار (راوی) کی اکثر احادیث محفوظ نہیں ہیں میں کہتا ہوں: کہ عطیہ عوفی بھی تو ضعیف راوی ہے نیز اس حدیث کو عبدالرزاق نے معمر سے اس نے ابن طاؤس سے اس نے اپنے والد سے اس نے عمر کا قول پیش کیا ہے کہ یعنی موقوف ہے البتہ او تغنموا موقوف نہیں ہے جیسا کہ الجامع الکبیر (۲/۲۰۳/۳) میں ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جب کہ شائد موقوف روایت درست ہے۔

(۲۵۶) «يُنَزِلُ اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتُّوْنَ مِنْهَا لِلطَّائِفِيْنَ وَأَرْبَعُوْنَ لِلْعَاكِفِيْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَعِشْرُوْنَ مِنْهَا لِلنَّاظِرِيْنَ اِلَى الْبَيْتِ»

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ روزانہ ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس رحمتیں بیت اللہ کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لئے ہیں اور بیس رحمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو بیت اللہ کی دیکھنے والے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۱/۱۱۵/۳) میں خالد بن یزید عمری کی وساطت سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن عبداللہ بن عبید لیثی نے بتایا وہ ابن ابی ملیکة سے روایت کرتا ہے وہ عبداللہ بن عباس سے مرفوع روایت کرتا ہے میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد موضوع ہے اس میں خالد بن یزید کو ابوحاتم اور یحیٰی بن معین نے کذاب کہا ہے جیسا کہ ابن حبان کا قول ہے کہ خالد بن یزید موضوع احادیث کو ایسے رواۃ سے بیان کرتا ہے جو درست ہیں، مزید اس حدیث کے دو طریق ہیں وہ بھی موضوع ہیں جبکہ اس کے بعض الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے مغائر ہیں جب کہ ان دونوں کا تذکرہ ان کی اسانید پر کلام کے ساتھ (۱۸۷-۱۸۸) نمبر احادیث میں گزر چکا ہے جو شخص وضاحت کا طلبگار ہے وہ ان کی جانب رجوع کرے۔

(۲۵۷) «اِيَّاكَ وَالسَّرَفَ فَاِنَّ اُكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ»

ترجمہ: ''تم خود کو اسراف سے دور رکھو ذہن نشین رکھیں کہ ایک دن میں دو بار کھانا بھی اسراف ہے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، علامہ غزالی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاحیاء (۷۸/۳) میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا جب کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے اس کی تخریج میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث الترغیب (۱۲۴/۳) میں ہے، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی جب کہ میں دن میں دو بار کھانا کھاتی تھی آپ نے حکم دیا اے عائشہ! کیا تجھے پسند ہے کہ تیری مشغولیت صرف پیٹ بھرنا ہو! یاد رکھیں دن میں دو بار کھانا تناول کرنا اسراف میں داخل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

مزید ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا اے عائشہ! تو نے دنیوی زندگی میں اپنے پیٹ کو مقدم رکھا ہے جب کہ دن بھر میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھتا ہے امام منذری (رحمہ اللہ) کی وضاحت ہے کہ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ابن لھیعہ راوی اپنے حافظہ کے باعث ضعیف ہے جب کہ اس کے مثل حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے حدیث نمبر ۲۴۱ کا مطالعہ کریں۔

(۲۵۸) «اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهِ اِلَى بَابِ الدَّارِ»

ترجمہ: ''بلاشبہ سنت یہ ہے کہ ہر مسلمان شخص اپنے مہمان کیساتھ گھر کے دروازے تک نکلے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن ماجہ (۳۲۳/۲) نے اس کو ذکر کیا ہے جبکہ ابن الاعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۲۴۶) میں ذکر کیا ہے اور اس سے القضاعی نے (۱/۹۵) میں علی بن عروۃ کے طریق سے بیان کیا ہے وہ عبدالمالک سے وہ عطاء سے اور وہ ابو ہریرۃ سے مرفوع روایت کرتے ہیں، میں کہتا ہوں یہ اسناد موضوع ہے اور اس کا سبب علی بن عروۃ راوی ہے امام ذہبی نے بیان کیا ہے ابن حبان کا قول ہے'' کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا صالح جزرہ وغیرہ نے اس کو کذاب کہا ہے'' جبکہ یہ بھی ان سے ہے۔

بعدازاں مجھے اس کا ایک اور طریق ملا جس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۱۶۹) سلم بن سالم بلخی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہمیں ابن جریج نے بیان کیا وہ عطاء سے وہ ابن عباس ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں اس کو اس سلم (راوی) کے حالات میں اس کی دیگر روایات میں ذکر کیا ہے بعدازاں اس نے کہا اس کی احادیث افراد اور غرائب ہیں اور اس نے اس کی ان احادیث کا انکار کیا ہے جن کا میں نے ان سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کثیر افراد نے اس کے ضعف پر اتفاق کو نقل کیا ہے جب کہ ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ سچ نہیں کہتا تھا جب کہ امام جوزجانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے، مزید برآں ابن جریج مدلس ہے اور اس حدیث کو لفظ عن کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(۲۵۹)«لَا تَتَمَارَضُوا فَتَمْرَضُوا وَلَا تَحْفِرُوْا قُبُوْرَكُمْ فَتَمُوْتُوا»

ترجمہ: ''تم خود کو تکلف سے بیمار نہ کیا کرو ورنہ تم سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے اور تم اپنی قبروں کو خود تیار نہ کرو ورنہ تم فوراً موت سے ہمکنار ہو جاؤ گے''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۲/۳۲۱) میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جس کو عاصم بن ابراہیم داری نے محمد بن سلیمان صنعانی سے بیان کیا ہے وہ منذر بن نعمان افطس سے وہ وھب بن منبہ سے وہ ابن عباس ﷺ سے اس حدیث کو مرفوعاً لائے ہیں اس کے بارے میں میرے باپ نے وضاحت کی کہ یہ حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی علت دراصل یہ محمد بن سلیمان ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس راوی کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول ہے اور جس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے وہ منکر ہے اشارہ اسی حدیث کی جانب ہے۔

(۲۶۰)«اَطْعِمُوا نُفَسَاءَكُمُ الرُّطَبَ؛ قَالُوا: لَيْسَ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ يَكُوْنُ الرُّطَبُ، قَالَ: فَتَمْرٌ، قَالُوا: كُلُّ التَّمْرِ طَيِّبٌ فَاَيُّ التَّمْرِ خَيْرٌ؟ قَالَ: اِنَّ خَيْرَ تَمَرَاتِكُمُ الْبَرْنِيُّ يُدْخِلُ الشِّفَاءَ، وَيُخْرِجُ الدَّاءَ، لَادَاءَ فِيْهِ، اَشْبَعُهُ لِلْجَائِعِ، وَاَدْفَاهُ لِلْمَقْرُوْرِ»

ترجمہ: ''تم اپنی نفاس والی عورتوں کو تازہ کھجوریں کھلاؤ انہوں نے سوال اٹھایا ہر وقت تو تازہ کھجوریں دستیاب نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا تو خشک کھجور کھلاؤ انہوں نے دریافت کیا جب

ہر خشک کھجور عمدہ ہے تو کونسی خشک کھجور بہتر ہے آپ نے فرمایا تمہاری کھجوروں میں سے سب سے بہتر کھجور برنی قسم کی کھجور ہے جو شفا عطا کرتی ہے اور بیماری کو دور کرتی ہے اس میں ہرگز بیماری نہیں ہے اس کھجور کے استعمال سے بھوکا انسان خوب سیر ہو جاتا ہے اور جس شخص کو ٹھنڈک تنگ کر رہی ہو اس کھجور کے استعمال سے اس کو گرمی حاصل ہوگی''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، ابن سمعون واعظ نے اس حدیث کو الامالی (۱/۱۹۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابوبکر محمد بن جعفر المطیری نے اس نے کہا ہمیں قاسم بن اسماعیل کوفی نے اس حدیث سے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں زید بن حباب العکلی نے اس نے شعبہ سے اس نے یعلیٰ بن عطاء الطائفی سے اس نے شہر بن حوشب سے اس نے ابوامامہ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس کے سبھی راوی ثقہ اور مشہور ہیں البتہ القاسم راوی کے حالات کو میں نے نہیں پایا جب کہ شہر بن حوشب (راوی) ضعیف ہے حجت کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ وہ کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا تھا اور شاید اسی وجہ سے امام مسلم (رحمہ اللہ) نے اس کی روایت کو دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جیسا کہ منذری کی الترغیب کے خاتمہ (۲۸۴/۴) میں ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ سچا راوی ہے جب کہ کثرت ارسال اور وہم کے ساتھ مشہور ہے، پھر میں نے ابونعیم کی تالیف الطب (۲۳-۲۴) میں دوسرے طریق شعبہ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اس لحاظ سے علت شہر بن حوشب راوی کے بارے میں بند ہو کر رہ گئی ہے مزید اس حدیث کو امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۵۶/۱) میں پہلے ذکر کردہ حدیث کے شاہد کو ۲۳۴ نمبر میں ابن السنی اور ابونعیم دونوں کی روایت سے الطب کتاب میں شعبہ کے طریق سے اس کو ذکر کیا ہے ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے اس نے اسی طرح نقل کیا ہے جب کہ اس میں ہرگز وہ بات پوشیدہ نہیں ہے جس کا ہم نے شہر راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۱) ((اَحْسِنُوا اِلَی عَمَّتِکُمُ النَّخْلَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ آدَمَ فَفَضَلَ مِنْ طِیْنَتِهَا فَخَلَقَ مِنْهَا اَلنَّخْلَةَ))

ترجمہ: ''تم اپنی پھوپھی کھجور کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو اس لئے کہ اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو اس سے کچھ مٹی باقی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کھجور کو پیدا کیا''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۵۷) میں اور باطرقانی نے اس حدیث کو اپنی جزء (۲/۱۵۷) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں یہ ذکر کیا ہے سبھی رواۃ جعفر بن احمد بن علی غافقی سے روایت کرتے ہیں اس نے بتایا کہ ہمیں ابوصالح اللیث کے کاتب نے بیان کیا اس نے وکیع سے اس نے اعمش سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا جب کہ ابن عدی اور ابن جوزی (رحمہما اللہ) نے بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بلاشبہ جعفر نامی شخص نے اس کو وضع کیا ہے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور جعفر راوی حدیث وضع کرنے والا ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱۵۶/۱) میں اپنی عادت کے مطابق اس کا تعاقب کیا ہے لیکن کچھ نہ کر سکا جب کہ اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ اس حدیث کا ایک شاہد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کا تذکرہ اس کے بعد آ رہا ہے جب کہ اس میں شدید قسم کے طعن موجود ہونے کا آپ ملاحظہ کریں گے مزید برآں اس کے عجائبات سے ہے کہ نہ تو اس نے اس کی اسناد کو بیان کیا ہے اور نہ اس کی حالت کو بیان کیا ہے۔

(۲۶۲) «خُلِقَتِ النَّخلَلَةُ وَالرُّمَّانُ وَالْعِنَبُ مِنْ فَضْلِ طِينَةِ آدَمَ عليه السلام»

ترجمہ: ''کھجور انار اور انگور آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں''

تحقیق: حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے محاملی نے اس کو الأمالی کی تیسری جلد (۳۸/۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس سے (۲/۳۰۹/۲) میں حاکم بن عبد اللہ بن کلبی سے روایت کیا ہے جو ابو سالم کنیت کے ساتھ متعارف ہے قزوین کا رہائشی ہے وہ یحییٰ بن سعید البحرانی سے جس کا شمار اہل غطیف سے ہے وہ ابو ہارون عبدی سے روایت کرتے ہیں وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اس نے بیان کیا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کھجور درخت کی تخلیق کس سے ہوئی؟ تو اس نے یہ حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی نہایت ضعیف ہے اور ابو ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جوین ہے جس کو فن رجال میں متروک قرار دیا گیا ہے جب کہ ان میں بعض راوی ایسے ہیں جن کو اس نے کذاب کہا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے جب کہ اس درجہ کی شدت کے ضعف کے باوجود امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کا

اللآلی میں اس حدیث کیلئے بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ابن عساکر کی روایت سے ہے جب کہ اس نے اس پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کو الجامع الصغیر میں شامل کر دیا ہے جب کہ اس پر امام مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مصنف کا ظاہری انداز اس حقیقت کو اجاگر کر رہا ہے کہ اس نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ ابن عساکر سے زیادہ مشہور ہوا ور نہ زیادہ قدیم ہو حالانکہ دیلمی نے اس کو ابو سعید سے نکالا ہے لیکن اس کی سند میں طعن ہے۔

میں کہتا ہوں: المحاملی شخص دیلمی سے زیادہ شہرت یافتہ اور قدیم ہے تو اس کی جانب نسبت کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ توفیق عطا کرنے والی ذات صرف اللہ کی ذات ہے۔

(۲۶۳) ((اَكْرِمُوا عَمَّتَكُمُ النَّخْلَةَ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ فُضْلَةِ طِينَةِ اَبِيكُمْ آدَمَ وَلَيْسَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَجَرَةٍ وُلِدَتْ تَحْتَهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ فَاَطْعِمُوا نِسَاءَ كُمُ الْوَالِدَ الرُّطَبَ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ رُطَبًا فَتَمْرٌ))

ترجمہ: ”تم اپنی پھوپھی کھجور کے اکرام میں توجہ کرو اس لئے کہ اس کو تمہارے باپ آدم کی بقیہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جب کہ درختوں میں سے کوئی درخت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ عزت والا نہیں ہے جس کے سائے میں مریم بنت عمران کی پیدائش ہوئی تو تم اپنی بیویوں کو عمدہ تازہ کھجوریں کھلاؤ اگر تازہ کھجوریں دستیاب نہ ہوں تو خشک کھجوریں کفایت کریں گی“

تحقیق: حدیث موضوع ہے جب کہ عقیلی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الضعفاء (۴۳۰) میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳۰) میں اور باغندی نے حدیث شیبان (۱/۱۹۰) میں اور اس کے غیر میں اور ابن عساکر نے (۲/۳۰۹، ۲/۱۹۰، ۱/۲۶۷) میں اور ابو نعیم نے الطب (۲/۲۳/۲) میں اور الحلیۃ (۱۲۳/۶) میں اور اس نے ذکر کیا ہے مسرور بن سعید بن تمیمی کے طریق سے اس نے اوزاعی (رحمہ اللہ) سے اس نے عروہ بن رُوین بن علی سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں شیبان سے اس کو بیان کیا ہے اور ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) اور ابن مردویہ دونوں نے تفسیر میں اس کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کا اول شاہد ابو سعید خدری ﷺ کی روایت ہے اور اس کے آخر کا بھی ایک شاہد ہے ابو نعیم نے اس کو اوزاعی کی حدیث سے جو عروۃ سے مرفوع روایت کرتا ہے نے کہا ہے یہ حدیث

غریب ہے اس میں مسرور بن سعید (راوی) متفرد ہے عقیلی نے وضاحت کی ہے حدیث محفوظ نہیں ہے صرف مسرور سے ہی اس کو معلوم کیا جاتا ہے نیز ابن عساکر نے کہا ہے کہ عروۃ کی علی سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور حدیث غریب ہے جب کہ تیمی (راوی) مجہول ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ متہم ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں ذکر کیا ہے ابن حبان نے اس حدیث کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ اوزاعی (رحمہ اللہ) سے کثرت کے ساتھ منکر احادیث بیان کرتا ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو ابو نعیم کے طریق سے الموضوعات میں درج کیا ہے، نیز اس نے اس کو غیر صحیح کہا ہے جب کہ مسرور (راوی) منکر الحدیث ہے وہ اوزاعی سے منکر روایات بیان کرتا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے الآلی (۱۵۶/۱) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو عقیلی نے ذکر کیا ہے اور اس کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

نیز یہ کہ یہ حدیث صرف مسرور کے ساتھ معروف ہے، نیز اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث اوزاعی سے منکر ہے اور عروہ کی حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے جب کہ مسرور غیر معروف راوی ہے اس کا ذکر صرف اس حدیث میں ہے، میں کہتا ہوں: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے، یہ شاہد بننے کی بالا تفاق صلاحیت نہیں رکھتی ہے جب کہ میں نے اس کی کیفیت کو اس سے ذرا پہلے واضح کیا ہے جب کہ دوسری وہ وہ حدیث ہے جو (۲۶۱) میں گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں واضح کر دیا تھا کہ اس کی اسناد ضعیف ہے بعد ازاں اس نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو کہ آ رہی ہے۔

(۲۶۴) ((مَا لِلنُّفَسَاءِ عِنْدِي شِفَاءٌ مِثْلُ الرُّطَبِ وَلاَ لِلْمَرِيْضِ مِثْلُ الْعَسَلِ))

ترجمہ: ''نفاس والی عورتوں کے لئے تازہ کھجور کا استعمال جس قدر شفا عطا کرتا ہے اس قدر دیگر کوئی چیز نہیں جب کہ بیمار شخص کے لئے شہد کے برابر کوئی چیز نہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، ابو نعیم نے الطب میں اس کا ذکر ابو ہریرۃ سے مرفوعاً کیا ہے علامہ سیوطی نے اس سے پہلی حدیث کیلئے بطور شاھد کے ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد کو ذکر نہیں کیا تا کہ اس کو دیکھ لیا جاتا اور نہ اس نے اس پر کلام کیا ہے تا کہ اس کی حالت کو وہ شخص معلوم کر سکے جس کو اس کی حالت کا علم نہیں ہے جب کہ اگر اس کو موضوع نہ کہا جائے تو ضعیف کہنا ضروری ہے، مزید اس حدیث کے بارے میں خیال درست ثابت ہوا جب میں نے دیکھا کہ اس نے اس کو الطب (۱/۲۴/۲) میں علی بن عروۃ

سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے ابو ہریرۃ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ علی بن عروہ (راوی) کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا جبکہ اس کی یہ حدیث ۱۱۹ نمبر حدیث میں گزر چکی ہے نیز اس حدیث کو علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

(۲۶۵) ((یَا اَبَا هُرَیْرَةَ، عَلِّمِ النَّاسَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمْهُ فَإِنَّكَ إِنْ مُتَّ وَأَنْتَ كَذٰلِكَ زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَكَ كَمَا يُزَارُ الْبَيْتُ الْعَتِيقُ، وَعَلِّمِ النَّاسَ سُنَّتِي وَإِنْ كَرِهُوْا ذٰلِكَ وَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ لَا تُوْقَفَ عَلَى الصِّرَاطِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَا تُحْدِثْ فِي دِيْنِ اللّٰهِ حَدَثًا بِرَأْيِكَ))

ترجمہ: ''اے ابو ہریرۃ آپ لوگوں کو قرآن کی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں اور خود بھی تعلیم حاصل کریں تو حقیقت یہ ہے کہ اگر تو اسی حالت پر فوت ہو جائے تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جیسا کہ اللہ کے گھر کی زیارت کی جاتی ہے جس کا وصف عتیق ہے کہ اس کی زیارت کرنے سے زائرین دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں مزید برآں لوگوں کو میری سنت کی تعلیم سے آگاہ کرو اگرچہ وہ ناپسندیدہ جانیں اور اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے پل صراط پر آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی رکاوٹ نہ ہو کہ تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے تو اللہ کے دین میں ہرگز کسی بدعت کا اپنی رائے سے ایجاد نہ کریں''

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کو الخطیب نے (۳۸۰/۴) میں ذکر کیا ہے اور ابوالفرج ابن المسلمة نے الأمالی (۲/۱۲۰) کی ایک مجلس میں عبداللہ بن صالح یمانی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ مجھے ابو ہمام قرشی نے سلمان بن مغیرۃ سے بیان کیا اس نے قیس بن مسلم سے اس نے طاؤس سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے اور اسی طریق سے ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کو الموضوعات میں بیان کیا ہے اور اس نے حکم لگایا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ ابو ہمام محمد بن مجیب (راوی) دراصل محبب ہے مجیب نہیں ہے اس میں تبدیلی ہے جب کہ یحییٰ نے اس کو کذاب کہا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ذاهب الحديث کا حکم لگایا ہے، مقصود اس کا ضعیف ہونا ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۲۲۲/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اس نے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا ایک طریق ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن جعفر نے بتایا ہمیں

محمد بن عبدالرحیم بن شبیب نے محمد بن قدامہ مصیصی سے بیان کیا ہے وہ جریر سے وہ اعمش سے وہ ابو صالح سے وہ ابو ہریرۃ ﷺ سے مرفوع لائے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس نے اس کو اس کے مثل بیان کیا البتہ اس نے کہا کہ اگر تجھ پر موت طاری ہو جائے اور تیری یہ کیفیت ہو تو فرشتے تیری قبر کی جانب حج کرنے کے لئے آئیں گے جیسا کہ ایماندار بیت الحرام کا حج کرنے جاتے ہیں البتہ اس پر علامہ سیوطی نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ میرے نزدیک پہلے سے زیادہ غلط ہے جب کہ اس میں قبر کی جانب حج کرنے کا ذکر ہے جب کہ یہ کیفیت بالکل جدید ہے شریعت میں اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور اس پر حج کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

جب کہ حج کا اطلاق تو بیت الحرام کی زیارت کا نام ہے جب کہ قبروں کی زیارت پر حج کا اطلاق بدعتی لوگ کرتے ہیں جو قبروں کی تعظیم میں غلو اختیار کرتے ہیں مثال کے طور پر قبروں کی زیارت کیلئے شد رحال کرتے ہیں بیت اللہ کے پڑوس میں رات گزارتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں بلکہ وہ وہاں پہنچ کر تضرُّع و زاری کیساتھ دعا کرتے ہیں حج کے شعائر ادا کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے **مناسک الحج والمشاهد والقبور** کے نام پر کتابیں مرتب کی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ اپنی کتابوں میں کیا ہے جب کہ اس سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہو سکتی ہے کوئی مسلمان جو توحید کی خوشبو سونگھتا ہے کہ اس کی جانب اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ ہو تو کیسے اس وقت باور کیا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ پر اس کلمہ کا اطلاق ہو کہ فرشتے آپ کی قبر کا حج کرتے ہیں جیسا کہ ایماندار لوگ بیت الحرام کا حج کرتے ہیں اے اللہ! دل گواہی دیتا ہے کہ نبی ﷺ کی زبان سے اس قسم کا کوئی لفظ صادر نہیں ہو سکتا تو ان لوگوں کو اللہ تباہ و برباد کرے جنہوں نے اس قسم کے حج کرنے کو اپنی جانب سے وضع کر لیا ہے۔

جب کہ میں اس کے بارے میں اس ابن شبیب نامی شخص کو متہم کرتا ہوں اس لئے کہ اس کی اسناد کے تمام راوی اس کے علاوہ ثقہ ہیں البتہ عبداللہ بن محمد بن جعفر جو ابو نعیم کا استاذ ہے وہ تو ابو الشیخ ابن حبان (رحمہ اللہ) ہے جو حافظ اور ثقہ ہے **طبقات الاصبهانيين** کتاب کا مصنف ہے جب کہ اس کے کوائف امام ذہبی (رحمہ اللہ) کی **تذكرة الحفاظ** (۳/۱۴۷-۱۴۹) میں موجود ہیں نیز **شذرات الذهب** (۳/۶۹) اور ان دونوں کے علاوہ کتب میں بھی موجود ہیں جب کہ دیگر سبھی رواۃ اس کے علاوہ ثقہ اور مشہور ہیں **تهذيب** میں ان کا تذکرہ (ص ۲۳۴) میں موجود ہے جب کہ ابن شبیب متہم ہے

مجھے اس کے حالات صرف طبقات الاصبھانیین میں ملے ہیں جب کہ اس نے بیان کیا ہے کہ محمد عبد الرحیم بن شبیب ابوبکر سن ۲۹۶ ہجری میں فوت ہوئے اس کا شمار ائمہ قراء سے ہوتا ہے اس نے عثمان بن ابی شیبہ اور ابن ماسر جس اور اسحاق بن اسرائیل اور مسکدان سے بیان کیا ہے اور ہم نے کچھ نہیں لکھا مگر اسی سے لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر اس نے اس کی چند احادیث کا ذکر کیا ہے ان شاء اللہ ان میں سے بعض کا میں ذکر کروں گا جب کہ اس نے جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا لہٰذا وہ مجہول راوی ہے اور اس پر اس حدیث کا دارومدار ہے اور ابن عراق کو بھی اس کی معرفت نہیں ہے چنانچہ اس نے تنزیہ الشریعۃ (۶۹/۳) میں بیان کیا ہے کہ مجھے اس کے حالات پر آگاہی حاصل نہیں ہوئی ہے اور ابونعیم کے شیخ کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ عبداللہ بن محمد بن جعفر قزوینی ہے اور وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا جیسا کہ مقدمہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ابوالشیخ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ ابونعیم اس سے کثرت کے ساتھ الحلیۃ میں اور اس کے سوا کتابوں میں کثرت کے ساتھ ان چیزوں کا تذکرہ ہے اور اگر وہ یہ کذاب ہے تو اس کی طرف نسبت کرنا تا کہ ان دونوں کے درمیان امتیاز حاصل ہو جائے تو پس آپ اس پر غور کریں۔؟

(۲۶۶) «كَانَ إِذَا أَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَةِ أَنْ يَنْسَاهَا جَعَلَ فِي يَدِهِ خَيْطًا لِيَذْكُرَهَا»

ترجمہ: ”جب آپ کسی ضروری کام کے بارے میں خطرہ محسوس کرتے کہ آپ اس کو فراموش نہ کر بیٹھیں تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں دھاگہ ڈالتے تا کہ وہ کام یاد آتا رہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو ابن عدی نے (۱/۱۷۲) میں اور حارث بن ابو اسامہ نے اپنی مسند میں زوائد سے اور ابوالحسن اخوی نے الفوائد (۲/۲۶) میں سالم بن عبدالاعلیٰ سے اس نے نافع سے اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے اس حدیث کو ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے علامہ زرکشی فرماتے ہیں اس کی سند میں سالم بن عبدالاعلیٰ وضاع ہے (العلل لابی حاتم ۲/۲۵۲، الجرح والتعدیل لابی حاتم ۲/۱/۱۸۶، التاریخ لابن معین ۲/۸۶) لہٰذا حدیث باطل ہے۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۶۷) «مَنْ حَوَّلَ خَاتَمَهُ أَوْ عِمَامَتَهُ أَوْ عَلَّقَ خَيْطًا فِي إِصْبَعِهِ لِيُذَكِّرَهُ حَاجَتَهُ فَقَدْ أَشْرَكَ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللهَ هُوَ يُذَكِّرُ الْحَاجَاتِ»

ترجمہ: ''جو شخص اپنی انگوٹھی کو پھیرتا رہتا ہے یا اپنی پگڑی کو پھیرتا رہتا ہے یا اس نے اپنی انگلی میں دھاگہ باندھا ہوا ہے تاکہ دھاگہ اس کو اس کی ضرورت یاد دلائے تو اس نے اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کیا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ضرورتوں کو یاد دلاتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۳۳-۲) میں اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے الموضوعات میں بشر بن حسین کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں زبیر بن عدی نے آگاہ کیا اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کے اصل کا انکار کیا ہے اس کی سند میں بشر نامی (راوی) اپنے استاذ زبیر سے باطل روایات ذکر کرتا ہے جب کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے بھی اللآلی (۲/۲۸۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے مزید اس پر اضافہ کیا ہے

میں کہتا ہوں: ابن حبان نے بیان کیا بشر بن حسین اصبہانی نے زبیر سے ایک مجموعہ جو ایک سو پچاس احادیث پر مشتمل تھا کا ذکر کیا، ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۳۲۲) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۲۶۸) «مَنْ رَفَعَ قِرْطَاسًا مِنَ الْاَرْضِ فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِجْلَالًا اَنْ يُدَاسَ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَخُفِّفَ عَنْ وَالِدَيْهِ وَاِنْ كَانَا مُشْرِكَيْنِ وَمَنْ كَتَبَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَجَوَّدَهُ تَعْظِيْمًا لِلّٰهِ غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ''جو شخص زمین سے اس لئے کاغذ اٹھاتا ہے کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر ہے مزید برآں اس کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے وہ پاؤں تلے روندا نہ جائے تو اس شخص کو اللہ کے ہاں صِدِّيْقِيْن سے لکھا جاتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں اور جس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو محض اللہ کی تعظیم کے لئے عمدہ انداز میں تحریر کیا تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

تحقیق: موضوع روایت ہے اس روایت کو ابوالشیخ ابن حبان نے طبقات الاصبہانیین (ص ۲۳۴) میں دو الگ مقام میں ذکر کیا ہے، اور ابن عدی نے (۱/۲۴۶) میں مکمل طور پر ابو سالم رواسی علاء بن مسلمہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابو حفص عبدی نے ابان سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع

روایت کیا ہے جب کہ ابن الجوزی نے اس کو ابن عدی کی روایت سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے، بعدازاں اس نے واضح کیا ہے ابان (راوی) حددرجہ ضعیف ہے جب کہ ابوحفص (راوی) اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور ابوسالم علاء بن مسلمہ (راوی) کو محمد بن طاہر ازدی نے کذاب کہا ہے کہ اس سے روایت کرنا درست نہیں، جب کہ علامہ سیوطی نے اللآلی (۲۰۲/۱) میں آگاہ کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن عدی نے العبدی کے حالات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے یہ راوی اس لائق ہے کہ اس کو چھوڑا جائے نیز اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایسے طریق سے روایت کی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

(۲۶۹) «اَلْعَالِمُ لَا يَخْرِفُ» ترجمہ: ''عالم شخص بے وقوفی کی باتیں نہیں کرتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے العلل (۴۰۹/۲) میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور میرے والد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو علاء بن یزید نے انس سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ عالم شخص احمق نہیں ہوتا اس میں العلاء (راوی) ضعیف ہے اس کی حدیث کو چھوڑا گیا ہے اور ہم نے بعض اہل علم کو پایا ہے جیسے مسعودی حریری سعید بن ابی عروبہ اور عطاء بن ابی سائب وغیرہ وہ عمر کے آخری حصے میں بے عقل ہو گئے تھے۔ میں کہتا ہوں: علاء راوی کے بارے میں ذہبی نے آگاہ کیا ہے کہ وہ شخص علم کے لحاظ سے ضائع تھا، ابن المدینی (رحمہ اللہ) نے بتایا کہ یہ شخص حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک من گھڑت نسخہ پیش کیا ہے اور حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے جو اس طرح ہے

(۲۷۰) «لَا يَخْرِفُ قَارِئُ الْقُرْآنِ»

ترجمہ: ''قرآن کی قراءت کرنے والا شخص خرافات سے محفوظ رہتا ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۲۵) میں ذکر کیا ہے مزید برآں ابن عراق نے اس کی متابعت کرتے ہوئے اس حدیث کو ابونعیم کے طریق سے تنزیه الشریعة (۳۶/۲) میں ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ہمیں لاحق بن حسین نے خبر دی اس نے کہا ہمیں خیثمہ بن سلیمان نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبید بن محمد نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن یحییٰ بن جمیل نے بتایا اس نے کہا ہمیں بکر بن السرور نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن

مالک نے انس سے بیان کیا اس نے اپنے والد سے اس نے زہری سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، نیز اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۲/۱۱/۱۸) میں بیان کیا ابونعیم اوراس کے سوا کے طریق سے بتایا کہ ہمیں اس حدیث سے لاحق نے آگاہ کیا اس کے بعد علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ میزان الاعتدال میں لاحق (راوی) کو کذاب کہا گیا ہے، نیز اس سے ابونعیم نے الحلیۃ اوراس کے سوا میں اس کے بارے میں مصائب کا ذکر کیا ہے جس سے جرح مترشح ہوتی ہے اور اللسان میں بیان کیا ہے، ادریسی کا قول ہے کہ ثقہ راوی کے ناموں پر احادیث وضع کرتا تھا اور شاید ہی جھوٹے لوگوں میں اس جیسا کوئی پیدا ہی نہ ہوا ہو جب کہ ابن السمعانی نے کہا ہے اس کا شمار کذاب لوگوں میں ہوتا ہے اس نے کچھ کتابیں اپنی جانب سے تحریر کی جن کے رواۃ کے ناموں کی معرفت نہیں ہے ابن النجار نے کہا کہ اس کے کاذب ہونے پر اتفاق ہے۔

میں کہتا ہوں: ان سب باتوں کے باوجود علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ان احادیث کو شامل کیا ہے نیز عبدالرحمٰن بن نصر دمشقی نے الفوائد (۲/۲۲۶/۲) میں شعبی سے اس کے قول کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کی سند ضعیف ہے شائد اس حدیث کو بعض کذاب قسم کے لوگوں نے مرفوع بیان کیا ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق بھی اس کی مثل پایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۷۱) «مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِعَقْلِهِ حَتّٰى يَمُوتَ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قرآن کو اکٹھا کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی عقل کے باعث فائدہ عطا کرے گا یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہوگا“

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو ابوسعید بن اعرابی (رحمہ اللہ) نے اپنی معجم (۲/۱۱۱) میں بیان کیا ہے اس نے بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ ہمیں ابراہیم بن الھیثم یعنی البلدی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ابوصالح عبداللہ بن صالح نے اس نے کہا ہمیں رشدین بن سعد نے اس نے جریر بن حازم سے اس نے حمید سے اس نے انس ﷺ سے مرفوع بیان کیا ہے اوراس کو ابن عساکر (۲/۱۱۱/۲) نے دوسرے طریق ابوصالح سے روایت کی ہے جب کہ اس کی سند نہایت ضعیف ہے رشد بن سعد راوی کے بارے میں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے التقریب میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے اس پر ابن لھیعہ کو ترجیح دی ہے اور ابن یونس نے بتایا ہے کہ وہ دین کے لحاظ سے صالح تھا تو صالحین کی غفلت اس پر حدیث کے بارے میں اثر انداز ہوئی۔

میں کہتا ہوں: بظاہر یہ سب کچھ اس کی تخلیط کا نتیجہ ہے نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ خالد نے احادیث کو وضع کیا ہو جو عبداللہ صالح کا پڑوسی تھا وہ عبداللہ کی کتب میں موضوع احادیث درج کرتا تھا جب کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، میزان الاعتدال (۲/۲۶-۴۸) دیکھیں

(۲۷۲) «اِعْتَبِرُوا عَقْلَ الرَّجُلِ فِي طُولِ لِحْيَتِهِ وَنَقْشِ خَاتَمِهِ وَكُنْيَتِهِ»

ترجمہ: ”کسی شخص کی عقل کا اعتبار اس کی طویل داڑھی میں دیکھو اور اس کی انگوٹھی کے نقش اور اس کی کنیت میں دیکھو“

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی نے ذیل الاحادیث الموضوعہ (ص ۱۰) پر اس کا تذکرہ ابن عساکر کی روایت سے اس کی سند کے ساتھ عثمان بن عبدالرحمٰن الطوائفی سے اس نے یزید بن سنان اشعری سے اس نے ابو ودس اشعری سے بیان کیا کہ ہم معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہمارے سامنے ایک شخص نمودار ہوا جس کی داڑھی طویل تھی اس پر معاویہ نے کہا تم میں سے کس شخص کو اللہ کے پیغمبر کی حدیث داڑھی کے طویل ہونے کے بارے میں معلوم ہے اس پر لوگ خاموش رہے اس دوران معاویہ نے کہا میں اس بارے میں کچھ محفوظ رکھتا ہوں۔

پس جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو معاویہ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم داڑھی کے بارے میں دریافت نہیں کر رہے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو سنا تھا اس کو بیان کر دیا، اس نے اس سے پوچھا تیری کنیت کیا ہے اس نے جواب میں ابو کوکب دری بتایا اس نے کہا تیری انگوٹھی کا نقش کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا وتفقد الطیر اس نے پھر پوچھا «مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ» ”اور اس نے پرندے کو گم پایا اور کہا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ہدہد پرندہ نظر نہیں آ رہا ہے بلکہ وہ غائب ہے موجود نہیں ہے“ تو اس نے آگاہ کیا کہ ہم اللہ کے پیغمبر کی حدیث کو درست قرار دیتے ہیں امام سیوطی نے بیان کیا یزید راوی ضعیف ہے اور الطوائفی راوی کو ابن نمیر نے جھوٹا کہا ہے۔

(۲۷۳) «لَا حَبْسَ «اَيْ وَقْفَ» بَعْدَ سُوْرَةِ النِّسَاءِ»

ترجمہ: ”سورہ نساء کے بعد وقف نہیں ہے“

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو شرح معانی الآثار (۲/۲۵۰) میں اور طبرانی نے (۲/۱۱۴/۱) میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے سنن (۶/۱۶۲) میں عبداللہ بن لہیعہ کے

طریق سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں عیسیٰ بن لھیعہ نے عکرمہ سے بیان کیا اس نے کہا میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا سورہ نساء کے نازل ہونے کے بعد اور وراثت کے حصے مقرر کرنے کے بعد اس کو ذکر کیا ہے اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ابن لھیعہ کے علاوہ کسی نے سند بیان نہیں کی ہے وہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔

نوٹ: مزید تحقیق کو طوالت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، مترجم

(۲۷۴) «اَوصَانِي جِبْرَائِيلُ عليه السلام بِالْجَارِ إِلَى أَرْبَعِينَ دَاراً، عَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا، وَعَشَرَةٌ مِنْ هَاهُنَا»

ترجمہ: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے پڑوسی کے بارے میں چالیس گھروں تک کی وصیت کی ہے جب کہ دس گھر اس جانب سے اور دس گھر دوسری جانب سے اور دس گھر اس جانب سے اور دس گھر اس جانب سے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ام ھانی بنت ابی صفرۃ سے اس نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے چنانچہ نصب الرایہ (۴/۴۱۴) میں بھی اسی طرح ہے اور یہ حدیث کعب بن مالک سے بھی روایت کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۵) «اَلاَ إِنَّ أَرْبَعِينَ دَاراً جِوَارٌ، وَلاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ خَافَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ، قِيلَ لِلزُّهْرِي: أَرْبَعِينَ دَاراً؟ قَالَ: أَرْبَعِينَ هٰكَذَا، وَأَرْبَعِينَ هٰكَذَا»

ترجمہ: ''خبردار بے شک چالیس گھر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس سے اس کا پڑوسی اس کی تکالیف سے خوفزدہ ہو زہری سے دریافت کیا گیا چالیس گھروں سے کیا مقصود ہے آپ ﷺ نے فرمایا چالیس اس جانب سے اور چالیس اس جانب سے''

تحقیق: حدیث ضعیف ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو یوسف بن السفر سے اس نے اوزاعی سے اس نے یونس بن یزید سے اس نے زہری سے اس نے عبدالرحمٰن بن کعب سے اس نے

اپنے والد سے اس نے بیان کیا نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فلاں قبیلہ میں رہائش اختیار کی ہے اور ان میں سے جو شخص مجھے زیادہ اذیتوں سے ہمکنار کرتا ہے وہ سب سے زیادہ میرا قریبی پڑوسی ہے اس پر نبی ﷺ نے ابوبکر عمر اور علی ﷺ کو بھیجا کہ وہ مسجد کے دروازے پر جائیں وہاں کھڑے ہوں تو وہ چیخ چیخ کر کہیں: خبردار! چالیس گھر ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں (مکمل حدیث کو بیان کیا)

جب کہ یوسف بن السفر ابوالفیض (راوی) میں کلام ہے چنانچہ امام زیلعی (رحمہ اللہ) نے بھی اس کے بارے میں بہت نرم انداز اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس قسم کا قول کہ اس میں گفتگو ہے تو اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جس کی ثقاہت اور تجریح میں اختلاف کارفرما ہو جب کہ یہ ابن السفر ایسا راوی ہے جس کے متروک ہونے پر اتفاق ہے بلکہ دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے، جب کہ امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو احادیث کو وضع کرتے ہیں، مزید برآں اس سے بعض موضوع احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس لئے ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو مجمع الزوائد (۱۶۲/۶) میں ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ اس حدیث میں یوسف بن السفر (راوی) متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: ھقل بن زیاد نے اس کی مخالفت کی اس نے ذکر کیا کہ ہمیں اوزاعی نے یونس سے اس نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گویا کہ اس نے اس کو مرسل ذکر کیا ہے چنانچہ امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے اس کو المراسیل میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں ابراہیم بن مروان دمشقی نے بتایا اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہمیں اس کے بارے میں ھقل بن زیاد نے بتایا اور یہ ایسی سند ہے جس کے رواۃ ثقہ ہیں اور اگر یہ مرسل حدیث نہ ہوتی تو میں اس کے صحیح ہونے کا حکم لگا دیتا اور ان لوگوں کیلئے تو ضروری ہے جو مرسل کی صحت کے قائل ہیں کہ وہ اس پر عمل کریں جیسا کہ احناف ہیں۔

اور اس لئے میں کہتا ہوں: کہ ھدایۃ کے مؤلف کا کہنا اور امام شافعی (رحمہ اللہ) نے جو کچھ کہا ہے کہ چالیس گھر تک کا پڑوس تو دور کا پڑوس ہے اور اس نے جو بیان کیا ہے اس میں ضعف ہے اس کا احناف کے قول کے ساتھ اتفاق نہیں ہے کہ مرسل حدیث حجت ہوتی ہے آپ اس پر غور و فکر کریں، اور اس حدیث کے بارے میں حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے الاحیاء کی تخریج (۱۸۹/۲) میں ذکر کیا ہے

جب کہ اس کو مرسل موصول دونوں طریق سے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسی طرح حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے فتح الباری (۳۹۷/۱۰) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کا یہ قول کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہ صحیح ہے جب کہ یہ حدیث ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ "جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا کہ جس کی تباہیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے"

(صحیح بخاری فی الادب المفرد، ص ۲۰، صحیح مسلم ۴۹/۱) اور یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور وہ یہ ہے۔

(۲۷۶) «حَقُّ الْجِوَارِ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ دَاراً وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَمِيناً وَ شِمَالاً وَقُدَّامَ وَخَلْفَ»

ترجمہ: "پڑوس کا حق چالیس گھروں تک ہے اور اسی طرح اور اسی طرح اور اسی طرح دائیں جانب اور بائیں جانب اور آگے اور پیچھے"

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے ابو یعلیٰ (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو مسند ابو یعلیٰ میں عبد السلام بن ابی الجنوب کی وساطت سے وہ ابو سلمہ کی روایت سے وہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نیز ابو یعلیٰ سے اس حدیث کو اس عبد السلام (راوی) کے باعث معلول قرار دیا ہے، نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اسی طرح نصب الرایہ (۴۱۴/۳) میں مذکور ہے اور ابو حاتم نے وضاحت کی ہے کہ یہ راوی متروک الحدیث ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث میں ایک علت موجود ہے چنانچہ علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۶۸/۸) میں وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے اپنے استاذ محمد بن جامع العطار سے روایت کیا ہے جب کہ وہ راوی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ابو زرعۃ (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ محمد بن جامع بن العطار (راوی) ضعیف ہے سچا نہیں ہے، یہی وجہ کہ حافظ عراقی (رحمہ اللہ) نے تخریج الاحیاء (۱۸۹/۲) میں وضاحت کی کہ یہ حدیث ضعیف ہے جب کہ یہ مرسل بھی مروی ہے ملاحظہ کریں۔

(۲۷۷) «اَلسَّاكِنُ مِنْ اَرْبَعِيْنَ دَاراً جَارٌ»

ترجمہ: "وہ شخص جو چالیس گھروں کی مسافت پر آباد ہے وہ اس کا پڑوسی ہے"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو امام ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے زہری سے مرسل مرفوع روایت کیا ہے نیز اس میں درج ہے کہ امام زہری (رحمہ اللہ) سے دریافت کیا گیا کہ چالیس گھروں کی

وضاحت کریں؟ تو انہوں نے آگاہ کیا: کہ چالیس گھر اس کی دائیں جانب اور اس کی بائیں جانب اور اس کے پیچھے اور اس کے آگے ہوں جب کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں تو یہ روایت ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو مرسل حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت اس حدیث کے بیان سے پہلے گزر چکی ہے۔

جب کہ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں کیا حد ہے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے ان کا تذکرہ فتح الباری (۱۰/۳۶۷) میں کیا ہے اور وہ سب احادیث جن میں چالیس کی تحدید ہے وہ ضعیف ہیں صحیح نہیں ہیں چنانچہ واضح بات یہ ہے کہ صحیح تحدید تو عرف عام کے لحاظ سے ہے واللہ اعلم۔

(۲۷۸)«اَلْعِلْمُ خَزَائِنٌ وَمِفْتَاحُهَا السُّؤَالُ ، فَاسْأَلُوا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ ، فَإِنَّهُ يُؤْجَرُ فِيهِ أَرْبَعَةٌ: اَلسَّائِلُ ، وَالْمُعَلِّمُ ، وَالْمُسْتَمِعُ ، وَالْمُجِيبُ لَهُمْ»

ترجمہ: ”علم کے مختلف خزانے ہیں ان خزانوں کی چابی یہ ہے کہ علم کے بارے میں دریافت کیا جائے اور کوشاں رہا جائے پس تم علم کے بارے میں دریافت کرتے رہو اللہ تم پر رحم فرمائے ظاہر ہے کہ علم کے لئے کوشاں رہنے میں چار اشخاص اجر و ثواب سے ہم کنار ہوتے ہیں ایک دریافت کرنے والا دوسرا وہ شخص جو تعلیم دیتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو علم کی باتوں کو سن رہا ہے جب کہ چوتھا شخص وہ ہے جو ان کو قبول کرتا ہے “

تحقیق: حدیث من گھڑت ہے چنانچہ اس حدیث کو ابو نعیم (رحمہ اللہ) نے (۱۹۲/۲) میں اور ابو عثمان البجیرمی نے الفوائد (۱/۲۴) میں داؤد بن سلیمان القزاز کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں علی بن موسیٰ نے آگاہ کیا کہ اس نے بتایا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ جعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ محمد بن علی سے اس نے اپنے باپ علی بن حسین سے اس نے اپنے باپ علی بن ابی طالب ﷺ سے مرفوع روایت کیا اور ابو نعیم نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم نے اس حدیث کو صرف اسی اسناد کے ساتھ حاصل کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد داؤد بن سلیمان کے باعث موضوع ہے جو جرجانی اور غازی ہے۔

علامہ ذہبی (رحمہ اللہ) وضاحت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے اس کو کذاب کہا ہے جب کہ ابو حاتم کو اس کے بارے میں کچھ معرفت حاصل نہیں ہے بہر حال یہ شیخ کذاب ہے اس کے

ہاں موضوع احادیث کا ایک نسخہ ہے جس کو وہ علی بن موسیٰ الرضی سے بیان کرتے ہیں بعدازاں اس نے اس کی احادیث کا ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی ان ہی سے ہے جب کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اسی کا اقرار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی (رحمہ اللہ) نے تعاقب کیا ہے جس کو ہم نے علامہ ذہبی، علامہ عسقلانی (رحمہا اللہ) سے نقل کیا ہے، ہاں! اس کو علامہ شیروی نے العوالی (۱/۲۱۳) میں عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی کے طریق سے اس نے ذکر کیا کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ علی بن موسیٰ الرضی نے بتایا جب کہ اس عبداللہ (راوی) کی کیفیت جرجانی جیسی ہے، امام ذہبی (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے اس نے علی الرضی سے اس نے اپنے باپ دادوں سے اس من گھڑت باطل مجموعہ کو روایت کیا ہے جب کہ یہ مجموعہ اس کا وضع کردہ ہے یا اس کے باپ کا وضع کردہ ہے۔

(۲۷۹) «نَبِیٌّ ضَیَّعَهُ قَوْمُهُ یَعْنِي سُطَیْحًا»

ترجمہ: ”ایک پیغمبر کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا (اس سے مقصود سطیح نامی شخص ہے)

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں اس حدیث کا اسلام کی متعارف کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اسی طرح اس کا ذکر البدایہ والنہایہ (۲/۲۷۱) میں کیا ہے کچھ احادیث کے بعد اس حدیث کے مفہوم کی معارض حدیث کا ذکر آ رہا ہے۔

(۲۸۰) «أَوْحَی اللّٰهُ إِلٰی عِیسٰی علیہ السلام یَا عِیسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَکَهُ مِنْ أُمَّتِکَ أَنْ یُّؤْمِنُوْا بِهِ، فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ، وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْهِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَسَکَنَ»

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے محمد ﷺ پر ایمان لانا ہوگا اور اپنی امت میں سے جن کو تو پائے ان کو حکم دینا کہ وہ اس پر ایمان لائیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر محمد نہ ہوتا تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو عرش پر اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی تو میں نے اس پر تحریر کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو وہ رک گیا“

تحقیق: اس حدیث کا مرفوع ہونے کے لحاظ سے ہرگز کچھ اصل نہیں ہے البتہ امام حاکم (رحمہ اللہ) نے اس کو المستدرک (۲/۶۱۴-۶۱۵) میں عمرو بن اوس انصاری کے طریق سے اس نے کہا ہمیں سعید بن ابی عروبۃ نے بتایا اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن میتب سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ابن عباس نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں اس حدیث کے بارے میں خیال رکھتا ہوں کہ یہ حدیث سعید نامی شخص کے باعث موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ سعید سے مقصود سعید بن ابی عروبہ ہے اور اس حدیث کے بارے میں جو شخص تہمت زدہ ہے وہ عمرو بن اوس انصاری ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ مجھول الحال ہے اور اس نے ایک منکر حدیث کو بیان کیا ہے، بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں اس کو موضوع خیال کرتا ہوں جبکہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں اس کی موافقت کی ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۸۱) ((ذَاکَ نَبِیٌّ ضَیَّعَهُ قَوْمُهُ، یَعْنِی خَالِدَ بْنَ سِنَانٍ))

ترجمہ: ”یہ ایسا پیغمبر ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا مقصود خالد بن سنان ہے“

تحقیق: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام حاکم (رحمہ اللہ) (۲/۵۹۸-۵۹۹) نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے المعلی بن مہدی کے طریق سے اس نے بتایا کہ ہمیں ابو عوانہ نے بتایا اس نے ابو یونس سے سماک بن حرب نے بتایا کہ خالد بن ولید سے دریافت کیا گیا کہ اسناد میں نبی ﷺ کا تذکرہ ہے تو اس نے آپ کا تذکرہ کیا جب کہ اسناد ضعیف ہے اور مرسل ہے اور المعلی بن مہدی (راوی) کو امام ابوحاتم (رحمہ اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے مزید آگاہ کیا کہ وہ کبھی کبھی منکر روایات لاتا ہے اور ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۸/۲۱۴) میں آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث بھی منکر احادیث سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے (۳/۱۵۴/۱) میں اور اسی طرح البزار اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۱۷۱) میں اور ابو نعیم نے اخبار اصبھان (۲/۱۸۷) میں قیس بن الربیع کے طریق سے اس نے سالم افطس سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے امام بزار (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ ہم صرف اس طریق سے اس کو مرفوع باور کرتے

ہیں اور قیس بن ربیع راوی بذاتہ ثقہ راوی ہے البتہ اس کا حافظہ ردی تھا جب کہ اس کا ایک بیٹا ایسا تھا جو اس کی احادیث ایسی احادیث میں داخل کر دیتا تھا جو اس سے نہ تھیں اس نے کہا ہے اس حدیث کو ثوری نے سالم افطس سے اس نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر البدایۃ والنھایۃ (۲/۲۱۱) میں کیا ہے۔

(۲۸۲) «لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ»

ترجمہ: ''اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ امام الصغانی (رحمہ اللہ) نے احادیث موضوعۃ میں ذکر کیا ہے الشیخ القاری کا قول (۶۷-۶۸) جس کا مفہوم صحیح ہے جب کہ الدیلمی نے ابن عباس سے مرفوع روایت کی ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا، نیز ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس میں کہتا ہوں اس کے معنیٰ کی صحت پر یقین کرنا مناسب نہیں ہے البتہ اس چیز کے ثابت ہونے کے بعد جس کو اس نے دیلمی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے جس نے اس کے بیان کی جانب جھکاؤ کیا ہو اور مجھے اگر چہ اس کی سند پر اطلاع حاصل نہیں ہو سکی ہے تاہم میں اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں متردد نہیں ہوں اور ہمیں اس کی تدلیس میں یہ بات کافی ہے کہ اس کے بیان کرنے میں دیلمی متفرد ہے البتہ حافظ ابن عساکر (رحمہ اللہ) کی روایت جس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے بھی ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے وہ سلمان سے مرفوع بیان کرتا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۲۸۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے بعد ازاں میں نے اس کو انس کی حدیث میں پایا ہے اور مستقبل قریب میں ہم اس پر کلام کریں گے۔

(۲۸۳) «اِرْمُوا ، فَإِنَّ أَيْمَانَ الرُّمَاةِ لَغْوٌ ، لَا حِنْثَ فِيهَا وَلَا كَفَّارَةَ»

ترجمہ: ''تیر اندازی کرو بلاشبہ تیر اندازوں کی قسمیں لغو ہیں نہ قسم ٹوٹتی ہے اور نہ کفارہ ہے''

تحقیق: حدیث باطل ہے اس کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے المعجم الصغیر (ص ۲۳۷) پر ذکر کیا ہے

اسناد ملاحظہ فرمائیں ہمیں یوسف بن یعقوب بن عبدالعزیز الثقفی نے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے میرے باپ نے حدیث سنائی اس نے کہا مجھے سفیان بن عیینہ نے بہز بن حکیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے اور وہ قسمیں اٹھا رہے تھے کہ اللہ کی قسم! تو نے نشانے سے خطا کی ہے تو نے اللہ کی قسم! درست نشانے پر تیر لگایا ہے جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو وہ رک گئے علامہ طبرانی نے بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں یوسف بن یعقوب (راوی) اپنے باپ سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس کے سبھی رواۃ یوسف بن یعقوب اور اس کے باپ کے سوا ثقہ ہیں حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے یوسف کے حالات کے بارے میں لسان المیزان میں تحریر کیا ہے میں اس کی حالت نہیں جانتا ہوں اس نے باطل حدیث کو ایسی اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے کتاب الرمی میں ذکر کیا ہے ہمیں یوسف بن یعقوب نے مصر میں حدیث بیان کی، میں کہتا ہوں: اس نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یوسف یا اس کے باپ پر اس کو محمول کرنا چاہئے ابن عیینہ نے ہرگز اس حدیث کو بیان نہیں کیا پس میں یوسف بن یعقوب کے بارے میں خیال نہیں کرتا ہوں کہ اس میں عدل وانصاف تھا اس سے جعفر بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور اس سے صدقہ بن ہبیرہ موصلی نے روایت کیا ہے خطیب بغدادی (رحمہ اللہ) نے یوسف کو مجہول راوی قرار دیا ہے۔

(۲۸۴) ((يَا مُعَاذُ اِنِّي مُرْسِلُكَ اِلٰى قَوْمٍ اَهْلِ كِتَابٍ فَاِذَا سُئِلْتَ عَنِ الْمَجَرَّةِ الَّتِي فِي السَّمَاءِ فَقُلْ: هِيَ لُعَابُ حَيَّةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ))

ترجمہ: ''اے معاذ! میں تجھے اہل کتاب سے کچھ لوگوں کی جانب بھیجنے والا ہوں تو جب تجھ سے آسمان پر کہکشاں کے بارے میں دریافت کیا جائے تو تو نے بتانا ہوگا کہ یہ تو عرش کے نیچے ایک سانپ کا لعاب ہے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۱/۱۸۶/۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام عقیلی اور امام ابن عدی (رحمہما اللہ) نے (۱/۲۶۳) میں فضل بن مختار کے طریق سے وہ محمد بن مسلم الطائفی سے وہ ابن نجیح سے وہ مجاہد سے وہ جابر بن عبداللہ ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اس

حدیث کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ حدیث میں فضل (راوی) منکر الحدیث ہے جب کہ علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے البدایہ والنہایہ (۳۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث شدید قسم کی منکر ہے بلکہ موضوع قرار دیئے جانے کے زیادہ مشابہ ہے مزید اس کا راوی فضل بن مختار اصل میں ابو سہل بصری ہے جس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس نے باطل احادیث کو ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابو الفتح ازدی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا ہے کہ یہ راوی تو انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے کہ اس کی ذکر کردہ احادیث کی متابعت متن اور اسناد کے لحاظ سے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ احادیث تو باطل احادیث اور عجائبات کا مجموعہ ہیں مزید برآں اس کو ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے دوسرے طریق سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوع بیان کیا ہے اس حدیث کو امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے عبدالاعلیٰ بن حکیم کے حالات (ص ۲۵۳) میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور عبدالاعلیٰ (راوی) نقل کے لحاظ سے مجہول ہے اور اس کی سند میں ابوبکر بن ابی سبرۃ متروک راوی ہے اور سلیمان بن داؤد الشاذ کونی ایسا راوی ہے جو تہمت زدہ ہے جب کہ امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس کو عبدالاعلیٰ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد اندھیرے والی ہے اور متن بھی صحیح نہیں ہے۔

(۲۸۵) «لَيْسَ لِيَوْمٍ فَضْلٌ عَلَى يَوْمٍ فِي الصِّيَامِ إِلَّا شَهْرَ رَمَضَانَ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ»

ترجمہ: ”روزوں میں کسی دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت نہیں ہے البتہ رمضان المبارک کے مہینہ اور عاشوراء کے دن کو فضیلت حاصل ہے“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۲۱۵/۳) میں ذکر کیا ہے مزید برآں امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے معانی الآثار (۳۳۷/۱) میں اور ابو سہل الجوالیقی نے ابن الضریس کی احادیث (۲/۱۸۹) میں اور اس کے طریق سے ابو مطیع مصری نے الامالی (۱/۹۰) میں اور ابن عدی (رحمہ اللہ) نے بھی (۱/۲۵۰) میں اور خطیب (رحمہ اللہ) نے الأمالی (۲/۶/۴) میں دمشق کی مسجد میں عبدالجبار بن الورد کے طریق سے اس نے ابن ابی ملیکۃ سے اس نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں جیسا کہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے الترغیب (۷۸/۲) میں کہا ہے اور ہیثمی (رحمہ اللہ) نے مجمع الزوائد (۱۸۶/۳) میں البتہ عبدالجبار بن الورد کے حافظہ میں ضعف ہے جیسا کہ امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اپنے قول میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتا ہے اور ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے وہ خطا کار بھی ہے اور اس میں وہم بھی ہے، جب کہ مجھے ہرگز شک نہیں ہے کہ اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دو طرح سے خطا کی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے اس کی اسناد میں اضطراب اختیار کیا ہے کبھی اس نے عن ابن ابی ملیکۃ کہا ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے جب کہ کبھی اس نے عن عمرو بن دینار کہا ہے اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا حافظہ صحیح نہیں ہے۔

جب کہ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے متن میں اختلاف کیا گیا ہے کچھ لوگوں نے اس کو ثقہ راویوں سے انہوں نے عبید اللہ بن ابی یزید سے اس نے ابن عباس سے بیان کیا اس نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا ہے کہ آپ روزہ رکھتے ہیں کسی دن کا کہ اس کو دوسرے دن پر فضیلت عطا کرتے ہوں سوائے عاشوراء کے دن کے اور سوائے رمضان کے مہینہ کے اس حدیث کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے (۲۰۰/۴-۲۰۱) اور امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۵۰/۳-۱۵۱) اور احمد (رحمہ اللہ) نے (۱۹۳۸، ۲۸۵۶، ۳۴۷۵) اور طحاوی طبرانی اور بیہقی (رحمہم اللہ) (۲۸۶/۴) نے چند طرق سے روایت کیا ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کی اسانید میں سے ایک اسناد ثلاثی ہے۔

پس یہ اصل حدیث ہے حالانکہ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں یہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اس کے الفاظ ہیں اس پر بنیاد ہے جس پر نبی ﷺ کے روزے تھے تو یہ عبدالجبار (راوی) آیا تو اس نے اس کو مرفوع حدیث بنا دیا کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جب کہ ان دونوں روایات میں کس قدر اختلاف ہے بلاشبہ یہ حدیث جو ضعیف ہے دوسری احادیث کے معارض ہے جن میں وضاحت ہے کہ بعض دوسرے دنوں کے روزے عاشوراء کے دن کے روزے کے علاوہ کو دیگر دنوں پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ سال گذشتہ اور آئندہ سال کے روزوں کا کفارہ ہوتا ہے اس حدیث کو امام مسلم (رحمہ اللہ) نے (۱۶۸/۳) میں اور اس کے علاوہ دیگر محدثین نے ابوقتادہ سے روایت کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے کیسے درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہ بات کہیں جس کو آپ سے

عبدالجبار نے روایت کیا ہے جو صحیح روایت ابن عباس سے مروی ہے اس میں تعارض کا اثبات ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عاشوراء کے علاوہ کے دن کی فضیلت کی نفی کرتے ہیں جب کہ ابن عباس کے علاوہ ابوقتادہ جیسے لوگ اثبات کے قائل ہیں۔

جب کہ یہ معاملہ آسان ہے اصول میں اس حقیقت کا اثبات ہے کہ جو شخص کسی حکم کو ثابت کر رہا ہے اس کو اس پر مقدم رکھا جائے گا جو اس کی نفی کر رہا ہے حقیقت میں واضح اشکال یہ ہے کہ فعل کی نفی کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی جائے حالانکہ وضاحت موجود ہے جو آپ سے صحیح ہے کہ اس بات کا اثبات کیا جائے جس کی آپ کی جانب نفی کی نسبت ہے چنانچہ گزشتہ بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ ہرگز اشکال موجود نہیں ہے اور آپ ﷺ کی جانب نفی کی نسبت کرنا بعض راویوں کا وہم ہے، والحمد للہ علیٰ توفیقہ۔

(۲۸۶)«قَدْ أَتٰى آدَمُ عليه السلام هٰذَا الْبَيْتَ أَلْفَ أَتْيَةٍ مِنَ الْهِنْدِ عَلٰى رِجْلَيْهِ لَمْ يَرْكَبْ فِيهِنَّ، مِنْ ذٰلِكَ ثَلَاثُمِائَةِ حَجَّةٍ وَسَبْعُمِائَةِ عُمْرَةٍ، وَأَوَّلُ حَجَّةٍ حَجَّهَا آدَمُ عليه السلام وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عليه السلام فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آدَمُ! بَرَّ اللّٰهُ نُسُكَكَ، أَمَا إِنَّا قَدْ طُفْنَا هٰذَا الْبَيْتَ قَبْلَ أَنْ تَخْلُقَ بِخَمْسَةِ آلَافِ سَنَةٍ»

ترجمہ: ”بلاشبہ آدم علیہ السلام اس بیت اللہ میں ہزار بار ہندوستان سے اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے ہزار بار آئے پیادہ روانہ ہوئے آپ کسی سواری پر سوار نہ ہوئے ان میں تین سو حج کئے اور سات سو عمرے کئے اور پہلا حج جو آدم علیہ السلام نے کیا جب وہ عرفات کے میدان میں وقوف کئے ہوئے تھے تو ان کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اس نے کہا کہ اے آدم! تجھ پر سلام ہو اللہ تیرے حج کو قبول فرمائے خبردار بلاشبہ ہم نے آپ کی تخلیق سے پانچ ہزار سال پہلے اس بیت اللہ کا طواف کیا تھا“

تحقیق: یہ حدیث انتہا درجہ کی ضعیف ہے اس حدیث کو ابن بشران نے الأمالی (۲/۱۶۰-۱/۱۶۱) میں عباس بن فضل انصاری سے اس نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابوجعفر سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابوحازم سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں یہ اسناد انتہاء درجہ کی ضعیف ہے عباس بن فضل انصاری متروک راوی ہے اور ابوزرعہ (رحمہ اللہ) نے اس کو متہم

قرار دیا ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور قاسم بن عبدالرحمن راوی اسی کو انصاری بھی کہا جاتا ہے ابن معین نے اس کو لاشیء قرار دیا ہے کہ اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے جب کہ ابو زرعة (رحمہ اللہ) نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ابو حاتم (رحمہ اللہ) نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف احادیث والا ہے اس کی احادیث میں اضطراب ہے، چنانچہ ہمیں اس سے انصاری نے بیان کیا یعنی محمد بن عبداللہ نے دو باطل احادیث بیان کی ہیں ان میں ایک آدم کی وفات ہے اور دوسری ابو حازم سے ہے، چنانچہ الجرح و التعدیل (۳/۲/۱۱۳) میں اسی طرح ہے، میں کہتا ہوں: شائد باطل حدیث جو ابو حازم سے ہے وہ یہی حدیث ہے واللہ اعلم۔

(۲۸۷) «مَا تَرَكَ الْقَاتِلُ عَلَى الْمَقْتُولِ مِنْ ذَنْبٍ»

ترجمہ: ''قتل کرنے والا شخص اس آدمی پر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا جس کو اس نے قتل کیا''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث نہ صحیح سند کے ساتھ بلکہ حسن اور ضعیف سند کے ساتھ بھی نہیں ہے البتہ قیامت کے دن بعض لوگوں کے ساتھ ایسا اتفاق ہوگا کہ مقتول شخص قاتل سے مطالبہ کرے گا تو اس مطالبہ کی روشنی میں قاتل شخص کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو پھر مقتول شخص کی برائیوں کو قاتل شخص کے نامہء اعمال میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ سبھی حقوق کے بارے میں صحیح حدیث میں اسی طرح ذکر ہے جب کہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے البدایة و النهایة لابن کثیر (۱/۹۳-۹۴) میں اسی طرح وارد ہے

(۲۸۸) «كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا»

ترجمہ: ''آپ ﷺ اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی کی جانب پکڑتے تھے''

تحقیق: حدیث موضوع ہے اس کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے (۳/۱۱) میں اور عقیلی (رحمہ اللہ) نے الضعفاء (ص ۲۸۸) میں اور ابن عدی نے (۲/۲۴۳) میں اور ابو الشیخ نے اخلاق النبی ﷺ (۳۰۶) میں عمر بن ہارون بلخی کے طریق سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے مرفوع بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری محمد بن اسماعیل (رحمہ اللہ) سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ عمرو بن ہارون (راوی) مقارب الحدیث ہے یعنی اس کو قبول کیا جائیگا مجھے اس کی کسی

حدیث کا علم نہیں ہے کہ اس کا اصل نہ ہو یا اس نے کہا کہ وہ اس حدیث کے علاوہ میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کے حالات میں امام عقیلی (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ وہ معروف نہیں ہے مگر اس حدیث کے ساتھ جب کہ اس نے نبی ﷺ سے مضبوط اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کا استیصال کرو" جب کہ یہ روایت نہایت مناسب ہے اور عمرو بن ہارون کے بارے میں ابن معین (رحمہ اللہ) نے المیزان میں کہا ہے کہ وہ زبردست جھوٹا تھا اور خبیث تھا اور صالح جزرہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے بعدازاں اس کی اس حدیث کو بیان کیا جب کہ ابن عدی ان (رحمہ اللہ) سے اس کے بعد کہا ہے اور اس روایت کو اسامہ سے عمرو بن ہارون کے علاوہ نے بھی روایت کی ہے اس پر غور کیا جائے بلاشبہ وہ اس کے مخالف ہے جو بات امام بخاری اور امام عقیلی (رحمہا اللہ) نے کہی ہے کہ عمر اس میں متفرد ہے۔

(۴۸۹) «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا»

ترجمہ: "جس شخص نے روزانہ رات کے لمحہ میں سورۃ الواقعۃ پڑھی وہ کبھی فقروفاقہ سے دوچار نہ ہوگا"

تحقیق: حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو حارث بن ابی اسامۃ (رحمہ اللہ) نے اپنی مسند میں (ص ۱۷۸، اپنی زوائد سے) اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (نمبر ۶۷۴) میں اور ابن لال نے اپنی حدیث (۱/۱۱۶) میں اور ابن بشران نے الأمالی (ج ۲۰/۱/۳۸) میں اور بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں اور ان کے سوا نے ابوشجاع کے طریق سے اس نے ابوطیبہ سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ اس سند میں ضعف ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے آگاہ کیا ہے ابوشجاع (راوی) نامعلوم ہے وہ ابوطیبہ سے اور ابوطیبہ کون ہے کچھ معلوم نہیں وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں جب کہ اس نے اس کلام میں اشارہ کیا ہے کہ ابوطیبہ (راوی) منکر ہے اور اس کے حالات میں صراحت موجود ہے کہ وہ مجہول ہے۔

مزید برآں حدیث کی سند میں تین وجوہ سے اضطراب ہے جن کو حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے اللسان میں ابوشجاع کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے جو شخص معلوم کرنا چاہتا ہے وہ اس کی جانب مراجعت کرے اور علامہ مناوی (رحمہ اللہ) کی فیض القدیر میں ہے اور امام زیلعی نے جماعت کی

اتباع کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ چند وجوہ سے مجہول ہے۔

اولاً: اسناد میں انقطاع ہے جیسا کہ امام دارقطنی (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

ثانیاً: اس کا متن منکر ہے جیسا کہ امام احمد (رحمہ اللہ) نے ذکر کیا ہے۔

ثالثاً: اس کے راویوں میں ضعف ہے جیسا کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے۔

رابعاً: اس میں اضطراب ہے جب کہ امام احمد ابو حاتم اور اس کے بیٹے اور دارقطنی اور بیہقی (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کے ضعف پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲۹۰) ((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَمَنْ قَرَأَ كُلَّ لَيْلَةٍ لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ فِي صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ))

ترجمہ: ''جو شخص روزانہ رات کے لحات میں سورت واقعہ کی قرات کرتا ہے وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا اور جو شخص ہر رات کے لحات میں (لا اقسم بیوم القیامۃ) سورت کی قرات کرتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے ملاقات کرے گا جب کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے برابر روشن ہوگا''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو دیلمی نے احمد بن عمر یمامی کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن عباس تک مرفوع بیان کیا ہے علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے الاحادیث الموضوعۃ (۱۷۷) میں اس کا ذکر کیا ہے اور امام احمد (رحمہ اللہ) نے اس کے راوی یمامی کو کذاب قرار دیا ہے

(۲۹۱) ((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ وَتَعَلَّمَهَا لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَلَمْ يَفْتَقِرْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ))

ترجمہ: ''جس شخص نے سورۃ الواقعہ کی قرأت کی اور اس کے معلومات کو معلوم کیا اس کو غافل لوگوں کے زمرہ میں تحریر نہیں کیا جاتا ہے اور وہ اور اس کے خاندان کے لوگ فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہوتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعۃ (۲۷۷) میں ابوالشیخ کی روایت سے ذکر کیا ہے سند کے ساتھ عبدالقدوس بن حبیب سے وہ حسن سے وہ انس سے مرفوع بیان کرتے ہیں جب کہ امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے وضاحت کی ہے کہ اس کی سند میں عبد

القدوس بن حبیب (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: عبد الرزاق نے وضاحت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک (رحمہ اللہ) کو نہیں معلوم کیا ہے کہ وہ کھلے انداز میں کسی راوی کو کذاب کہتے ہوں جب کہ عبد القدوس کے بارے میں کھلے الفاظ میں آگاہ کیا ہے مزید برآں ابن حبان (رحمہ اللہ) نے صراحت کی ہے کہ وہ خود احادیث کو وضع کرتا تھا۔

(۲۹۲)«أَمَّا ظُلْمَةُ اللَّيْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ فَإِنَّ الشَّمْسَ إِذَا سَقَطَتْ تَحْتَ الْأَرْضِ فَأَظْلَمَ اللَّيْلُ لِذٰلِكَ، وَإِذَا أَضَاءَ الصُّبْحُ اِبْتَدَرَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ وَهِيَ تُقَاعِسُ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُعْبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَتّٰى تَطْلُعَ فَتُضِيءُ فَيَطُولُ النَّهَارُ بِطُولِ مُكْثِهَا فَيَسْخَنُ الْمَاءُ لِذٰلِكَ وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ قَلَّ مُكْثُهَا فَبَرَدَ الْمَاءُ لِذٰلِكَ وَأَمَّا الْجَرَادُ فَإِنَّهُ نَثْرَةُ حُوتٍ فِي الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُ: اَلْأَبْوَاتُ، وَفِيهِ يَهْلِكُ، وَأَمَّا مَنْشَأُ السَّحَابِ فَإِنَّهُ يَنْشَأُ مِنْ قِبَلِ الْخَافِقَيْنِ، وَمِنْ بَيْنِ الْخَافِقَيْنِ تُلْجِمُهُ الصَّبَا وَالْجَنُوبُ وَيَسْتَدْبِرُهُ الشَّمَالُ وَالدَّبُورُ، وَأَمَّا الرَّعْدُ فَإِنَّهُ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِخْرَاقٌ يُدْنِي الْقَاصِيَةَ وَيُؤَخِّرُ الثَّانِيَةَ (كَذَا) فَإِذَا رَفَعَ بَرَقَتْ، وَإِذَا زَجَرَ رَعَدَتْ، وَإِذَا ضَرَبَ صَعِقَتْ، وَأَمَّا مَا لِلرَّجُلِ مِنَ الْمَرْأَةِ وَمَا لِلْمَرْأَةِ مِنَ الرَّجُلِ، فَإِنَّ لِلرَّجُلِ الْعِظَامَ وَالْعُرُوقَ وَالْعَصَبَ، وَلِلْمَرْأَةِ اللَّحْمَ وَالدَّمَ وَالشَّعْرَ، وَأَمَّا الْبَلَدُ الْأَمِينُ فَمَكَّةُ»

ترجمہ: ''لیکن رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی تو حقیقت یہ ہے کہ سورج جب زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو اس وجہ سے رات کو اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب صبح روشن ہوتی ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی جانب جلدی کرتے ہیں اور وہ خود کو پیچھے کی جانب لے جاتی ہے اس کو ناپسند ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کی جائے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے اس کے لمبا عرصہ ہونے کے باعث پانی گرم ہو جاتا ہے اور جب موسم گرما ہوتا ہے تو اس کا ٹھہرنا کم ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور مکڑی دراصل سمندر کے اندر مچھلی کے چھینک مارنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے اس کو (ابوات) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور اسی میں ہلاک ہوتی ہے البتہ بادلوں کا ظہور پذیر ہونا تو اس کا ظہور پذیر ہونا مشرق

مغرب کی جانب سے ہوتا ہے جب کہ مشرق مغرب کے درمیان سے اس میں مشرق اور جنوب کی ہوا داخل ہوتی ہے اور پیچھے کی جانب سے شمالی اور جنوبی ہوا داخل ہوتی ہے جب کہ گرج تو دراصل ایک فرشتہ ہے اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہے جس سے وہ دور والی چیزوں کو قریب کرتا ہے اور قریب کو پیچھے کرتا ہے تو جب وہ اونچا ہوتا ہے تو چمکتا ہے اور جب ڈانٹ پلاتا ہے تو گرج کی آواز آتی ہے اور جب وہ مارتا ہے تو گرج کی آواز نمودار ہوتی ہے اور لیکن مرد کے لئے عورت سے کیا ہے اور عورت کے لئے مرد سے کیا ہے تو مرد کی جانب سے ہڈیاں، رگیں پٹھے بنتے ہیں اور عورت کے باعث گوشت، خون اور بال ظہور پذیر ہوتے ہیں اور البتہ امن والا شہر تو وہ مکہ مکرمہ ہے"

تحقیق: حدیث باطل ہے علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس کو الزوائد (۱۳۳/۸) میں ذکر کیا ہے جابر بن عبداللہ بن خزیمۃ بن ثابت کی حدیث سے (اس سے انصاری ثابت مقصود نہیں ہے) اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کے بارے میں خبر دیں نیز موسم سرما میں پانی گرم کیوں ہوتا ہے اور موسم گرما میں ٹھنڈا کیوں ہوتا ہے اور امن والا شہر کون ہے اور بادلوں کا نمودار ہونا کیسے ہے اور مکڑی کا نکلنا کیسے ہے اور گرج اور چمک سے کیا مقصود ہے اور بچے سے مرد کے لئے کیا ہے اور عورت کے لئے کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس نے اس کا ذکر کیا۔

علامہ ہیثمی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں اس حدیث کو امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں یوسف بن یعقوب ابو عمران ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو اس کے احوال میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے ضعف کو کسی سے نقل نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی روایت اس حدیث کی طرح اس کے ضعیف قرار دیئے جانے میں کافی ہے چنانچہ امام ذہبی نے اس کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس کا نام محمد عبدالرحمٰن سلمی ہے نیز حافظ (رحمہ اللہ) نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

(۲۹۳) ((وُكِّلَ بِالشَّمْسِ تِسْعَةُ أَمْلَاكٍ يَرْمُوْنَهَا بِالثَّلْجِ كُلَّ يَوْمٍ، لَوْلَا ذٰلِكَ مَا أَتَتْ عَلٰى شَيْءٍ إِلَّا أَحْرَقَتْهُ))

ترجمہ: "سورج کے ساتھ نو فرشتے مقرر ہیں وہ اس کی جانب روزانہ برف پھینکتے ہیں اگر یہ

بات نہ ہوتی تو سورج جس چیز پر طلوع ہوتا تو اس کو جلا دیتا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۲/۲۴۰) میں اور ابو حفص کنانی نے الأمالی (۲/۹/۱) میں اور حافظ ابو محمد السراج قاری (رحمہ اللہ) نے الفوائد المنتخبة (۱/۱۲۵/۱) اور ابو عمرو السمرقندی نے الفوائد المنتقاة (۱/۷۱) اور الخطیب (رحمہ اللہ) نے الموضح (۲/۷۹، ۱۶۵، ۱/۱۶۶) میں عفیر بن معدان سے اس نے سلیمان بن عامر الخبائری سے اس نے ابو امامة سے مرفوع بیان کیا ہے اور قاری اور ابن عدی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے حدیث غریب ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ اس کو عفیر بن معدان کے سوا نے ذکر کیا ہو، میں کہتا ہوں: یہ مبالغہ کی حد تک ضعیف ہے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے (۸/۱۳۱) میں ذکر کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کی نسبت طبرانی کی جانب کی ہے اور اسی طرح امام سیوطی (رحمہ اللہ) نے اس کو الجامع میں ذکر کیا ہے اور مناوی نے اس کے بعد کیا ہے کہ ہیثمی (رحمہ اللہ) سے عفیر مذکور راوی کی تضعیف کو نقل کیا ہے اور صرف عفیر (راوی) پر قصور کو مسلط کرنا اس وہم کو اجاگر کرتا ہے کہ اس میں اس کے علاوہ عیب نہیں ہے جب کہ اصل صورت حال اس کے خلاف ہے پس اس سند میں مسلمة بن علی الخشنی (راوی) کے بارے میں المیزان میں ہے کہ وہ ضعیف ہے اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کی حدیث کا انکار کیا ہے بعد ازاں اس سے مروی احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جب کہ ابن جوزی (رحمہ اللہ) کا قول ہے کہ اس حدیث کو مسلمة (راوی) کے سوا نے ذکر نہیں کیا ہے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ لاشیء ہے اور امام نسائی (رحمہ اللہ) نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ اس کے بعض طرق میں مسلمہ نہیں ہے تو تعصب کا اپنا مقام ہے اور یہ حدیث اس کے ضعف کے باوجود کہ اس کی اسناد میں شدید قسم کا ضعف ہے میں یقین کے ساتھ بلا شک وشبہ یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث متن کے لحاظ سے موضوع ہے جب کہ اس پر رسالت اور نبوت کے کلام کے اشارات نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تو اسرائیلی روایات کے ساتھ مشابہ ہے اور اس کے موضوع ہونے کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث ان مسلمہ قواعد کی مخالفت کرتی ہے جن کو علم فلکیات میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ سورج کا ان چیزوں کو نہ جلانا جو زمین کی سطح پر ہیں اور اس کا واحد سبب یہ ہے کہ سورج زمین کی سطح سے بہت ہی طویل مسافت کے ساتھ دور ہے۔

جیسا کہ فلکیات کی کتب میں اس کی وضاحت ہے اس کے مؤلف الاستاذ طالب الصابونی

ہیں جو گیارھویں کلاس کے استاذ ہیں بعدازاں مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث کو عباس اصم نے حدیث (۱/۱۴۵/۴) رقم ۷۷ میں میرے نسخہ سے ابوامامہ سے موقوف روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عتبہ نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں بقیۃ نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابو عائذ مؤذن نے بیان کیا اس نے کہا مجھے سلیم بن عامر نے ابی امامۃ سے بیان کیا اس تک موقوف ذکر کیا جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کا موقوف ہونا زیادہ مناسب ہے۔

(۲۹۴) «اَلْاَرْضُ عَلَى الْمَاءِ وَالْمَاءُ عَلَى صَخْرَةٍ، وَالصَّخْرَةُ عَلَى ظَهْرِ حُوْتٍ يَلْتَقِي حَرفَاهُ بِالْعَرْشِ ،وَالْحُوْتُ عَلَى كَاهِلِ مَلَكٍ قَدَمَاهُ فِي الْهَوَاءِ»

ترجمہ: "زمین پانی پر ہے اور پانی پتھر پر ہے اور پتھر مچھلی کی کمر پر ہے اس کے دونوں کنارے عرش کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور مچھلی فرشتے کے کندھے پر ہے جس کے دونوں قدم فضا میں ہیں"

تحقیق: حدیث موضوع ہے امام ہیثمی (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر (۱۳۱/۸) میں عبداللہ بن عمر ﷺ سے موقوف روایت کیا ہے پھر اس نے کہا ہے اس کو بزار نے اپنے استاد عبداللہ بن احمد یعنی ابن شبیب سے ذکر کیا ہے اور وہ ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کو المیزان میں نہ لسان المیزان میں اور نہ ہی ان کے علاوہ دیگر رجال کی کتب میں پایا جاتا ہے شائد اس کے نام کی تحریف ہوگئی ہے اس شخص پر جس نے اس کو تحریر کیا ہے جب کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی اس سے پہلی حدیث کی طرح اسرائیلی روایات سے ہے پھر میں نے اس حدیث کا ملاحظہ کیا کہ اس کو ابن عدی (رحمہ اللہ) نے (۱/۱۷۵) میں سعید بن سنان کے طریق سے اس نے ابو الزاھریۃ سے اس نے ابو شجرۃ سے یعنی کثیر بن مُرّۃ سے اس نے ابن عمر ﷺ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ سعید بن سنان حمصی (راوی) اکثر اس کی روایات اور بالخصوص وہ روایات جو ابو الزاھریۃ سے روایت کرتا ہے وہ محفوظ نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی انتہا درجہ کا ضعیف ہے بلکہ جوزجانی نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں اور امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے المیزان میں چند احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے، پھر میں نے ایک دوسری حدیث کا ملاحظہ کیا جس کو ابن مندہ نے التوحید (۲/۲۷) میں عبداللہ بن سلیمان الطویل سے اس نے دراج سے اس نے عیسیٰ بن ہلال الصدفی سے اس نے عبداللہ بن عمر ﷺ سے مرفوع روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے اس کی اسناد متصل

مشہور ہے، میں کہتا ہوں: لیکن درّاج ایسا راوی ہے جو منکر روایات بیان کرتا ہے اور پہلے بھی اس کی بعض منکر روایات ذکر ہو چکی ہیں اور عبداللہ بن سلیمان الطویل (راوی) کا حافظہ درست نہ تھا شائد اس سے غلطی ہوئی ہے یا اس کے استاذ سے ہوئی ہے کہ سند میں موقوف روایت کو مرفوع پیش کیا ہے اور اس کے موقوف ہونے پر اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ابن مندہ (۱/۵-۲، ۲/۲۸) نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے لیکن اس میں فرشتے کا ذکر نہیں ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے پس اس سے تائید ہو رہی ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے۔

(۲۹۵) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ مِائَتَي مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ مِائَتَي سَنَةٍ»

ترجمہ: ”جس شخص نے قل ھو اللہ احد دو سو بار پڑھا اس کے دو سو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن الضریس نے اس روایت کو فضائل القرآن (۴/۱۱۳/۱/۱) میں اور الخطیب نے (۶/۱۸۷) میں اور ابن بشران (ج ۱۲ ق ۶۲ وجہ ۱) نے حسن بن ابی جعفر جعفری کے طریق سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ثابت البنانی نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا ہے، اور یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے حسن بن جعفر جعفری (راوی) کے بارے میں امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے اور نسائی (رحمہما اللہ) نے ضعیف قرار دیا ہے، بخاری اور الفلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا اور اس کی مصیبتوں میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ یہ راوی اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد نہیں ہے بلکہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلی (۱/۲۳۹) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن الضریس نے فضائل القرآن میں اور امام بیہقی (رحمہ اللہ) نے شعب الایمان میں حسن بن ابی جعفر کے طریق سے اس کا ذکر کیا ہے، نیز اس حدیث کو بزار نے اغلب بن تمیم کی سند سے وہ ثابت سے وہ انس سے بیان کرتا ہے، نیز اس نے کہا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس حدیث کو ثابت سے سوائے حسن کے اس کو روایت کیا ہو اور اغلب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں راوی حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہونے میں برابر ہیں اور اس حدیث کو ابن الضریس اور امام بیہقی نے صالح مرّی کے طریق سے اس نے ثابت سے اس نے انس سے بیان کیا، میں کہتا ہوں: یہ صالح (راوی) دراصل ابن بشیر الزاہد ہے، امام بخاری اور فلاس (رحمہما اللہ) نے اس کو منکر الحدیث کہا

ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تینوں طرق شدید قسم کے ضعف کے حامل ہیں ان کے باعث حدیث کا ضعف ختم نہیں ہوتا، علاوہ ازیں اس حدیث کا معنیٰ میرے نزدیک انتہا درجہ کا منکر ہے اس لئے کہ اس میں مبالغہ ہے اگرچہ اللہ کے فضل وکرم کی کوئی انتہا نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۲۹۶) «إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ صَبِيْحَةَ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو رمضان المبارک سے پہلے دن کی صبح کو چھوڑنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۹۱/۵) نے اس حدیث کو سلام طویل کے طریق سے زیاد بن میمون سے روایت کیا اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، اس کی اسناد من گھڑت ہے سلام طویل (راوی) کو ایک سے زائد ائمہ نے جھوٹ اور من گھڑت روایت کے ساتھ متھم کیا ہے جب کہ اس کے استاذ زیاد بن میمون بھی خود اپنے بارے میں وضع کا اعترف کرتے ہیں جب کہ ابن جوزی نے اسی طریق سے اس حدیث کو الموضوعات میں شامل کیا ہے نیز اس نے وضاحت کی کہ حدیث صحیح نہیں ہے سلام کو محدثین نے چھوڑ رکھا تھا جب کہ زیاد (راوی) کذاب جھوٹا انسان ہے اور علامہ سیوطی نے اللآلی (۱۰۱/۲) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کا ایک طریق اور بھی ہے پھر اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کو پیش کیا ہے جب کہ وہ بھی موضوع ہے تو گویا اس نے کوئی کام نہ کیا۔

(۲۹۷) «إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غُفِرَ لَهُ»

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کر دے گا''

تحقیق: حدیث موضوع ہے علامہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط میں اس کی زوائد (۴۸-۴۹) سے اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم (ص ۱۴۷) میں اور ابن بشران نے الأمالی (۲۹۰/۴۴) میں مفضل بن فضالۃ سے اس نے ابوعروۃ البصری سے اس نے زیاد ابی عمار سے جبکہ ابن الاعرابی نے زیاد بن میمون کا ذکر کیا ہے اس نے انس بن مالک سے مرفوع روایت کیا اور امام طبرانی نے وضاحت کی یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مروی ہے جب کہ ابوعروۃ (راوی) میرے نزدیک معمر ہے اور ابو عمار: زیاد نمیری ہے اس نے اسی طرح ذکر کیا ہے جب کہ دو مقامات سے یہ محل نظر میں ہے۔

اولاً: زیاد نمیری ہی عبد اللہ بصری کا بیٹا ہے میں معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ کس نے اس کی کنیت ابو عمار ذکر کی ہے البتہ زیاد بن میمون کے خلاف کہ محدثین نے اس کی کنیت ابو عمار ذکر کی ہے جبکہ ابن معین (رحمہ اللہ) نے النمیری کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے، جب کہ دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ زیاد ابو عمار ہے اس نے نفی میں جواب دیا کہ ابو عمار کی حدیث کوئی چیز نہیں اس کے ضعف کی جانب اشارہ ہے۔

چنانچہ زیاد بن عبد اللہ نمیری اور ابو عمار کے درمیان اس امام نے فرق کیا ہے کہ پہلے راوی کو معمولی درجہ کا ضعیف اور دوسرے کو شدید ضعیف قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ وہ نمیری نہیں بلکہ ابن میمون ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے اس کی صراحت کی کہ وہ وضاع ہے، اس نے خود اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار پہلے گزر چکا ہے امام ذہبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں زیاد بن میمون (راوی) ثقفی الفاکہی انس سے روایت کرتے ہیں جب کہ اس کو زیاد ابو عمار البصری اور زیاد بن ابی حسان بھی کہا جاتا ہے وہ مدلس ہے تا کہ اس کی حالت کو معلوم نہ کیا جائے اور ابن معین (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے اور یزید بن ہارون نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے بعد ازاں اس کی منکر احادیث کو ذکر کیا ہے یہ روایت ان سے ایک تھی۔

جب کہ دوسرا اس کا قول یہ ہے کہ ابو عروۃ بصری وہ معمر یعنی ابن راشد ہے جو ثقہ ہے اور عبد الرزاق کا شیخ ہے تو بلا شبہ یہ شخص اگر چہ اس کی کنیت ابو عروۃ ہے تو میں نے کسی ایسی دلیل کو اس کی تائید کرتے ہوئے نہیں پایا ہے کہ وہ اس سند میں ہو چنانچہ حافظ ذہبی اور عسقلانی (رحمہما اللہ) کا انداز اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو ان دونوں نے اللسان اور المیزان میں ذکر کیا ہے کہ ابو عروۃ (راوی) کا زیاد بن فلاں سے بیان کرنا جو مجہول ہے اسی طرح اس کے شیخ کا حال ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا شیخ زیاد بن میمون کذاب ہے جیسا کہ ابھی اس کا ذکر ہو چکا ہے پس شاید کہ ابو عروہ اس کو مدلس قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں زیاد بن فلاں ہیں جیسا کہ اس حدیث میں کہا ہے کہ زیاد ابی عمار ہے تا کہ اسے پہچانا نہ جائے جب یہ بات صحیح ہے تو ہمارے نزدیک اس ابو عروہ کو مجروح قرار دینے میں کافی ہے پھر میں نے پایا ہے اس چیز کو جو اس کی تائید کر رہی ہے کہ یہ حدیث زیاد بن میمون کی حدیث ہے جس کا تذکرہ علامہ الواحدی نے اپنی تفسیر (۱/۱۴۵/۴) میں عثمان بن مطر سے اس نے سلام بن سلیم سے اس نے زیاد بن میمون سے اس نے انس سے روایت کیا ہے جب کہ یہ سلام نامی (راوی) جو

المدائنی ہے یہ بھی کذاب ہے اور عثمان بن مطر (راوی) ضعیف ہے لیکن اس کو ابن عساکر نے (۱۱/ ۲/۵۰) میں عثمان بن سعید الصید اوی کے طریق سے اس نے بیان کیا ہمیں سلیم بن صالح نے بتایا اس نے عبدالرحمٰن بن اللیث بن ثوبان سے اس نے ابو عمار سے اس کو روایت کیا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا دارومدار ابو عمار پر ہے اور اسی کا نام زیاد بن میمون ہے اور وہ کذاب ہے۔

(۲۹۸)((سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا تَسْتَقْبِلُوْنَ ،وَمَاذَا يَسْتَقْبِلُ بِكُمْ ؟قَالَهَا ثَلَاثًا،فَقَالَ عُمَرُ :يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَحْيٌ نَزَلَ أَوْ عَدُوٌّ حَضَرَ ؟قَالَ :لَا ،وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ لِكُلِّ أَهْلِ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ ،قَالَ:وَفِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ رَجُلٌ يَهُزُّ رَأْسَهُ يَقُوْلُ :بَخٍ بَخٍ ،فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّكَ ضَاقَ صَدْرُكَ مِمَّا سَمِعْتَ ؟قَالَ :لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ ذَكَرْتَ الْمُنَافِقِيْنَ ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:إِنَّ الْمُنَافِقَ كَافِرٌ،وَلَيْسَ لِكَافِرٍ فِي ذَا شَيْءٌ))

ترجمہ: ”تعجب ہے تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کس طرح استقبال ہو رہا ہے آپ نے ان کلمات کو تین بار دہرایا اس پر عمر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وحی نازل ہوئی ہے یا دشمن آ دھمکا ہے آپ نے نفی میں جواب دیا البتہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی پہلی رات میں ان سب لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں جو بیت اللہ قبلہ کو تسلیم کرتے ہیں راوی نے بیان کیا اور لوگوں کی ایک جانب میں ایک شخص تھا جو اپنے سر کو حرکت دیکر کہہ رہا تھا: بہت اچھا! بہت اچھا! اس پر نبی ﷺ نے اس کو مخاطب کر کے آگاہ کیا گویا کہ تیرا سینہ اس سے تنگ ہوا جو تو نے سنا اس نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! لیکن آپ نے منافقین کا ذکر کیا اس پر نبی ﷺ نے منافق کو کافر قرار دیا جبکہ کافر کیلئے اس میں کچھ نہیں ہے“

تحقیق: حدیث منکر ہے امام طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۹۷/۱) میں زوائد سے اور ابو طاہر انباری نے اپنی مشیخۃ (۱/۱۴۷-۲) میں اور ابن فنجویہ نے امالی کی ایک مجلس میں جس میں رمضان المبارک کی فضیلت کا بیان (۲/۳-۱/۴) تھا اور الواحدی (رحمہ اللہ) نے الوسیط میں (۱/۶۴/۱) اور دولابی نے الکنیٰ (۱/۱۰۷) میں عمرو بن حمزہ القیسی ابی اسید سے اس نے کہا ہمیں

ابوالربیع خلف نے انس بن مالک سے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب رمضان کا مہینہ آتا اس نے ذکر کیا اور طبرانی نے وضاحت کی یہ روایت انس سے صرف اس اسناد کے ساتھ مروی ہے عمر (راوی) اس میں متفرد ہے اور اسی طرح اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں جیسا کہ اللآلی المصنوعة (۱۰۱/۲) میں امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے لئے ہے اس نے اس کو اس حدیث کا بطور شاہد کے ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور یہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ اس عمرو بن حمزہ کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بخاری اور عقیلی (رحمہما اللہ) نے کہا ہے اس کی حدیث کی کوئی متابع نہیں ہے بعدازاں اس کیلئے عقیلی نے دو حدیثیں درج کی ہیں جب کہ یہ ان دونوں میں سے ایک ہے بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ ان دونوں کی متابعت نہیں ہے جب کہ خلف ابوالربیع مجہول راوی ہے اور وہ خلف بن مہران کے علاوہ ہے جب کہ ان دونوں میں امام بخاری (رحمہ اللہ) نے فرق کیا ہے اور اسی طرح ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے بھی چنانچہ اس نے پہلے ابن مہران کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کی توثیق کی ہے پھر ابوالربیع کے حالات بیان کئے ہیں اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے اس حدیث کو بیہقی نے ذکر کیا ہے۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کی تضعیف کی جانب اشارہ کیا اور اپنی صحیح میں اس کو ذکر کرنے کے بعد وضاحت کی کہ اگر حدیث صحیح ہے تو میں خلف ابوالربیع کے بارے میں کوئی اور جرح اور تعدیل نہیں جانتا ہوں اور نہ عمرو بن حمزہ قیسی کو جو اس سے کم درجہ کا ہے، چنانچہ امام منذری (رحمہ اللہ) نے اس کا ذکر الترغیب (۶۳/۲) میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے اور فرماتے ہیں ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں میں جرح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: تو پھر کیا ہوا اس نے اس کی توثیق کا بھی ذکر نہیں کیا ہے تو اس طرح کا شخص ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) کے نزدیک اس کے زیادہ قریب ہے کہ اسے مجہول قرار دیا جائے اس سے کہ اس کو ثقہ قرار دیا جائے وگرنہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس سے خاموشی اختیار کرتا اور یہ بات اس کے اس قول کی مؤید ہے جو اس نے جزاول کے مقدمہ (ق ا ص ۳۸) میں ذکر کی ہے، علاوہ ازیں ہم نے کثرت کے ساتھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو جرح وتعدیل سے عاری ہیں ہم نے ان کو درج کیا ہے تاکہ کتاب ان سب لوگوں پر مشتمل ہو جن سے علم مروی ہے اس خیال سے کہ ان کے بارے میں جرح وتعدیل موجود ہے تو

ہم ان کو اس کے بعد ان کے ساتھ ملائیں گے، انشاء اللہ۔

پس یہ وضاحت کہ جرح و تعدیل کو اس وقت چھوڑا جا سکتا ہے جب اس کا علم نہ ہو تو ہرگز درست نہیں کہ کسی راوی کے بارے میں خاموشی کو اس کے بارے میں توثیق باور کیا جائے جیسا کہ ہمارے بعض معاصر محدثین ایسا کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث میرے نزدیک منکر ہے اس لئے کہ یہ دونوں مجہول راوی اس میں متفرد ہیں

(۲۹۹) «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَظَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهِ، وَإِذَا نَظَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى عَبْدِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا، وَلِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَلْفُ أَلْفِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ»

ترجمہ: ''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی جانب دیکھتے ہیں اور جب اللہ کسی بندے کی جانب نظر اٹھاتا ہے تو اللہ اس کو کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب کہ ہر رات میں اللہ عزوجل ہزاروں افراد کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں''

تحقیق: حدیث موضوع ہے ابن فنجویہ نے اس حدیث کو الأمالی کی ایک مجلس میں ذکر کیا جو رمضان کی فضیلت میں مقرر کی گئی تھی اور یہ اس میں آخری حدیث ہے جو حماد بن مدرک الھجستانی سے ہے اس کو عثمان بن عبداللہ نے اس نے کہا ہمیں مالک نے آگاہ کیا اس نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے اور اسی طریق سے ضیاء المقدسی نے اس کو المختارۃ (۱/۱۰۰/۱۰) میں بیان کیا جب کہ اس کیلئے اس کے ہاں اہتمام بھی ہے، بعد ازاں اس نے کہا عثمان بن عبداللہ شامی روایت بیان کرنے میں متہم ہے اور اسی طرح اس کو ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے، مزید بتایا ہے کہ اس میں مجہول راوی ہیں اور عثمان تہمت زدہ ہے موضوع احادیث بیان کرتا تھا سیوطی نے اس کا اللآلی (۲/۱۰۰-۱۰۱) میں اقرار کیا ہے، اس حدیث کو منذری (۲/۸ ۶۹/۶) نے الترغیب میں اصبہانی کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

ذہن نشین کریں یہ وہ اصبہانی نہیں ہے جو ابن جوزی کے طریق میں ہے اور مجہول کا صیغہ ذکر کرنے سے اس جانب اشارہ ہے کہ روایت موضوع یا ضعیف ہے چنانچہ میں نے اس تحقیق کو درج کیا ہے تاکہ پہلا احتمال ختم ہو جائے اور یہ حقیقت معین ہو جائے کہ حدیث موضوع ہے تاکہ جس شخص

کے ہاں علم نہیں وہ دھوکے میں واقع نہ ہو تو وہ حدیث کو روایت کرتا رہے اس خیال کے پیش نظر کہ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے تو اس طرح نبی ﷺ کی جانب ایسی چیز کی نسبت ہو جائے گی جو بات آپ ﷺ نے نہیں کہی ہے۔

(۳۰۰) «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَتَي مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةِ حَسَنَةٍ، إِلَّا يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ»

ترجمہ: ''جس شخص نے قل هو الله احد کو آخر تک دوسو بار پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پندرہ سو نیکیاں تحریر فرماتے ہیں البتہ جب اس پر قرض ہو''

تحقیق: حدیث موضوع ہے الخطیب (۶/۲۰۴) نے اس کو ابوالربیع الزہرانی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ہمیں حاتم بن میمون نے ثابت سے اس نے انس سے مرفوع بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے ابن حبان (رحمہ اللہ) نے اس حاتم (راوی) کے بارے میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور کم روایات بیان کرنے والا ہے وہ ثابت نامی (راوی) سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں کسی صورت میں ان سے استدلال کرنا درست نہیں اور وہ ایسا راوی ہے جو ثابت سے وہ انس سے اس کی مرفوع روایات بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے قل هو الله احد کو پڑھا (حدیث کا ذکر کیا) اور امام بخاری (رحمہ اللہ) نے بیان کیا کہ یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے چنانچہ محدثین اس طرح کے مشائخ سے خود کو تحفظ عطا کرتے تھے۔

مزید برآں ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الخطیب کے طریق سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعد ازاں اس نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اور حاتم (راوی) کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کسی حالت میں حجت کے قابل نہیں ہے لیکن حافظ سیوطی (رحمہ اللہ) نے اللآلي (۱/۲۴۸) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ امام ترمذی اور محمد بن نصر نے اس حدیث کو اس کے طریق سے دیگر الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ یہ تعاقب بے فائدہ ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہو رہا ہے اور جن الفاظ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ جس شخص نے روزانہ دوصد بار قل هو اللہ احد کی قرأت کی تو اس سے پچاس (۵۰) سال کے گناہ محو کر دیئے جائیں گے البتہ قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی (رحمہ اللہ) (۴/۵۰) نے اور محمد بن نصر (رحمہ اللہ) نے قیام اللیل (ص ۶۶) میں محمد بن مرزوق کے طریق سے اس نے کہا مجھے حاتم بن میمون نے بتایا اس نے ثابت سے

اس نے انس سے مرفوع بیان کیا، امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ حاتم راوی کو حجت قرار دینا کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ ابن حبان (رحمہ اللہ) نے کہا ہے نیز ابن جوزی (رحمہ اللہ) نے اس کی اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہیں جب کہ اسناد بھی ایک ہیں نیز دارمی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو (۲/۲۰۱) میں الوفا کے طریق سے اس نے ام کثیر انصاریہ سے اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع ذکر کیا ہے کہ جس نے پچاس بار پڑھا تو اللہ اس کے پچاس سال کے گناہوں کو معاف کر دیں گے جب کہ ایک دوسرے طریق سے یہ حدیث ثابت سے روایت کی گئی ہے اس میں وارد ہے کہ اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ حدیث منکر ہے جیسا کہ قبل ازیں ہی اس کا ذکر (رقم ۲۹۵) میں گزر چکا ہے

جب کہ ابن الملقن (رحمہ اللہ) نے خلاصة البدر المنير (ق ۲/۶۹) میں ان دونوں کو برقرار رکھا ہے، اور المجمع میں ہے کہ طبرانی (رحمہ اللہ) نے اس حدیث کو الکبیر میں اس کو خباب سے مرفوع روایت کیا ہے البتہ علی سے مرفوع ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی اسناد میں کیسان ابو عمر کو ابن حبان نے ثقة قرار دیا ہے ابن حبان کے سوا نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ المناوی (رحمہ اللہ) نے الفیض میں عراقی سے روایت کیا ہے اس نے ترمذی کی شرح میں اس حدیث کو انتہا درجہ کی ضعیف قرار دیا ہے اور الهداية کی تخریج سے اس میں کیسان خصاب اس طرح انتہا درجہ کا ضعیف ہے، رابن حجر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے اس حدیث کی اسناد میں کیسان (راوی) ان کے نزدیک ضعیف ہے البتہ ابن العزیزی کا قول جو الجامع الصغیر کی شرح (۱/۱۲۹) میں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تلافی ہو رہی ہے جب کہ اس کا یہ قول وہم ہے جب کہ اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے اور اس کے سوا نے بھی اس کی تلافی نہیں کی ہے اور اس کے سوا نے اس کا ادعا نہیں کیا ہے بلکہ اس کی مخالف روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

(۳۰۱) «مَن

شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کا مختصر تعارف

از قلم: مولانا محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور)

شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد صادق خلیل جلیل القدر عالم دین ہیں انہوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں نام پیدا کر کے شہرت دوام حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی صلاحیتوں اور اوصاف وکمالات سے نوازا ہے آپ جید عالم، بلند پایہ مدرس، منجھے ہوئے تجربہ کار مترجم، اونچے درجے کے مفسر قرآن، بلند اخلاق، متواضع، فصیح اللسان، سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم ہیں عذوبت لسان اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال ہیں علم وعمل کا حظ وافر ان کے حصے میں آیا ہے۔

ان کے گوناگوں اوصاف کے باعث سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بھی سب کے مشفق ومہربان ہیں آپ گزرے ہوئے دور کی یادگار اور اسلاف کی نشانی ہیں گزشتہ ستاون اٹھاون سال سے آپ درس وتدریس، وعظ وتقریر اور قلم وقرطاس سے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اس مرد حق آگاہ کی تدریسی سرگرمیوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں لوگوں نے ان سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، صرف ونحو اور منطق ومعانی وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور مرتبہ کمال کو پہنچے، بلاشبہ مولانا صاحب کی تصنیفی وتدریسی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ عالی قدر والدین کے نہایت نیک اور خوش بخت فرزند ہیں ان کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ ہے انہوں نے تن تنہا ایک جماعت جتنا علمی کام کر دکھایا ہے مولانا موصوف سادی وضع کے ایک عظیم المرتبت انسان ہیں، میں اس نیک طینت عالم دین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہوں وہ میرے مشفق ومہربان ہیں۔

مجھے کئی بار اپنے عزیز دوست علی ارشد چوہدری کے ہمراہ ان کے باب علمی پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا جی چاہتا ہے کہ ان کے علمی کارناموں اور ان کی حیات جاوداں کی ایک جھلک اپنے قارئین کو بھی دکھائی جائے اس سلسلہ میں مجھے اپنے مرشد ومربی ذہبیٔ دوراں مولانا محمد اسحاق بھٹی (مصنف کتب کثیرہ) کے باب عالی پر دستک دینا پڑے گی بھٹی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ''قافلہ حدیث'' میں مولانا موصوف پر تفصیلی مضمون لکھا ہے لہٰذا ہم چند باتیں بھٹی صاحب کی کتاب ''قافلہ حدیث'' سے مستعار لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد صادق خلیل مارچ ۱۹۲۵ء فیصل آباد ضلع کے مشہور قصبہ ''اوڈانوالہ'' میں پیدا ہوئے

آپ کے والدین نے اپنے طور پر آپ کی تربیت بہتر طریقے سے کی کچھ بڑے ہوئے تو والد مکرم نے ادعیہ ماثورہ وغیرہ زبانی یاد کرانا شروع کیں اور سرکاری سکول میں داخل کرا دیا اس زمانہ میں پرائمری کا لفظ چار جماعتوں پر بولا جاتا تھا انہوں نے سکول سے پرائمری پاس کی تو ان کے والد مکرم نے ۱۹۳۸ء میں ان کو اپنے گاؤں ''اوڈانوالہ'' کے اس دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا جو صوفی محمد عبداللہ (رحمہ اللہ) نے جاری کیا تھا یہ چھ سال کا نصاب تھا جو انہوں نے اسی دارالعلوم تقویۃ الاسلام ''اوڈانوالہ'' کے اساتذہ سے مکمل کیا۔

ان کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے خود ان کے والد محترم میاں احمد دین (جو صوفی عبد اللہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے صوفی محمد عبداللہ (بانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ و جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) اور صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ والے تھے۔

پھر متوسط اور انتہائی درجوں کی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں وہ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی، مولانا نواب الدین، مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری، مولانا عبدالرحمان نومسلم، مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینوی اور مولانا داؤد انصاری بھوجیانی (رحمہم اللہ) تھے یہ تمام حضرات عالی قدر کسی زمانہ میں ''اوڈانوالہ'' میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے تھے اور مولانا موصوف نے انہی سے تکمیل تعلیم کی اور اسی دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اس کے علاوہ انہوں نے میٹرک کا امتحان وہیں رہ کر دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا اور فاضل فارسی کے امتحانات بھی اسی دارالعلوم کی طرف سے دیئے اور نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

دارالعلوم میں کئی سال یہ سلسلہ چلا کہ جو طالب علم وہاں سے فارغ ہوا وہیں استاذ کی حیثیت سے اس کی تقرری کر دی گئی اور اسے باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی مولانا موصوف کو بھی یہ رعایت دی گئی اور فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں بطور استاذ کے انکی خدمات حاصل کر لی گئیں آپ ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک پندرہ سال دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ کی مسند تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا سید داؤد غزنوی (رحمہ اللہ) کے حکم سے وہ اپنے گاؤں کے دارالعلوم سے نکلے اور جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں چلے آئے یہاں کم و بیش انہوں نے دس سال پڑھایا، اس کے علاوہ مولانا محمد صادق خلیل جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، دارالحدیث کراچی، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، جامعہ رحمانیہ لاہور اور آخر میں دارالحدیث کوٹ رادھاکشن (ضلع قصور) میں عرصہ

تک خدمت تدریس کا فریضہ ادا کرتے رہے انہوں نے مختلف اوقات میں ہاوڑ انوالہ سے لے کر کراچی تک سات مدارس دینیہ میں خدمت تدریس سرانجام دی جو کم وبیش چالیس برس کی طویل مدت میں پھیلی ہوئی ہے اس عرصہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے استفادہ کیا اور علم وعمل کی رفعتوں پر متمکن ہوئے۔

ان کے چند نامور شاگردوں میں خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کراچی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد عبداللہ راولپنڈی، مولانا محمد شمس الدین افغانی، مولانا ارشادالحق اثری، پروفیسر ظفراللہ کراچی، شیخ الحدیث مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خالد سیف، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی، حافظ فتح محمد فتحی مکہ مکرمہ، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، پروفیسر عبدالحکیم سیف کوٹ رادھا کشن، حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی، حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبد العزیز حنیف، شیخ عبداللطیف شجاع آبادی کراچی، مولانا عبدالغفور ناظم آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولانا صاحب نہایت پیارے خطیب بھی ہیں وہ دھیمے لہجے میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں ان کی تقریر میں متانت سنجیدگی علمی وجاہت اور رسوخ علم کا عنصر پایا جاتا ہے آپ مختلف مقامات پر خطابت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں پیرانہ سالی کے باعث اب وعظ وتقریر سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔

مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف وکمالات اور گوناگوں خوبیوں سے بہرہ ور کیا ہے وہ بہت بڑے مصنف مترجم اور مفسر قرآن ہیں انہوں نے اپنی رہائش محلہ رحمت آباد (متصل حاجی آباد فیصل آباد) میں ضیاء السنۃ کے نام سے ترجمہ تالیف کا ادارہ قائم کر رکھا ہے اور اس کی طرف سے ابتداء میں جو نہایت اہم کتاب شائع کی وہ ترمذی شریف کی شرح **تحفۃ الاحوذی** تصنیف مولانا عبد الرحمان محدث مبارکپوری (رحمہ اللہ) کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جو انکا عظیم کارنامہ ہے۔

اب آیئے ان کی ترجمہ وتالیف کی مساعی کی طرف کہ انہوں نے اپنی اچھی خاصی لائبریری بنائی اور اسے صادق خلیل اسلامک لائبریری کا نام دیا، ان کی تحریر سادہ سلیس اور شگفتہ ہوتی ہے اس میں مطالعہ کا حسن علم کی پختگی اور زبان وادب کی ثقاہت پائی جاتی ہے عربی سے اردو ترجمہ بہت عمدہ کرتے ہیں اس میں اردو زبان کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں ان کی ترجمہ کردہ کتب نے اس خطہ ارض میں بڑی شہرت پائی ہے عربی کتب کے تراجم ان کی گوہر بار قلم کا خوبصورت شاہکار ہیں بلاشبہ آپ ادب وانشاء میں اپنا ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔

مذکورہ کتابوں میں سے بعض کتابیں کافی ضخیم ہیں ان میں اکثر کئی کئی بار چھپ چکی ہیں اب مولانا کی پوری توجہ قرآن مجید کی تفسیر کی طرف ہے اس تفسیر کا نام انہوں نے اصدق البیان رکھا ہے ۳ جون ۲۰۰۲ء کو اس مبارک اور عظیم کام کی تکمیل کر چکے ہیں اللہ کے فضل سے اس تفسیر کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی ایک جلد کمپوزنگ اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہے یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوگی، انشاءاللہ۔

مولانا موصوف نے اس تفسیر میں علمی جواہر پارے اس خوبی سے صفحہ قرطاس پر مرتسم کئے ہیں کہ ان کی تحقیق اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی ہے دور حاضر میں یہ تفسیر اپنے منفرد اسلوب علمی و ادبی دلکشی کے باعث انفرادیت کی حامل تفسیر ہے، مولانا موصوف کی یہ وہ علمی و دینی خدمات ہیں جو انہوں نے بڑی ہمت و محنت سے سرانجام دی ہیں اگر چہ انہیں اپنے صاحبزادہ گرامی قدر عبدالحفیظ مدنی کا تعاون بھی حاصل ہے لیکن جو خدمت ان کی نیک اور صالح بیوی نے عمر بھر کی ہے اسے مولانا موصوف بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

مولانا کی زوجہ محترمہ ۷ مئی ۲۰۰۲ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئیں وہ بڑی عابدہ زاہدہ تقویٰ شعار اور شوہر کی خدمت گزار تھیں، تمام عمر شوہر کا دست بازو بن کر رہیں اور ہمیشہ مولانا کی تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں میں ان کی ہمت بندھائی اور بے پناہ خدمت کی اللہ تعالیٰ اس نیک خاتون کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

یہ ایک اجمالی سی مولانا موصوف کی تدریسی و تصنیفی کام کی جھلک ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

مولانا محمد صادق خلیل 6 فروری 2004ء بروز جمعۃ المبارک (عیدالاضحیٰ کے تیسرے دن) فجر کی نماز کے وقت مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) وفات سے قبل ہی انہوں نے تفسیر کی آخری جلد مکمل کر لی تھی جو زیر طباعت ہے مولانا مرحوم نے سعودی عرب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عظیم روحانی لیڈر محمد بن عبدالوھاب کی زندگی اور خدمات پر لکھی گئی عربی کتاب کا ترجمہ بھی کیا پوری دنیا میں اس کتاب کے کئے گئے تراجم سے مولانا محمد صادق کی کتاب کا انتخاب ہوا جس پر انہیں خصوصی اعزاز سے نوازا گیا مرحوم کے انتقال پر علمی حلقوں میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے مولانا محمد صادق خلیل کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے ان کی خدمات کو سراہا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو جنۃ الفردوس میں جگہ اور لواحقین کو صبر جمیل سے عطا فرمائے۔

ممتاز عالم دین ادیب دانشور و شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل کی رحلت پر عالم اسلام کی متعدد شخصیات نے ان کی علمی خدمات پر موصوف کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن السدیس نے کہا کہ عالم اسلام ایک عظیم دانشور سے محروم ہو گیا ہے جسے عربی ادب پر مکمل عبور حاصل تھا ، سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور صالح بن عبدالعزیز آل شیخ نے کہا کہ محمد صادق خلیل کی وفات سے علمی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہو گیا جو مدتوں پورا نہ ہو سکے گا موصوف نے قرآن مجید کی جو تفسیر لکھی ہے یہ دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

سعودی مجلس شوریٰ کے سپیکر اور مسجد الحرام کے خطیب شیخ صالح بن حمید نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ موصوف کا شمار اونچے درجے کے مفسر قرآن سلیم العقل اور صحیح الفکر اہل علم میں ہوتا تھا، مؤتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل راجہ ظفر الحق نے کہا ہے کہ مولانا مرحوم شرکو بدعت کے اندھیروں میں روشنی کی کرن تھے ان کے تحریری ورثے سے امت مسلمہ ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتی رہے گی، پاکستان مسلم لیگ کے قائد میاں محمد نواز شریف اور سیکرٹری اطلاعات صدیق الفاروق نے مولانا کی وفات پر گہرے رنج غم کا اظہار کیا ہے۔

مزید براں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ محسن ترکی سعودی وزیر عدل وانصاف عبداللہ ابراہیم مرکزی جمعیت اہلحدیث سعودی عرب کے امیر مولانا عبدالمالک مجاہد، آزاد جموں کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان، معروف دانشور محمد اسحاق بھٹی، وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی، مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں کو معاف کر کے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور عالم اسلام کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر علامہ ساجد میر مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالعزیز حنیف، جامعہ سلفیہ کے سربراہ میاں نعیم الرحمٰن، سابق رکن قومی اسمبلی مولانا معین الدین لکھوی، جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ سعید، جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، پاکستان مسلم لیگ (ن) کے جنرل سیکرٹری خواجہ سعد رفیق، مولانا یوسف انور نے مولانا کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کیا۔

مرحوم کی نماز جنازہ اسی تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم (حفظہ اللہ) نے پڑھائی اور مرحوم کو رحمت آباد کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

تبصرہ برائے

نمازنبوی (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

☆مصنف: علامہ ناصرالدین البانی (رحمہ اللہ)

☆اردوترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)

☆صفحات: ۲۰۸ ☆قیمت: ۱۰۰ روپے

☆ناشر صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد (حاجی آباد) فون نمبر 780141 فیصل آباد

علامہ ناصرالدین البانی (رحمہ اللہ) کے نام اور کام سے ایک دنیا آگاہ ہے انہوں نے اپنے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق سے خدمت حدیث کا فریضہ ادا کر کے تاریخ اسلام میں انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں علامہ موصوف نے اسلامی احکام وقواعد اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بے شمار عنوانات پر لکھا اور بہت سی کتابیں تالیف کیں ان کے گوہر بار قلم سے کئی تحقیقی اور علمی کتب معرض وجود میں آئیں اور بہت سی کتب احادیث کو البانی مرحوم نے اپنی تحقیق سے آراستہ کیا۔

زیر تبصرہ کتاب نماز کے موضوع پر علامہ البانی صاحب کی نہایت عمدہ کاوش کا خوبصورت اردوترجمہ ہے اس میں سنت نبوی کے مطابق نماز کا طریقہ اور مسائل احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز کے موضوع پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔

اس کا اردو ترجمہ رواں، شگفتہ اور سلیس ہے جو مشہور مترجم، مصنف اور مفسر مولانا محمد صادق خلیل کے قلم کا رہین منت ہے اس ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں جو اس کتاب کے نئے عربی ایڈیشن کے مطابق ہیں اس کے علاوہ اس اردو ایڈیشن میں حوالہ جات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کتاب کے آخر میں مراجع ذکر کئے گئے ہیں اس کے علاوہ آخر میں مصنف اور مترجم کے مختصر احالات زندگی بھی شامل اشاعت ہیں۔

بلاشبہ نماز نبوی کا یہ جدید ایڈیشن بہت ہی اضافی خوبیوں اور ظاہری اور معنوی حسن سے آراستہ کر کے قارئین کے خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، کتاب کی طباعت، کاغذ، جلد بندی، کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کے سلسلے میں اعلیٰ معیار کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے نماز کی درستی اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق نماز کی ادائیگی کیلئے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

(تبصرہ نگار: محمد رمضان یوسف سلفی، ایڈیٹر: صدائے ہوش)

ضیاء السنۃ (ادارۃ الترجمہ والتالیف) کی مطبوعات

عربی کتب

1:- تحفۃ الاحوذی (شرح جامع الترمذی ۵ مجلدات)

2:- الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

3:- اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء

4:- عرش الرحمن (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

5:- الرد علی الاتحادیین ووحدۃ الوجود (تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

6:- الاحکام فی اصول الاحکام (تالیف: علامہ ابی العز الحنفی)

مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) کے قلم سے تالیف کردہ مختصر رسائل

1:- حج کیسے کیا جائے 2:- رمضان المبارک کے احکام وفضائل 3:- فاتحہ خلف الامام

4:- اثبات رفع الیدین 5:- رکعات تراویح 6:- اسلام میں شب برأت کا تصور

اردو کتب

☆ آئینہ ابوالکلام (رحمہ اللہ) مرتب عتیق صدیقی

☆ علماء اہل حدیث کی تفسیری خدمات (مرتب ملک عبدالرشید عراقی)

☆ المسح علی الجوربین (تالیف: علامہ جمال الدین قاسمی)

تحقیق: علامہ البانی (ترجمہ: مولانا محمد عبدہ)

☆ اسلام میں سنت کا مقام (مرتب ملک عبدالرشید عراقی) زیر طبع

زیر طبع اردو تراجم

☆ الترغیب والترھیب ☆ الرد علی البکری (امام ابن تیمیہ)

☆ احوال آخر الایام ☆ قصیدۃ النونیۃ والمیمیۃ (امام ابن قیم (رحمہ اللہ)

☆ آداب الزفاف (کتاب وسنت کی روشنی میں) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

☆ الاحادیث الضعیفۃ (حدیث نمبر ۱۳۰ تا ۷۵۰) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)